سلسلۂ اشاعت نمبر: ۱۰

تذکارِ انفع

ترجمۂ اردو

الاصول الاربع فی طریق الغوث الرفاعی الارفع

(فارسی)

مؤلفہ
مولانا السید محمد کمال الدین آفندی الصوفی الحسینی الرفاعی الدمشقی
صاحب سجادۂ رفاعیہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ رحمۃ واسعۃ

ناشر
جامعہ دارالاحسان، مکی مسجد، بارڈولی

234-to-237

سید حسام الدین راشدی

منجانب سید کمال الدین مظہر اللہ الرفاعی
سجادہ نشین خانقاہِ رفاعیہ بڑودہ

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا

تذکار انفع

ترجمۂ اردو

الاصول الاربع فی طریق الغوث الرفاعی الارفع

(فارسی)

مؤلفہ

مولانا السید محمد کمال الدین آفندی الصوفی الحسینی الرفاعی الدمشقی

صاحب سجادۂ رفاعیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ

ناشر

دار الاحسان، مکی مسجد، بارڈولی

نام کتاب : تذکار انفع ترجمہ اردو الاصول الاربع فی طریق الغوث الرفاعی الارفع

مؤلف : مولانا السید محمد کمال الدین آفندی الصوفی الحسینی الرفاعی الدمشقی صاحب

باہتمام : حضرت مولانا مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی صاحب بارڈولوی چشتی صابری محمودی احمدی (مدرس جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

کمپیوٹر کتابت : ادارہ فیض ابرار، بلساڑ، گجرات(PH:(02632-241187

ترتیب نو : مولانا عبد العزیز بن عبد الغفور فلاحی بلساڑی

صفحات : ۲۴۰

مطبع : ایم۔ایس پرنٹرس، لال دروازہ، ہمدرد مارگ، دہلی

سن اشاعت : ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ بمطابق مئی ۲۰۰۶ء

ناشر : دارالاحسان، مکی مسجد، بارڈولی

ملنے کے پتے

(۱) دارالاحسان، مکی مسجد، بارڈولی۔

(۲) دارالاحسان، نواپور، مہاراشٹر۔

(۳) مولانا مفتی محمود صاحب، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک۔

فہرست

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی اٰلہ واصحابہ وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

امابعد!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن اہم مقاصد کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا اس میں سے ایک اہم ترین مقصد ہے تزکیۂ نفوس یعنی دلوں کی صفائی اور دلوں کو اچھائی سے مزین کرنا جو نہایت ضروری ہے، باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ یَوْمَ لاَ یَنْفَعُ مَالٌ وَّلاَ بَنُوْنَ اِلاَّ مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴾ قیامت کے دن مال اور بیٹے کام نہیں آئیں گے قلب سلیم کام آئے گا، قلب سلیم وہ ہے جس میں گندگی اور بیماریاں نہ ہوں، جس طرح دل کو ظاہری بیماری لگتی ہے جس کے باعث انسان کی موت ہو جاتی ہے اسی طرح دل میں روحانی بیماریاں لگ جاتی ہیں تو انسان کی دنیا وآخرت دونوں برباد ہو جاتی ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی برکت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے تھے، حضرات صحابہؓ کی صحبت کی برکت

سے تابعین پھر تبع تابعین رحمہم اللہ میں یہ نسبتیں منتقل ہوئیں، اسی طرح آہستہ آہستہ تصوف کے سلسلہ قائم ہو گئے، جن مشائخین امت کو اللہ کی ذات کے ساتھ تعلق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت کا اعلیٰ مقام نصیب ہوا انہیں میں سے سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، ان کی طرف منسوب سلسلہ سلسلۂ رفاعیہ کہلاتا ہے، ہمارے صوبۂ گجرات میں جو قرنِ اول سے کاروان رشد و ہدایت کا میز بانِ اول ہونے کا بحمد اللہ شرف رکھتا ہے مختلف ادوار میں بہت سارے مشائخین محدثین تشریف لائے، اسی میں سلسلۂ رفاعیہ علیہ کے مشائخین کرام کا ورود مسعود بھی گجرات کی سرزمین پر ہوا اور ایک طویل عرصہ سے گجرات کے مختلف شہروں میں اس سلسلے کی خانقاہیں قائم ہوئیں اور ان میں سے بہت سی آج تک کسی نہ کسی عنوان سے باقی بھی ہیں، جس میں شہر راندیر، سورت، بڑودہ قابل ذکر ہیں، اسی رفاعی سلسلہ کے ایک بزرگ سید محمد سعید رفاعی کیالیؒ تقریباً دس سال کی عمر میں ملک شام کے مقام عدلیب سے راندیر تشریف لائے اور عرب شاہ باوا کے نام سے مشہور ہو گئے جن کی وفات ۲۵ / رجب ۱۳۹۰ھ بمطابق ۲۶ / ستمبر ۱۹۷۰ء کو ہوئی، (مرحوم سید سعید رفاعی صاحب کی ایک صاحبزادی حُسینہ آپا راندیر میں مقیم ہیں) سید محمد سعید کیالیؒ کے اس علاقے میں بہت سارے مریدین اور متوسلین تھے اور ہیں۔ ان کے ایک متوسل ہمارے قصبہ بارڈولی (ضلع

سورت گجرات) میں ابراہیم بھائی ٹکولیا نامی تھے، پیر سعید رفاعی صاحبؒ نے "تذکار انفع" کتاب کا قلمی مسودہ جوان کے بزرگوں میں سے مولانا السید محمد کمال الدین آفندی الصوفی الحسینی الرفاعی الدمشقی صاحب سجادۂ رفاعیہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے مرحوم ابراہیم بھائی ٹکولیا کو یہ کہتے ہوئے سپرد کیا تھا کہ ایک نہایت اہم کتاب ہے جب تمہیں توفیق ہو اس کو چھپوا دینا، بعد میں ابراہیم بھائی ٹکولیا ٹورنٹو کینیڈا منتقل ہو گئے اور وہیں انتقال کر گئے، مرحوم ابراہیم بھائی کینیڈا جاتے وقت یہ قلمی نسخہ اپنے مخلص دوست مرحوم جاوید بھائی ابن عبد الباری کو (مقیم آدرش کالونی بارڈولی جہاں میری رہائش ہے) حوالے کر گئے تھے، مرحوم جاوید بھائی نے اپنی حیات میں بار بار میرے برادر بزرگوار الحاج احمد بن مولانا سلیمان حافظ جی سے اس سلسلے میں بات کی، برادر محترم نے یہ مسودہ میرے حوالے کیا، میں نے میرے مخلص دوست مولانا عبدالعزیز صاحب فلاحی مقیم بلساڑ گجرات کو یہ مسودہ حوالے کیا، انہوں نے اس قلمی نسخہ کی جو قدیم زبان میں تھا نیز بوسیدہ اور بعض جگہوں پر دیمک خوردہ تھا بڑی محنت ومشقت سے کمپیوٹر سے کتابت مکمل فرمائی، اب یہ کتاب ہمارے قصبہ بارڈولی کے جامعہ دار الاحسان سے نشر ہو رہی ہے اور اس کے مکمل اخراجات کی ذمہ داری مرحوم ابراہیم بھائی ٹکولیا کے فرزندان حاجی الیاس، ادریس بھائی اور امتیاز بھائی نے لی ہے، حق تعالیٰ ان کے مساعیٔ جمیلہ کو قبول

فرمائے، حق تعالیٰ اس سلسلے میں تعاون کرنے والے جمیع حضرات کو دنیا و آخرت میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، روزِ محشر اپنے صالحین بندوں کی جماعت میں ہمارا حشر فرمائے اور سلسلۂ رفاعیہ سے تعلق رکھنے والے بھائیوں کیلئے خصوصاً اور پوری امت مسلمہ کے لئے عموماً اس کتاب کو نافع بنائے، کتاب میں لکھے ہوئے مضامین کی صحت وسقم کی ذمہ داری ہمارے ذمہ نہیں ہے۔

فقط والسلام

(مولانا ومفتی) محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی

بارڈولوی چشتی صابری محمودی احمدی

مدرس جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک

سلسلہ اور شجرہ

سید محمد سعید (عرف عرب شاہ باوا) راندیری، سید طاہر الکیالی عدلیبی، سید محمد یحییٰ الکیالی عدلیبی، سید محمد اسماعیل عدلیبی، سید عبد القادر الکیالی، سید ابو النور الکیالی، سید اسماعیل الکیالی، سید عبد الجواد الکیالی، سید احمد الکیالی، سید عبد الکریم الکیالی، سید محی الدین الکیالی، سید احمد الکیالی، سید یحییٰ الکیالی، سید شہاب الدین الکیالی، سید تاج الدین الکیالی، سید حسین الکیالی، سید عبد السمیع الکیالی، سید اسماعیل الکیالی، سید نجم الدین، سید قطب الدین، سید شیخ شمس الدین محمد، سید ابراہیم اعذب، سید عبد الرحیم، سید سیف الدین،

شیخ العرب والعجم قطب الاقطاب ابو العباس سید احمد کبیر رفاعی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

عرض مؤلف

الحمد للّٰه رب العٰلمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد واٰله واصحابه اجمعین۔

امابعد! فقیر محمد کمال الدین (ابن القدوة الاجل و المرشد الافضل السید الشیخ حسن آفندی ابن السید الشیخ محمد بن السید سلیمان بن السید محمد الصوفی الرفاعی الدمشقی غفرله وکان له)

برادرانِ حقیقت اور مریدانِ طریقت کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ طریقہ عَلِیّہ رفاعیہ کے مریدوں (کثرهم اللّٰه سوادهم واحسن طعم معاشهم ومعادهم) کی ضرورت رفع کرنے اور حاجت دور کرنے کی غرض سے یہ رسالہ تالیف کیا گیا تاکہ وہ لوگ مرشد ومرید کے آداب سے اور طریقہ عَلِیّہ رفاعیہ کے اذکار، اوراد اور ارادت کی حقیقت سے باخبر ہو جائیں، اور اس رسالہ کا نام 'الاصول الاربع فی طریق الغوث الرفاعی الارفع' رکھا گیا، اس رسالہ کی اصل " رساله قواعد مرعیه " اور "رساله آداب المرشد والمرید" سے ماخوذ ہے کہ ان میں سے ہر ایک رسالہ مستقلاً

سید بزرگوار شیخ مشائخ کبارِ طریقہ علیّہ رفاعیہ حضرت سید محمد ابوالھدیٰ صادی رفاعی مدظلہ العالی کی جملہ تالیفات سے ہے، شیخ موصوف کی دونوں مذکورہ تالیفات سے ضروری مسائل لے کر اس رسالہ کو تالیف کیا گیا ہے، ان دونوں مذکورہ رسالوں کے علاوہ ائمہ طریق علیّہ رفاعیہ رضی اللہ عنہم کی دوسری کتابوں سے بھی ضروری فوائد اخذ کئے گئے ہیں، حق جل وعلا سے ہزاروں نیاز کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے برادرانِ حقیقت اور مریدانِ طریقت کو اس سے فائدہ پہنچائے اور سب کو صراط مستقیم پر رکھے آمین۔

السید محمد کمال الدین آفندی

اصل اول

مرشد کی صفات کے بیان میں

اللہ تعالیٰ تم کو سیدھے راستے پر چلائے، معلوم ہونا چاہئے کہ ارشاد راستہ بتانے کو کہتے ہیں اور مرشد ارشاد کا اسم فاعل ہے جس کے معنی راستہ بتلانے والے کے ہیں، صوفیوں کی اصطلاح میں شیخ اور مرشد اس کو کہتے ہیں جو اپنے حال وقال سے مریدوں کو خدا کا راستہ بتلائے اور اس کی رحمت کی برکت سے مرید کا قدم روشن شریعت پر جما رہے، اور ماسوا کے غبار سے دل پاک ہو کر ذکرِ رحمٰن اور نورِ ایمان سے منور ہو جائے۔

'آداب المرشد والمرید' میں بیان کیا ہے کہ سلطان العارفین سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ اپنے حِلَم میں فرماتے ہیں کہ مرشد وہ آدمی ہو سکتا ہے جو تجھے اپنی بہتر اور پاکیزہ نصیحت سے سلوک کا طریقہ سمجھائے، اور جب تیرا ہاتھ پکڑے تو تیرا رہنما ہو کر سیدھے راستے پر تیرے قدم جما دے، مرشد وہ آدمی بن سکتا ہے جو تجھ کو اچھی طرح قائم رکھے، بدعتوں اور محدثات سے دور رکھے، مرشد وہ ہے جس کا ظاہر و باطن شریعت کے موافق ہو اس طرح کہ

ظاہری اور باطنی افعال ایک بال برابر شریعت کی ترازو میں کم نہ اتریں، پس جو شخص صفات مذکورہ سے موصوف ہوگا اسی کی ذات بابرکت مرشد ہونے کی مستحق ہوسکتی ہے اور اسی کو مرشد اور امام طریق کہہ سکتے ہیں۔

حضرت عزالدین احمد صیادؒ کا ارشاد گرامی

حضرت عزالدین احمد صیاد 'وظائف احمدیہ' میں فرماتے ہیں مرشد پر واجب ہے کہ اللہ کے اوامر ونواہی کا عالم ہو اور عبادت کے اعمال میں فہم کامل رکھتا ہو، پاک اعتقاد ہو، احکام طریقت وسلوک کا عارف کامل ہو، سخی ہو، زاہد ہو، متواضع ہو، متحمل ہو، وجد وحال والا ہو، سچ بولتا ہو، فراست ایمانی پوری رکھتا ہو، طریقت کے احکام بیان کرنے میں فصیح اور بلیغ ہو، شطح وسکر کی باتوں سے پاک ہو، بیہودہ اور فضول دعوؤں اور بڑائیوں کی آمیزشوں سے الگ رہتا ہو، اپنے شیخ کی محبت میں ڈوبا ہوا ہو، اور جس طرح شیخ کی حرمت وعزت کا خیال اس کی زندگی میں رکھتا تھا اسی طرح وصال کے بعد بھی رکھے، اپنے اقوال وافعال میں منصف ہو، اپنے تمام افعال میں خدا پر بھروسہ رکھے۔

مرشد کی بارہ صفتیں

اور یہ بھی 'آداب المرشد والمرید' میں ہے کہ جو مرشد ارشاد وہدایت کی مسند پر بیٹھے اس کو بارہ صفتوں کے ساتھ اپنے آپ کو متصف کرنا چاہئے، ان

میں سے دو صفتیں تو صفات الٰہیہ میں سے ہیں، ایک حلم دوسرے ستر یعنی پردہ پوشی اور دو صفتیں صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں ایک رأفت دوسری رحمت یعنی نرمی اور رحم اور ان میں سے دو صفتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفات سے ہیں ایک صدق دوسری تصدیق، اور ان میں دو صفتیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صفات سے ہیں ایک امر بالمعروف دوسری نہی عن المنکر اور ان میں سے دو صفتیں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی صفات سے ہیں ایک حیا دوسرے تسلیم، اور ان میں سے دو صفتیں حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی صفات سے ہیں اور وہ زہد و شجاعت ہے، پس جس وقت مرشد ان بارہ صفتوں سے متصف ہو جائیگا تو فطری تقدس اور تمکین کے مقام پر پہنچے گا اور اس میں مخلوق کی رہنمائی کی صفت پیدا ہو جائیگی۔

مرشد کے لئے لازمی آداب

مرشد پر لازم ہے کہ عقیدۂ حلول واتحاد اور ہمہ اوست کے قول سے جو کفر ہے اپنے آپ کو محفوظ رکھے، کہ یہ باتیں شیطانی مکر اور نفس کے وسوسہ سے پیدا ہوتی ہیں، من جملہ ان آداب کے جو مرشد کے لئے لازم ہیں اور مرشد کو ان کے ساتھ متصف ہونا چاہئے یہ ہے کہ مریدوں کے دلوں کی دیکھ بھال کرتا رہے اور ان کے اوقات اور ہمتوں کی حفاظت رکھتا رہے، اور چاہئے کہ

مریدوں کو سلوک کے طریقے محمدی قوانین اور نبوی طور طریق پر بتلائے اور چاہئے کہ مریدوں سے اللہ کے لئے محبت رکھے اور اللہ ہی کے لئے ان کی رہنمائی کرے، دنیاوی اغراض سے کوئی غرض اس میں شامل نہ ہو، مرشد کو چاہئے کہ مریدوں کے عقائد کو پاک وصاف کرے اور علماء کی تعظیم اور فقہاء کی محبت کے لئے حکم فرمائے اور چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت سے مریدوں کے دلوں کے اندر حق کی فرمان برداری اور نفس وہوا کی مخالفت کا درخت لگائے اور اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض کرنا سکھائے، اور چاہئے کہ مریدوں کی توجہات کو حق تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ رکھے تاکہ ثمراتِ توحید حاصل کریں اور اللہ اور رسول کے حق مریدوں کے ذہن نشین کرے اور تمام اولیاء اللہ کے ساتھ اچھے عقیدے اور اچھے خیال رکھنے کا حکم دے، صاحب طریقت کے حقوق بھی رعایت حق کے ساتھ بغیر بڑائی اور حد سے بڑھ جانے کے ان کو سمجھائے، ائمہ طریقہ علیہ رفاعیہ نے فرمایا ہے کہ مرشد کو چاہئے کہ شریعت کا پابند ہو اور کامل ہو، پاک دامن ہو، اعلاء کلمۃ الحق پر اپنی پوری توجہ اور پوری ہمت صرف کرے، خلوات وجلوات کے آداب ارکان اور اصول اور صوفیت کے اذکار، اوراد اور طریقت کے اسرار جانے، برادران طریقت کو دوست رکھے، مریدوں کے نشست وبرخاست اور بات چیت کی نگہداشت اپنی استعداد صحیح کے موافق کرے اور سلوک کے زینوں پر

چڑھنے کی بھی دیکھ بھال کرے، خدا پر بھروسہ رکھنے والا اور خداوندی شعائر کی عظمت کرنے والا ہو، سنت کی حفاظت کرے اور بدعات سے دشمنی کرے، مرشد کو چاہئے کہ مزاج میں عجز وانکساری رکھے، تکبر سے دور رہے اور ان تمام باتوں کے پائے جانے کے باوجود یہ بھی ضروری ہے کہ مرشد کامل کے ہاتھ پر اس کی بیعت ثابت ہو، مسلمانوں کی رہنمائی پر قدرت رکھتا ہو، نفس امارہ کی کیادیوں اور مکاریوں سے باخبر ہو اور ان کے علاج کا علم رکھتا ہو، عرفان لدنی اور علم شریعت کا جامع ہو، اور انتہائے ہمت اس امر پر ہونی چاہئے کہ خلق کو خالق کا اور خالق کو مخلوق کا دوست بنائے، اگرچہ اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی باتیں قابل بیان ہیں لیکن اس رسالہ میں انہیں چند باتوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔



اصل دوم

مرید کی صفات کے بیان میں

معلوم ہونا چاہئے (اللہ تعالیٰ تجھ کو نیک بخت کرے) صوفیۂ کرام کی اصطلاح میں مرید اس کو کہتے ہیں جو اپنے ارادہ کو مرشد کی جانب پھیر کر اپنے ارادے کو دوسروں سے بے نیاز کر لے اور مرشد کے ارادہ کے سوا کسی دوسرے کا ارادہ نہ رکھے اور انتہائی محبت اور پختگیٔ عقیدت کے ساتھ اپنے تعلق کو شیخ سے مضبوط اور قوی کرے اور جان و مال، پدر و مادر، زن و فرزند سے مرشد کو زیادہ عزیز رکھے، اور اس کی تعظیم دل و جان سے بجالائے اور اس بات کا پورا پورا خیال رکھے کہ کبھی بھی گردِ کدورت کو اپنی طرف سے مرشد کے دل پر نہ جمنے دے، اس لئے کہ ائمۂ تصوف نے کہا ہے جو مرید کہ مشائخ کے دلوں کی حفاظت اور رعایت نہیں کرتا اس پر حق تعالیٰ کتوں کو غالب کرتا ہے تا کہ اس کو اذیت پہنچائیں۔

اور ائمۂ تصوف کا یہ بھی قول ہے کہ مرید اپنے نفس میں مرشد کے متعلق

کوئی ایسی بات نہ پائے جو مرشد کے سامنے بے باکی اور بے ادبی پر دلالت کرے اور جس سے مرشد کی عزت وحرمت میں فرق آئے، ایسی صورت میں مرید مراد کے حاصل کرنے سے محروم رہے گا اور اس کی تمام ریاضت ومحنت بے سود ہوگی، نیز بیان کیا ہے جو مرید مشائخ کی مجلس میں سستی وغفلت اختیار کرے اور پھر مراد پر پہنچنے کا بھی خیال رکھے وہ دیوانہ ہے، بغیر ادب کامل کے مراد پر نہیں پہنچ سکتا، اور اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی یہی تھا کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بیٹھتے تھے تو ایسے ادب کے ساتھ کہ گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہیں یعنی انتہائی ادب کی وجہ سے غیر ذی روح معلوم ہوتے تھے، مسند محمدی کے وارثوں اور ان کے مریدوں پر لازم ہے کہ اپنے حال وقال میں محمدی خلق شریف کے پیرو اور اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عادات شریفہ کے تابع رہیں۔

'آداب المرشد والمرید' میں بیان کیا ہے کہ حضرت غوث سید مہدی رواس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے جو مرشد حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں سے حصہ نہیں رکھتا وہ ارشاد یعنی رہنمائی سے دور ہو چکا ہے اور وہ مرید کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقوں سے بے بہرہ ہے وہ مردود ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ مرید وہ ہے کہ اس کا ارادہ مرشد کا

ارادہ بن جائے اور اپنے ارادہ کو فانی کرکے مرشد کے ارادے کو اس کی جگہ پر قائم کرے، شیخ کی محبت خدا کی محبت ہے اس لئے کہ خاص اللہ کے لئے محبت کرنا بالکل اس طرح ہے جس طرح اللہ ہی سے محبت کی گئی ہے۔

حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے مرید کو چاہئے کہ اپنی ذات کو مرشد کے حوالے کر دے اور شیخ کی مخالفت چھوڑ دینے کا مضبوط ارادہ کرے اور چاہئے کہ اس کا حال سچا ہو، مرید کا مرشد سے دور رہنا برا ہے، اور چاہئے کہ مرشد کے ہر حکم کو بجالائے۔

سید الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مرید کو مرشد کے ہاتھ اس طرح رہنا چاہئے جس طرح غسال کے ہاتھ میں مردہ رہتا ہے۔

شیخ مدینی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے مرید کو چاہئے کہ ہر حال میں مرشد کے حکم کو مانے خواہ اس حکم کی حقیقت مرید کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اگر مرشد کوئی حکم کرے اور مرید اس کی حقیقت معلوم کرنے کی فکر میں پڑ جائے گا تو مرید کسی مفید نتیجہ پر نہیں پہنچے گا، تمام اہل اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے دل کو مرشد کی محبت سے لبریز رکھے اور اس کی عزت کی حفاظت کرے اور مرشد کے سجادے پر نہ بیٹھے اور چلتے وقت مرشد سے آگے نہ چلے اور بات کے پوچھنے میں سبقت نہ کرے، اور مرشد کے اعمال و احوال کی تلاش نہ کرے، مرشد کے سامنے نہایت عجز و انکساری اور خاموشی اختیار

کرے، مرشد کی مجلس میں اپنی فضیلت ظاہر کرنے کی غرض سے یا مشکل مسئلہ حل کرنے کی وجہ سے پیش قدمی نہ کرے، زیادہ نہ بولے، اور اپنی عادی چیزوں کو شیخ کے سامنے چھوڑ دے، اگر شیخ کسی کو خدمت کرنے میں یا بات چیت کرنے میں مقدم سمجھے تو مرید کو چاہئے کہ مرشد کی خدمت کرنے میں زیادہ کوشش کرے اور اپنے آپ کو کم خدمتی سمجھے اور مرشد کے دوست کو اپنا دوست سمجھے، مرید کو چاہئے کہ کسی شیخِ وقت کی زیارت کے لئے مرشد کے حکم کے بغیر نہ جائے بلکہ اپنے مرشد کے ہوتے ہوئے دوسروں سے بے پرواہ ہو جائے اور پھر سمجھے کہ میرا شیخ دوسروں کے مقابلہ میں خدا سے زیادہ نزدیک ہے اور دوسروں سے نسبت کے طریقے کو زیادہ جاننے والا ہے، مرید کو چاہئے کہ جس قدر مراد سے قریب ہوتا جائے شیخ کی خدمت کو نہ چھوڑے اور شیخ کی محبت اور اس کے خاندان کی محبت خواہ شیخ زندہ ہو یا نہ ہو دل میں رکھے، شیخ سے جدائی اختیار نہ کرے مگر اس وقت جب کہ شیخ شریعت کے خلاف کوئی حکم فرمائے ایسی صورت میں شریعت کی پیروی کرنا ضروری ہے نہ کہ شیخ کی تابعداری، اس لئے کہ اس حالت میں مرشد کی تابعداری گمراہی اور ضلالت ہے اور جس ورد کے لئے شیخ حکم دے دے اس کو ہمیشہ جاری رکھے، اور جس طرح ہو سکے مرشد کی خوشنودی کا طالب رہے لیکن نہ کسی فائدہ کی غرض سے، اور چاہئے کہ اہل سنت کے اعمال وعقائد کے سیدھے راستے کی مخالفت نہ

کرے اور تمام چیزوں سے زیادہ ضروری مرید کے لئے ذکر پر مداومت ہے، اور یاد الٰہی میں قلب کو حاضر رکھنا ہے اور عادی چیزوں سے نفس کو دور رکھنا ہے، بے کاری اور بری صحبتوں سے بچنا ہے اور ان لوگوں کی صحبت کی طرف مائل ہونا ہے جن کی صحبت دوستی اور خیر کی طرف پہنچانے والی ہو تا کہ ان کی صحبت کی برکت سے ان چیزوں سے جو مراد تک پہنچنے سے روکنے والی ہیں، بچ کر بلند مقامات پر فائز ہو۔

مرید کے لئے واجب ہے کہ ان لوگوں کی صحبت سے کنارہ کشی کرے جو قول بالوحدۃ المطلقہ یعنی ہمہ اوست کے قائل ہیں کہ یہ قول سراسر کفر والحاد کا باعث ہے، اور زیادہ پر گوئی سے دور رہنا واجب ہے، اپنے آپ کو ذکر، فکر، عبادات اور طاعات میں لگائے رکھے، کم خوری، بیداری، کنارہ کشی، گوشہ نشینی کی عادت ڈالے، محض خدا کی رفاقت اختیار کرے اور اسی کی یاد میں اوقات کو گذارے، ان باتوں کے باوجود خدا کی مخلوق میں سے کسی پر اپنے آپ کو فائق تر اور بزرگ تر نہ سمجھے، جو کچھ اپنے لئے پسند کرے اپنے تمام برادران دینی کے لئے پسند کرے، اہل بدعت اور فاسد مذہب رکھنے والوں اور باطل اقوال والوں اور کج راہ لوگوں سے نفرت کرے، امام طریق کی تعظیم کماحقہ بجالائے اور اس کے باوجود دوسرے مشائخ طریقت کے مراتب کی حفاظت کا خیال رکھے اور ان کو ماننے اس صورت میں کہ وہ شرع شریف کے خلاف نہ ہو

اور اگر دیکھے کہ شریعت کے خلاف ہے تو اس وقت شریعت کا تابع رہے، اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرے، مرید کو چاہئے کہ خدا کے ذکر کے ساتھ ہر چیز سے بے پرواہ ہو جائے اور اللہ پر توکل رکھے نہ دوسرے پر، مرید کو چاہئے کہ سنت نبویہ کے دامن میں اپنا چنگل بڑھائے اور اس کو مضبوط پکڑے رہے، اور پوری سعی کرے تاکہ اپنے نفس کو برے اخلاق سے پاک کر کے اچھے اخلاق کے ساتھ آراستہ کرے اور نفس کے تکبر کو تواضع سے، جھوٹ کو سچائی سے، غضب کو بردباری سے، بخل کو سخاوت سے، حرص کو زہد سے، تنگ حوصلگی کو فراخ حوصلگی سے، بے صبری کو تسلیم سے، نفس کے رنج و غم کو توکل سے، ظلم کو انصاف سے بدلے، نفس کی رفتار کی بے باکی کو اللہ کے معین کردہ حدود پر قائم رکھے، خیانت کو امانت سے، غداری کو عدل سے، خلاف وعدگی کو وفائے عہد سے بدل دے، غرض کہ ہر بری عادت کو اچھی عادت سے بدل دے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مظہر بن جائے کہ فرمایا ہے "**بعثت لاتمم مکارم الاخلاق**" میں بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پورا کردوں، جس وقت مرید ان صفتوں کے ساتھ متصف ہو جائے گا اور ان پر مضبوطی سے جم جائے گا تو وہ مرید نہیں رہے گا مراد ہو جائے گا، اور درجہ کمال پر پہنچ کر رجال میں داخل ہوگا۔



اصل سوم

طریقۂ علیّہ رفاعیہ کے امام
اور طریقۂ رفاعیہ کے فضائل کے بیان میں

معلوم ہونا چاہئے کہ امام طریقۂ علیّہ رفاعیہ نفعنا اللّٰہ ببرکاته و رفعنا بدرجاته. شیخنا وسیدنا تاج العارفین سلطان الاولیاء والصالحین شیخ الاسلام والمسلمین شرف المتقین سند الزاهدین حجة اللّٰه علی اولیاء الخواص المتمکنین لاثم ید جده سیدالانبیاء والمرسلین القطب المعظم والغوث الاعظم والعیلم الالٰهی المطمطم والکنز الربانی المطلسم ابوالعلمین قرة عین جده الامام الحسین رئیس الواصلین روح السالکین محی السنة والدین مولانا وسیدنا السید احمد ابوالعباس الرفاعی الحسنی والحسینی الانصاری علیه ازکی رضوان الباری ہیں۔

حضرت والا السید احمد الرفاعیؒ کا نسب شریف

اسمائے خانوادۂ رفاعیہ	نام مقامات مشاہد مبارکہ
سیدنا احمد رفاعی بن	ام عبیدہ
السید السلطان علی المکی الرفاعی بن	بغداد
السید یحییٰ نقیب بن	بصرہ
السید ثابت ابن	اشبیلیہ
السید احمد ابو علی مرتضی بن	اشبیلیہ
السید ابو الفضائل علی اشبیلی بن	اشبیلیہ
السید رفاعہ الحسن المکی بن	اشبیلیہ
السید مہدی المکی بن	مکہ مکرمہ
السید ابو محمد قاسم بن	مکہ مکرمہ
السید حسن القاسم ابو موسیٰ رئیس بغداد بن	مکہ مکرمہ
السید ابو عبد اللہ الحسین عبد الرحمن الرضی محدث القطیعی البغدادی بن	بغداد
السید احمد الصالح الاکبر بن	بغداد
السید موسیٰ ثانی بن	بغداد
الامام ابراہیم مرتضی بن	بغداد
الامام موسیٰ کاظم بن	بغداد
الامام جعفر صادق بن	مدینہ منورہ

الامام محمد باقر بن	مدینہ منورہ
زین العابدین علی السجاد بن	مدینہ منورہ
الامام الحسین السبط شہید کربلا بن	کربلا
الامام امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ	☆

آپؒ کے آباء واجداد کی مکہ سے منتقلی

۳۱۷ھ میں قرامطہ (اخزاہم اللہ) کے فتنہ کے سبب سے جب کہ بہت بڑا نقصان مکہ (زادھا اللہ شرفا) کے حرم میں واقع ہوا اور مکہ معظّمہ کے بہت سے مجاورین قتل کیے گئے تو حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے چھٹے دادا السید رفاعہ الحسن المکی نے مکہ سے اشبیلیہ مغرب کی طرف توجہ فرمائی، جب آپ نے اس سرزمین میں قدم رکھا تو وہاں کے سادات وملوک نہایت تعظیم وحرمت سے آپ کے ساتھ پیش آئے مگر آپ نے پرہیزگاری کی وجہ سے بادیۂ اشبیلیہ کے قبیلہ بنی شیبان میں سکونت پسند فرمائی اور یہاں ملک مغرب کے بادشاہ شریف احمد بن شریف علی الحسنی نے اپنی صاحبزادی کو آپ کے نکاح میں دیا، اس شرافت کے بیش بہا موتی سے حق تعالیٰ نے آپ کو چار فرزند عطا فرمائے۔

۱۔ سید علی، ۲۔ سید عمران، ۳۔ سید سعد، ۴۔ سید برکات

ہمارے حضرت والا سلطان العارفین سید احمد رفاعیؒ کے نسب کا سلسلہ انہیں سید علی پر ختم ہوتا ہے، سید علی اشبیلیہ میں قریش کے قبرستان میں دفن ہیں، سید علی ابوالفضائل کی اولاد سید یحییٰ نقیب بصرہ کے زمانہ تک اشبیلیہ مغرب میں قیام پذیر رہی اور وہیں ان کا قبرستان ہے، جب سید یحییٰ سنہ ۴۵۰ھ میں اپنے بعض چچازادوں کے ساتھ مدینہ منورہ آئے تو سادات اہل بیت نہایت تعظیم سے حضرت سید یحییٰ کے ساتھ پیش آئے چنانچہ کتاب 'سجل انساب الی الاعرج' میں ہمارے حضرت والا کے اجداد کے نسب کا سلسلہ مذکور ہے جو مدینہ کے امیروں اور وہاں کے بہترین سادات اور شریف خاندانوں میں شمار ہوتے تھے۔

سید یحییٰ خلیفۂ وقت کے دربار میں

مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد سید یحییٰ مکہ معظّمہ آئے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد حجاز سے بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے، خلیفہ القائم بامر اللہ العباسی نے جب آپ کی تشریف کی خبر سنی تو آپ کو بغداد میں تشریف لانے کی دعوت دی، جب آپ بغداد پہنچے تو نہایت احترام کے ساتھ پیش آیا اور اپنے دربار کے معزز و معتمد لوگوں کو آپ کی خدمت کے لئے مقرر کیا اور اپنے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھانے کی درخواست کی اور ملاقات کے وقت خلافت کے دیوان خانہ کے صحن تک آپ کا استقبال کیا اور بیٹھنے کے وقت

آپ کو اپنے برابر بٹھایا، گفتگو کے بعد خلیفہ نے سید یحییٰ سے درخواست کی کہ بصرہ، واسط اور بطائح کی نقابت یعنی گورنری آپ قبول فرمادیں، اور اس شورش کو جو سنّی اور شیعہ کے درمیان میں پیدا ہوگئی ہے فرو کریں، آپ نے خلیفہ کی التماس کو قبول فرمایا اور اسی وقت اطراف مذکورہ کی نقابت کا شاہی فرمان سید یحییٰ کے نام صادر ہوا، شاہی حکم نامے کی عبارت بغیر کمی وبیشی کے 'ارشاد المسلمین' میں ہے یہ مختصر رسالہ چونکہ اس طویل عبارت کی گنجائش نہیں رکھتا، لہٰذا اس کی عبارت کو نقل نہیں کیا گیا، جناب سید یحییٰ نے شرفاء شہر کے محضر نامے کے ساتھ خلیفہ القائم بامر اللہ العباسی کے حکم سے بصرہ میں اقامت کی اور وہاں کی شورش کو فرو کیا اور حق تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اہل سنت کے جھنڈے کو فتح یاب کیا، اس کے علاوہ راہ حق کے طلب کرنے والوں میں سے بہت سے آپ کی برکت سے فیوض باطنی سے مستفیض ہوئے، غرض اس طریقہ سے اس خاندان کی دنیوی اور اخروی شرافت، ظاہری وباطنی اور بزرگی وسرداری کے ساتھ ہمارے حضرت والا سلطان العارفین قدس سرہٗ کے زمانہ تک دنیا والوں کو فیض پہنچاتی رہی یہاں تک کہ حضرت والا سلطان العارفین کے اسرار قدسیہ کی برکات نے عالم کو روشن اور منور فرمایا۔

خلاصہ

حضرت سلطان العارفین السید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی سرداری وعظمت

کا سلسلہ اس طرح ثبوت وصحت کے درجہ پر پہنچا ہے کہ شیخ الاسلام احمد فیبوبی شافعی 'تحفۃ الراغب' میں فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے نسب کی صحت میں جاہل جھگڑالو یا منافق بدعتی کے سوا کسی دوسرے کو بولنے کی گنجائش نہیں ہے، ہم تحفہ کی عبارت بلفظہ نقل کرتے ہیں، قال شیخنا الامام العلامة برهان الدين على الحلبى القاهرى صاحب السيرة النبوية "لا يرتاب فى نسب السيد احمد رفاعى الا جاهل او منافق" وقال "وهو اصح الاقطاب الاربعة نسباً" وقال "من جهل بذلك فاليراجع الى الكتب المؤلفة بشانه من زمنه المبارك الى الآن فانها طافحة بايضاح كيفية اتصاله بجده صلى الله عليه وسلم ايضاحا وثيقاً رفيعة الاسانيد لم يتفق لغيره من الاشراف الكرام على الغالب" (انتهىٰ)۔

ترجمہ: فرمایا ہمارے شیخ علامہ برہان الدین علی حلبی قاہری صاحب 'سیرۃ النبویۃ' نے کہ سید احمد رفاعی کے نسب میں کوئی شک نہیں کر سکتا ہے مگر جاہل یا منافق، اور یہ بھی فرمایا کہ وہ اقطاب اربعہ میں از روئے نسب کے بہت بہتر ہیں اور فرمایا جو آدمی انکار کرے اس کو چاہئے کہ ان کتابوں کا مطالعہ کرے جو ان کے زمانہ مبارک سے لے کر آج تک ان کی شان میں لکھی گئی ہیں جو موجود ہیں اور ان کتابوں میں ان کے جد صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک

کے چومنے کا واقعہ لکھا ہوا ہے قابل وثوق سندوں کے ساتھ، اور اشراف کرام سب متفق ہیں کہ ان کے مانند کوئی نہیں ہوا ہے (انتہیٰ)۔

عارف باللہ سید حسن مصلح الدین موسوی کا واقعہ

اور اسی طرح امام شافعی رافعیؒ 'سواد العینین' میں فرماتے ہیں کہ شیخ عارف باللہ احمد بن محمد الوتری رحمۃ اللہ علیہ نے 'روضۃ الناظرین' میں عارف باللہ سید حسن مصلح الدین موسوی کے حالات میں بیان کیا کہ وقت کے قطب سید احمد عز الدین الصادی رضی اللہ عنہ نے 'وظیفہ احمدیہ' میں فرمایا ہے کہ سید حسن نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے ام عبیدہ میں سلطان العارفین سید احمد کبیر قدس سرہٗ کی زیارت کی، اللہ عالم الغیب والشہادۃ ہے کہ مجھ پر ایسا خوف غالب ہوا اور ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اس کے مقابلہ میں کسی بلند شان والے بادشاہ کی بھی ہیبت نہیں ہوسکتی، میں نے ایک قصیدہ حضرت والا رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھا، حضرت والا نے میرے لئے دعائے خیر کی اور فرمایا ابن عم! اگر خدا اور رسولِ خدا کی درگاہ میں مقبول ہوجائے تو اس وقت اس کو تجارت رابحہ یعنی منفعت بخش تجارت کہہ سکتے ہیں، میں نے اسی مبارک رات میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا، فرمایا اے حسن! تیری تجارت میرے فرزند احمد بن ابی الحسن الرفاعی کی مدح میں فائدہ رساں ہوئی اور

میرے باپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوئی، میرے فرزند احمد کو سلام پہنچا اور خوشخبری سنا، جب صبح ہوئی نماز واذکار سے فارغ ہوکر حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا اور حضرت والا کی نظر مجھ پر پڑی تبسم فرمایا اور فرمایا وعلیک السلام یا حسن! تو دوستوں کی خوشبو تحفہ کے طور پر لایا، اس کے بعد بہت روئے اور فرمایا خوش حال رہ، میں خواب تو کیا بیان کرتا بلکہ شرماتا تھا اس لئے کہ حضرت والا قدس سرہ خواب میں میرے شریک تھے۔

ولادت شریف کا حال

ہمارے حضرت والا رضی اللہ عنہ کی ولادت جمعرات کے دن ۵۱۲ھ ۱۵ رجب المرجب کو قریۂ حسن میں ہوئی جو ام عبیدہ کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے، المسترشد باللہ العباسی کا زمانہ تھا، ولادت شریف سے پہلے اکثر عرفاء واصلین اور مقبولان بارگاہ رب العالمین نے انوار مبارک کے ظاہر ہونے کی خوشخبری دی، ولادت کے وقت حضرت والا کو دیکھا گیا کہ آپ کے لب مبارک جنبش میں تھے اور ایک قسم کی آواز حروف کی صورت میں محسوس ہوتی تھی، جب حضرت والا کے حال کی خبر حضرت باز الاشہب شیخ منصور بطائحی رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ آئے اور حجرہ میں داخل ہوئے تو یکایک لوگوں نے سنا کہ حضرت والا

فرمارہے ہیں 'سبحان من صورکم فاحسن صورکم' (پاک ہے وہ ذات جس نے تم کو بنایا اور تمہاری صورتوں کو اچھا کر دیا)

اس واقعہ کی تفصیل شیخ ابوعمر عزالدین احمد فاروقی نے 'ارشاد المسلمین' میں اچھی طرح بیان کی ہے اور یہ بھی 'ارشاد المسلمین' میں ہے کہ ثقہ لوگوں نے مختلف لوگوں سے بیان کیا ہے کہ سلطان العارفین ماہ رمضان میں ہر روز دودھ پینے سے رک جاتے تھے، افطار کے وقت دودھ پیتے تھے، جب عمر شریف نے ساتویں سال میں قدم رکھا تو حضرت والا کے والد شریف سید سلطان علی رضی اللہ عنہ نے بغداد میں وفات پائی، حضرت والا کو آپ کے ماموں حضرت شیخ منصور بطائحی رضی اللہ عنہ یتیمی کے زمانہ میں تمام دوسرے مشاغل کے ہوتے ہوئے اپنے مکان پر لے گئے اور آپ کو تربیت دینا شروع کی، حضرت سلطان العارفین رضی اللہ عنہ نے سات سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا، جب سات سال سے آگے بڑھے تو حضرت شیخ منصورؒ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق (جو خواب کے عالم میں پیش آیا تھا) حضرت والا السید احمد رفاعی کو امام علام شیخ علی ابوالفضائل واسطیؒ کی خدمت میں لے گئے۔

حضرت شیخ منصور بطائحیؒ کا خواب

'تریاق المحبین' میں ہے کہ نہایت صحیح طریقے سے تواتر کے ساتھ ثابت

ہوا ہے کہ حضرت سید احمد رفاعی کی ولادت سے چالیس روز پہلے شیخ منصورؒ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے منصور! خوشخبری ہو کہ حق تعالیٰ تیری بہن کو چالیس روز کے بعد ایک فرزند عطا کرے گا اس کا نام ''احمد'' ہوگا اور میں جس طرح رئیس الانبیاء ہوں خدا تعالیٰ اس کو رئیس الاولیاء کرے گا، جس وقت وہ فرزند درجۂ رشد یعنی حد بلوغ پر پہنچ جائے تو تو اس کو علی قاری واسطی کے سپرد کر دینا وہ اس کی تربیت کریں گے، وہ خدا کے نزدیک عزیز ہیں اس سے غافل مت رہنا، شیخ منصور نے عرض کیا'' **الامر امرکم یارسول اللّٰہ علیک الصلوۃ والسلام**'' حکم آپ کا حکم ہے یارسول اللہ۔

غرض ہمارے حضرت والا کو شیخ علی ابوالفضائل واسطیؒ نے تربیت دی یہاں تک کہ ظاہری و باطنی علوم کو شیخ احمد رفاعیؒ کی خدمت میں درجۂ کمال تک پہنچایا اور خرقۂ خلافت پہنایا، حضرت والا اپنے شیخ کے زمانہ میں سجادۂ ارشاد پر متمکن ہوئے، شیخ علی واسطی اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ حضرت والا سے کمالات حاصل کریں، 'ارشاد المسلمین' میں ہے کہ حضرت والا نے شیخ علی واسطی کی تربیت سے علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل کی، 'کتاب التنبیہ' (جو فقہ شافعی میں امام ابو اسحٰق شیرازی کی تصنیفات سے ہے) آپ کو حفظ یاد تھی، علوم باطنی میں بھی شیخ علی واسطی سے کمال حاصل کیا، باوجود اس

کے کہ اپنے ماموں شیخ منصور کے درس میں حاضر ہوتے تھے شیخ ابوبکر واسطیؒ کے حلقۂ درس میں بھی آمدورفت رکھتے تھے، یہاں تک کہ بیس سال کی عمر میں فضل الٰہی سے کمالات ظاہری و باطنی حاصل کر لئے، اور ان تینوں مشائخ نے علوم ظاہر و باطن کی اشاعت کے لئے حضرت والا کو اجازت دی، چونکہ حضرت والا کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت و آثار پر عمل کرنے کی پوری توجہ تھی اسلئے حق تعالیٰ نے آپ پر حقائق و معارف لدنیہ کا اس درجہ فیضان کیا کہ آپ اپنے مشائخ کے مرجع بن گئے، اور آپ کے مشائخ آپ سے ادب کے ساتھ پیش آتے تھے، شیخ علی واسطیؒ نے آپ کو ابوالعلمین سے ملقب فرمایا اس لئے کہ ارشادات غیبیہ سے آپ پر روشن ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ آپ کو علوم ظاہر و باطن میں امام وقت کرے گا، جب اٹھائیس سال کی عمر ہوئی تو شیخ منصور رحمہ اللہ نے رباط (خانقاہ) اور شیوخ کی مشیخت آپ کے سپرد کی اور اسی سال حضرت شیخ منصور رحمہ اللہ راہیٔ عالم بقا ہوئے، حضرت شیخ منصورؒ ہمارے حضرت والا سے فرماتے تھے کہ ام عبیدہ میں ہمارے والد بزرگوار شیخ یحییٰ بخاری کے رواق میں اقامت اختیار کریں، غرض حضرت والا السید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے مسند ارشاد کو سنبھالا ۵۴۰ھ میں جو لوگ خلوت میں چلہ کش تھے، جنھوں نے اس وقت ہمارے حضرت والا کے پاس خطوط بھیجے تھے وہ شمار میں سات لاکھ سے زیادہ تھے، غرض لاکھوں آدمی آپ کی بیعت کے فیض سے

فیضیاب ہوکر خدا کی خوشنودی حاصل کر کے درجوں پر پہنچے، ہمارے حضرت والا کی درگاہ میں خلق خدا کا کثرت سے متوجہ ہونا دیکھ کر عراق کے مشائخ کو حسد ہونے لگا یہاں تک کہ بعض مشائخ نے حسد کی وجہ سے ہمارے سلطان العارفین سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی برائی شروع کی اور خلیفہ المقتفی لامر اللہ کے پاس شکایت پہنچائی کہ سید احمد رفاعی عورتوں اور مردوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں، خلیفۂ وقت نے اپنے حاجب خاص کو حقیقت حال معلوم کرنے کی غرض سے ام عبیدہ کی طرف روانہ کیا جس وقت حاجب حجرہ شریف میں داخل ہوا اس وقت حضرت والا ذکر میں مشغول تھے اور آپ پر ایسی حالت طاری تھی جس کو دیکھ کر حاجب حضرت والا کا بے انتہاء عقیدت مند ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ جب ایسی مقدس ہستیاں سنت رسول کی پیروی نہ کریں گی تو دوسرا کون کرے گا، پس مجلس ذکر کے بعد نہایت ادب واحترام اور عجز وانکساری کے ساتھ حضرت والا حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہوا اور زانوئے مبارک کو بوسہ دیا، حاجب کی دائیں آنکھ بالکل اندھی تھی حضرت والا نے دست مبارک اس کی اندھی آنکھ پر پھرایا، حق تعالیٰ نے اس آنکھ کو روشن کر دیا پہلے سے زیادہ بہتر حالت ہو گئی، حاجب یہ حال دیکھ کر بے خود ہو گیا اور اجازت طلب کر کے بغداد واپس ہوا اور صورت حال خلیفہ کے روبرو بیان کی آنکھ کا واقعہ شاہد عادل موجود تھا، خلیفہ صورت واقعہ

سن کر رو دیا اور ایک معذرت نامہ حضرت سلطان العارفین کی بارگاہ میں بھیجا، حضرت والا نے خلیفۂ وقت کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

ایک جوان کا واقعہ

'ام البراہین' میں لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین محمد بن عثمان کہتے ہیں کہ میں شیخ کبیر سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک دن صحرا میں جا رہا تھا کہ اچانک ایک شیر کو دیکھا کہ ایک جوان کو پھاڑ رہا تھا اور اس کا شانہ اس کے بدن سے جدا کر کے چبا رہا تھا، حضرت شیخ کبیر سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے شیر کو ڈانٹا اور فرمایا کیا میں تم کو منع نہیں کیے ہوں کہ وہ لوگ جو ادھر سے گذریں ان کو ضرر نہ پہنچائیں، شیر حضرت والا کے پاس آیا اور سلام کے بعد بزبان فصیح گویا ہوا **یاسید السادات ویاصاحب الجود والکرامۃ** آج سات دن ہو گئے ہیں کہ کچھ نہیں کھایا ہے میں نے اور اپنے بچہ کو بھی گم کیے ہوں، تلاش میں ہوں لیکن ابھی تک نہیں ملا ہے اور یہ جوان میری قسمت کا رزق تھا جو حق تعالیٰ نے میرے لئے بھیجا ہے اس جوان کی ماں اس پر غصہ تھی کیا آپ چاہتے ہیں کہ مجھ کو میری قسمت کے رزق سے محروم کریں؟ میرا کام خدا کے سپرد ہے اور خدا کے بعد آپ کے سپرد، حضرت والا نے شیر کی گفتگو سن کر توجہ نہیں فرمائی بلکہ اس طرح اس پر غیض وغضب کی نظر ڈالی کہ شیر فوراً ہلاک

ہو گیا، حضرت شیخ نے جوان کے شانہ کو اس کی جگہ پر رکھا اور بسم اللہ کہہ کر اپنا دست مبارک اس پر پھیرا جس سے جوان کا ہاتھ اصلی حالت پر آ گیا بلکہ اگلی حالت سے بہتر ہو گیا اور جوان بحکم خدا اٹھ کھڑا ہوا، حضرت والا نے اس جوان سے اس کا نام دریافت کیا، جوان نے کہا کہ میرا نام داؤد ابن ابراہیم ہے حضرت والا نے فرمایا داؤد شیر کی پوست کو اس کے بدن سے علیحدہ کر، جوان شیر کی پوست اس کے بدن سے علیحدہ کر کے ماں کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماں کو تمام واقعہ کی حقیقت سے آگاہ کیا اور توبہ کی کہ آئندہ کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس سے ماں کی ناراضگی حاصل ہو، اس پوست کو اپنے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا، لوگ جوق در جوق آ کر پوست کو دیکھ کر خدا کی قدرت کا مشاہدہ کرتے تھے اور وہ جوان حضرت شیخ قدس سرہ کی برکت سے اولیاء اللہ سے ہو گیا۔

مشائخ وقت کے بیعت ہونے کا واقعہ

سید صادق المقال شیخ حسن نقیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک جماعت کے ساتھ جو صاحب کرامت و اسرار تھی، شیخ کبیر قدس سرہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں اس وقت کے بڑے بڑے شیوخ جیسے شیخ بقا بن بطو، شیخ حماد الدباس، شیخ ابو سعید الخزاز، علی المخزومی اور شیخ احمد، تاج

العارفین ابوالوفاء اور شیخ عبدالرزاق واسطی اور شیخ منصور بن الحسینی الواسطی، شیخ عقیل منجی، شیخ حیات بن قیس الحرانی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت شیخ احمد الازرق اور شیخ محمد بن عبدو اور شیخ عدی بن مسافر شامی اور دوسرے اولیاء کرام بلاد نبط میں نہر فرات کے کنارے بیٹھے تھے اور تصوف اور علم لدنی کے حقائق کے متعلق گفتگو ہورہی تھی اور تمام حاضرین پر ایک کیفیت چھائی ہوئی تھی کہ اچانک ایسی حالت میں ایک شخص نے کھڑے ہوکر شیخ کبیر اور دوسرے مشائخ کو خطاب کر کے کہا، ہم میں سے ہر ایک کے دل میں گذر رہا ہے کہ میں وقت کا شیخ الشیوخ اور سلطان العارفین ہوں مگر بغیر دلیل کے یہ خیال دل میں جمتا نہیں ہے، تمام لوگ سر جھکا کر خاموش ہو گئے، اور کسی نے اس کا جواب نہیں دیا، جب اس شخص نے دو تین مرتبہ یہی الفاظ کہے تو حضرت شیخ کبیر سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے سر اٹھایا اور اس شخص سے کہا کہ اگر میرے دل میں گذرتا ہو کہ میں خدا کی مخلوق میں کسی کا شیخ ہوں تو میرا حشر فرعون و ہامان کے ساتھ ہو، میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خواستگار ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھ کو مومنین میں سے ایک مومن کے مانند بنادے، مگر اے سادات! اس نہر کے اس کنارہ پر نظر ڈالو! دیکھو! کیا ہے؟ سب لوگوں نے نظر ڈالی اور کہا ایک بڑا درخت ہے، شیخ نے فرمایا اے سردارو! جس کو شیوخ کی مشیخت کا دعویٰ ہو اس کو چاہیے کہ اس درخت کو اُس کنارے

سے اس کنارے پر طلب کرے اسکے بعد ہم سب اس سے بیعت کرلیں گے اور اس کی خدمت کی رعایت اور عزت کریں گے، اس کے بعد ہر ایک بزرگ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر درخت پر توجہ ڈالی اور اس کو طلب کیا مگر درخت اپنی جگہ سے نہ ہلا، یہاں تک کہ تاج العارفین ابوالوفاء کی نوبت پہنچی، آپ کی توجہ سے بھی درخت جگہ سے نہ ہٹا، لیکن اس میں اس قدر جنبش پیدا ہوگئی کہ معلوم ہوتا تھا ٹوٹ کر گر جائے گا، آخر قطب السادات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی باری آ پہنچی آپ کی توجہ سے درخت جنبش میں آیا اور اپنی جگہ سے چل کر نہر کے کنارے آ کر ٹھہر گیا اس کے بعد تمام مشائخ نے حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ اب آپ کی باری ہے، آپ نے جواب دیا ناچیز کیا ہے کہ اس کی باری آئے؟ تمام بزرگوں نے حضرت احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کو عزت الٰہی کی قسم دے کر کہا ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی ہمارے مانند درخت کو طلب کریں، آپ نے فرمایا اے سردارو! تم نے عزت الٰہی کی قسم دی ہے اب اس کی مخالفت نہیں کرسکتا، پس آپ کھڑے ہوئے اور درخت کو مخاطب کر کے کہا اے خدا کی مخلوق! میں تجھ کو عزت الٰہی کی قسم دیتا ہوں کہ میری دعوت کو قبول کر اور تابعدار ہو کر اقرار کرتا ہوا اس بات کا جس کا الہام تجھ پر حق تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے میری طرف آ، درخت اسی وقت زمین اور پانی کو چیرتا ہوا آپ کے پاس آیا اور بزبان فصیح کہا "اشھد ان

لاالہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ وانك شیخ الشیوخ علی الاطلاق وشیخ اھل اللّٰہ بالوفاق" جب بزرگان مجلس نے آپ سے اس کرامت کا مشاہدہ کیا تو سب کے سب کھڑے ہو گئے اور برہنہ سر ہو کر حضرت شیخ سے بیعت کی۔

'ارشاد المسلمین' میں ہے کہ عارف باللہ شیخ محمد بن عبد بصری نے فرمایا کہ ایسے زمانے میں جس میں سید احمد رفاعی موجود ہیں دوسرے کسی سے میری التجا نہیں، حق تبارک وتعالیٰ حضرت والا کو اپنے مریدوں اور ماننے والوں کو شرمندہ نہیں کرے گا۔

ولی کبیر شیخ عثمان سالم آبادی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں سید احمد ظاہر ہو گئے ہیں، دوسرے صالحین کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اللہ کے حکم سے قیامت تک غیبی دولت آپ کے لئے اور آپ کی آل اولاد کے لئے رہے گی۔

پیشین گوئی

تاج العارفین ابوالوفاء محمد الحسینی ایک دن ام عبیدہ کی طرف گذرے اور وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے اور لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے فرمانے لگے کہ عنقریب اس مبارک قریہ میں ایسی ذات بابرکات کا ظہور ہوگا جو اپنے دوستوں میں مکرم ہوگا اور خدا تعالیٰ کے نزدیک صاحب رتبہ ہوگا، لوگ اس کی طرف جوق در

جوق متوجہ ہوں گے اور بڑے بڑے لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے خم ہوں گی اور روئے زمین کا ہر صاحب سجادہ اس کے سامنے تواضع سے پیش آئے گا اور اس کے ارشاد کا داغ پشت پدر میں یعنی پیدائش سے پہلے لوگوں کی پیشانی پر لگا ہوگا، تاج العارفین نے جب یہ کلمات فرمائے تو ایک شخص نے عرض کیا سیدی وہ ذات کس کی ہوگی؟ اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا وہ رفاعی ہیں اور ان کا نام احمد ہوگا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہوں گے، دنیا میں آئیں گے اور بزرگی کے مقام پر فائز ہوں گے اور تو ان کو دیکھے گا اور ان کے اصحاب سے ہوگا، جب تو ان کے حضور میں پہنچے تو میرا سلام کہنا اور ان سے میرے لئے دعا طلب کرنا، ابھی وہ آدمی بقید حیات ہی تھا کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ عالم وجود میں تشریف لائے اور درجۂ ارشاد پر پہنچے اور لوگوں نے آپ کے احکام کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں، وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تاج العارفین کا سلام پہنچایا اور آپ کے خاص اصحاب سے اس کا شمار ہوا۔

ولی صفی شیخ علی ہیتمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن شیخ کبیر شیخ منصور بطائحی کی مجلس میں حاضر ہوا اور ہمارے درمیان سلب احوال کے متعلق گفتگو ہونے لگی اور آپ کے بھانجے سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ جن کی بیس سال سے کم عمر تھی گوشۂ مجلس میں بیٹھے تھے، گفتگو سلب احوال کے

بارے میں طویل ہوگئی، ہر ایک آدمی اپنی استعداد علمی کے موافق گفتگو کر رہا تھا شیخ منصور رضی اللہ عنہ نے حضرت سید احمد کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے عزیز! تم بھی کچھ کہو، پس سید احمد رفاعی نے فرمایا کہ صوفیوں میں ایک کیفیت ہوتی ہے جو کسی سبب سے سلب ہو جاتی ہے اور سلب کا فعل فعال متصرف سے ظاہر ہوتا ہے، اس کے بعد سالب جس کے ہاتھ سے وہ کیفیت سلب کرائی گئی ہے ڈرتا ہے اور مسلوب بھی خوف زدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے امر ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ سالب اپنے ہاتھ سے وقوع سلب کی وجہ سے خائف ہوتا ہے، پس ایسی حالت میں سالب کو اگر مرتبۂ عرفان حاصل ہے تو اس کو چاہئے خوف کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا رہے، اور مسلوب اگر محروم ہے تو وہ بھی امید کی وجہ سے اٹھے بیٹھے یعنی سالب اور مسلوب دونوں مضطرب رہیں، سالب کا اضطراب خوف کی وجہ سے ہو اور مسلوب کا اضطراب امید کی وجہ سے، سالب کا خوف اس کے لئے امن ہے اور مسلوب کا اضطراب ایک عنایت ہے اسکے حق میں، اور سب میں اللہ سبحانہ تعالیٰ شانہ کا فعل اور اس کی قدرت وقوت موجود ہے، اس تقریر کے سننے کے بعد شیخ منصور رضی اللہ عنہ رو دئے اور اہل مجلس پر ایک عجیب کیفیت ظاہر ہوئی، شیخ علی ہیثمی فرماتے ہیں کہ میں نے اس تقریر سے سمجھ لیا کہ ایسی تقریر صادر نہیں ہوتی ہے مگر صاحب ولایت سے جو اللہ کی جانب سے عنایت خاص کے ساتھ مدد پایا ہوا ہو، اور حق تعالیٰ ایسے

صاحب ولایت کو صغر سنی ہی میں مشائخ کبار پر مقدم کر دیتا ہے، غرض اسی طریقہ سے سلطان العارفین حضرت سید سلطان کبیر رفاعی آثار و سنن نبویہ علے صاحبہا الصلوۃ والسلام کی پیروی کے ساتھ سنت نبویہ کی حمایت کرتے ہوئے اور بدعت کو مٹاتے ہوئے خلق اللہ کے رہنما بن کر رشد و ہدایت کے سجادہ پر متمکن ہوئے۔

عزم حرمین

۵۵۵ھ میں حضرت سلطان العارفین ایک روز اولیاء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ (جو آپ کی زیارت اور ملاقات کے لئے آپ کے پاس آئی تھی) نہر دجلہ کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے اور اخوان طریقت اسرار الٰہیہ کے ذکر میں مشغول تھے کہ یکا یک آپ نے بلند آواز کے ساتھ اسم جلالہ کہا اور کھڑے ہو گئے اور پھر بیٹھ گئے، اور چہرۂ مبارک کا رنگ زرد پڑ گیا، اور ایک کیفیت آپ پر طاری ہو گئی جب اس حالت سے اپنی اصلی حالت پر آئے تو مزاج داں لوگوں نے اس وارد سماوی کی حقیقت کو دریافت کیا فرمایا کہ آسمان سے مجھے ندا دی گئی ہے کہ اے احمد! اٹھ اپنے جد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جا، اس جگہ تیرے لئے ایک امانت رکھی ہے جو تجھے دی جائے گی اور تو جس کو چاہے اپنے ہمراہ لے، اس کے بعد آپ اٹھے اور اہل

طریقت کی ایک جماعت بھی آپ کے ہمراہ ہوئی، خانقاہ میں پہنچے اور سفر حجاز کی تیاری شروع کر دی بہت سے لوگوں نے اس سفر میں آپ کی ہمراہی کا ارادہ کیا اور اس قدر جمع ہوئے کہ صحرائے واسط تنگ ہو گیا تھا اور اس میں جگہ نہیں رہی تھی۔

دورانِ سفر آپ کا حال

ارشاد المسلمین میں شیخ ماہان ابوالفتح عبادانی سے مروی ہے جو آنحضرت والا کے خادم خاص تھے اس دن سے کہ ہم ام عبیدہ سے روانہ ہوئے آخر حج تک اور آخر زیارت روضۂ منورۂ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام تک حضرت سلطان العارفین نے نہ غذا کھائی نہ قضائے حاجت کے لئے گئے، ماہان کہتے ہیں میں نے اس معاملہ میں حضرت والا سے عرض کیا فرمانے لگے میرے فرزند ماہان! جو کچھ تو نے دیکھا ہے اس کو پوشیدہ رکھ، میں اگر غذا کھاؤں گا تو سستی مزاج پر غالب ہوگی اور حضرت حق تعالیٰ کے لئے بے شمار فضل ہے، اس کے بعد اس آیت شریفہ کو پڑھا ﴿هُوَ الَّذِي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ﴾ اور اس حالت کے باوجود چہرۂ مبارک سے نور چمکتا تھا ترک غذا سے کوئی تغیر حال شریف میں ظاہر نہ ہوا، میں اپنے دل میں اس حال کو دیکھ کر تعجب کر رہا تھا، آپ نے میرے تعجب کا حال معلوم کر لیا اور فرمایا اے ماہان! تعجب مت کر،

میں ایک ضعیف بشر ہوں اور خدا تعالیٰ ضعیفوں کا دستگیر ہوتا ہے اور ضعیفوں کو خدا تعالیٰ صبر عطا کرتا ہے اور ان کے کاموں کا محافظ اور نگراں رہتا ہے۔

دست بوسی

'ارشاد المسلمین' کے مؤلف کہتے ہیں (میرے دادا امام ابوالفرج عمر اس سال اس حج میں حضرت والا کے ساتھ تھے) میں نے اپنے والد بزرگوار سے سنا ہے جو میرے دادا سے روایت کرتے ہیں کے میں اس حج میں حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر تھا، جس دن ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے ہیں اسی دن شام، عراق، یمن، مغرب، حجاز اور عجم کے حاجیوں کے قافلے بھی مدینہ منورہ پہنچے، شمار میں نوے ہزار آدمی سے زیادہ تھے، حضرت سلطان العارفین السید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ جب حرم کے قریب پہونچے تو شہر کے باہر سے پیادہ اور برہنہ پا روانا ہوکر مسجد شریف میں حاضر ہوئے اور حجرۂ مقدسہ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقابل کھڑے ہو گئے اور عرض کیا "السلام علیك یا جدّی" حجرۂ مقدسہ کے اندر سے آواز آئی، "و علیك السلام یا ولدی" مسجد شریف کے تمام لوگوں نے سلام کے جواب کی آواز سنی، حضرت سلطان العارفین پر اس نعمت عظمیٰ کے حصول سے ایک کیفیت طاری ہوئی اور وجد آ گیا اور بے اختیار رو پڑے اور ہراساں ولرزاں زمین پر

گرے اور حالت بےخودی میں یہ دو شعر پڑھے ؎

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ

دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا — وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَامْدُدْ یَمِیْنَكَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

لیکن اب جب کہ میں خود حاضر خدمت ہو گیا ہوں — تو آپ دست مبارک بڑھائیں تا کہ میرے لب اس کو چومیں

حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے دست مبارک کو قبر شریف سے باہر نکالا اور سلطان العارفین نے نبی ﷺ کی دست بوسی سے فیض وشرف حاصل کیا، سلطان العارفین کی اس دست بوسی کی برکت سے اس وقت ان تمام لوگوں نے جو مسجد شریف میں تھے دست مقدس کے دیدار کی سعادت حاصل کی، اس وقت مسجد نبوی میں ہزار ہا زائرین موجود تھے اور دنیا کے بڑے بڑے مشائخ اور عظیم المرتبت مردانِ خدا بھی زیارت کے لئے حاضر تھے۔

اس واقعہ کی تفصیل کو ائمۂ کبار نے بھی اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے، بعض بزرگوں نے مستقل طور سے اس کرامت کے ثبوت میں رسالے تصنیف کئے ہیں، امام جلال الدین سیوطیؒ کے علاوہ امام احمد وتریؒ نے 'روضۃ الناظرین' میں اور حافظ تقی الدین واسطیؒ نے 'ترياق المحبین' میں اور مولانا و

مرشدنا السید محمد ابوالھدی نے 'قلادۃ الجواہر' میں اور شیخ عارف السید محمد العبد البحرینی الرفاعی نے 'لباب المعانی' میں اور عارف کامل شیخ صفی الدین المظفر نے اپنے 'قصیدہ نونیہ' میں اور امام فاروقی عزالدین ابوالعباس احمد نے 'ارشاد المسلمین' میں اس کرامت کو اور مشائخ وقت کی بیعت کو (جو اس وقت مسجد نبوی میں زیارت سے مشرف ہوئے تھے) اور نہر دجلہ پر سلطان العارفین کے عزم حرمین کی کیفیت کو نہایت تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، ہم اس واقعہ کے مشتاق لوگوں کی خاطر 'ارشاد المسلمین' کے ترجمہ پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اکابر وقت کا آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا

'ارشاد المسلمین' میں لکھا ہے کہ اس کرامت کے ظاہر ہونے کے وقت حرم مقدس نبوی علیٰ ساکنہ الف الف صلوۃ وسلام میں اکابر وقت میں سے شیخ حیات بن قیس الحرانی اور شیخ عدی بن مسافر اور شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہم حاضر تھے، ان تینوں مشائخ نے سلطان العارفین کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کا خرقہ پہن کر آپ کے حلقۂ اصحاب و مریدین میں داخل ہوئے، ان تینوں مشائخ کے علاوہ اس روز مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حضرت شیخ احمد زعفرانی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت شیخ احمد زاہد انصاری اور حضرت شیخ شرف الدین ابوطالب بن عبدالسمیع ہاشمی عباسی رضی اللہ عنہم بھی

حاضر تھے، یہ حضرات بھی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس آثارِ دست مبارک کے دیدار سے مشرف ہوئے، اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے بعد (جس سے اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت سلطان العارفین کے بلند مراتب کو بلند تر فرمایا) مذکورہ بزرگوں نے سلطان العارفین سے بیعت کی اور خود بھی سلطان العارفین کی مشیخت کا اقرار کیا بلکہ اپنے متبعین کے لئے بھی اقرار کیا (انتہی مافی ارشاد المسلمین)۔

آپ کے بلند مرتبہ کی اور ایک دلیل

اب ہم حق پرست اور حق بین اصحاب کی مزید بصارت کے لئے کتاب وظائف احمدیہ سے ایک بیان اور لکھ دیتے ہیں تاکہ کسی قسم کی گنجلک باقی نہ رہ جائے، 'وظائف احمدیہ' میں لکھا ہے اور درجۂ صحت پر سنے ہوئے ہیں کہ بعض خاص اہل اللہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ''سید احمد رفاعی اپنے حال سے مریدوں کی تربیت کرتے ہیں'' اور بزرگان قوم مقر ہیں کہ اگر کوئی کسی دوسرے طریقہ میں بیعت کئے ہوئے ہو تب بھی اس کو چاہیئے کہ طریقہ عَلِیّہ رفاعیہ سے نسبت پیدا کرے اس لئے کہ طریقہ رفاعیہ مشارب اور طرق فنا فی اللہ کا جامع ہے اور عبودیت کو مستحکم کرنے والا ہے اور ظاہر شریعت اور سنت نبویہ کی پیروی کا مؤکد ہے اس کے

باوجود مدارج حقیقت پر پہنچنے کا واسطہ بھی ہے اگر کوئی شخص طریقہ علیہ رفاعیہ سے منسوب ہو تو اس کے لئے درست نہیں کہ دوسرے طریقہ کی طرف مائل ہو اس لئے کہ طریقہ رفاعیہ محمدی قدم، محمدی حال کا جامع ہے اس سے جدا ہونا اچھا نہیں ہے، حضرت سلطان العارفین محمدی قدم، محمدی مشرب ہیں اور پوری طور سے اس طریقے پر راسخ ہیں، ہر ولی کے لئے ایک الگ طریقہ، حال، مشرب اور قدم ہے، روز ازل سے ہر ولی کو انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم میں سے ایک نبی کے قدم کے ساتھ متعلق کر دیا ہے، شیخ منصور رضی اللہ عنہ 'ابراہیمی قدم' محمدی مشرب ہیں، شیخ حماد رضی اللہ عنہ 'داؤدی قدم' محمدی حال ہیں، شیخ تاج العارفین ابوالوفاء رضی اللہ عنہ 'موسوی قدم' محمدی طور ہیں، شیخ محمد بن عبد البصری رضی اللہ عنہ 'عیسوی قدم' محمدی مشرب، شیخ ابوالنجیب سہروردی رضی اللہ عنہ 'یوسفی قدم' محمدی حال، شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ 'سلیمانی قدم' محمدی طور ہیں، شیخ ابوالبدر عاقولی 'یونسی قدم' محمدی حال ہیں، لیکن حضرت سلطان العارفین 'محمدی قدم' 'محمدی حال' 'محمدی طور' 'ابراہیمی مشرب' 'محمدی منہاج فی المشرب الابراہیمی' ہیں اور اسی لئے عارف باللہ شیخ اصہب دمشقی رضی اللہ عنہ نے سلطان العارفین کو خاتم کہا ہے، اس لئے کہ حضرت سلطان العارفین مقام جامع محمدی کے خاتم ہیں، اولیاء اللہ سے ایک بھی 'محمدی مشرب' 'محمدی حال' 'محمدی قدم' کا جامع حضرت والا کی طرح نہیں ہے اور نہ ہوگا،

سلطان العارفین کا حال ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ہے، اگر کوئی اس دعویٰ کو قبول نہ کرے تو اس سے کہہ دینا چاہئے ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ یعنی اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو، ہم نے یہ حقیقت اس لئے پیش کی تاکہ طریقہ علیّہ رفاعیہ کے متبعین اور مریدین اپنے شیخ طریقت اور مرشد سلوک کی قدر ومنزلت کے شناسا ہو جائیں۔

آپ کا رتبہ اور آپ کے اوصاف

عرفاء واصلین حضرت سلطان العارفین کا درجہ قطبیت اور غوثیت کے درجہ سے اعلیٰ اور برتر سمجھے ہوئے ہیں اس لئے کہ سلطان العارفین نیابت محمدی کا جامع رتبہ رکھتے ہیں، قطبیت اور غوثیت تصرف، اخذ، عطا، وصل، فصل اور امر وعون کا درجہ ہے نہ قدرت اور فعل کا، محمدی قدم، محمدی حال، محمدی خلق کا رتبہ قطبیت اور غوثیت سے زیادہ شریف، زیادہ اہم اور زیادہ صاحب عظمت ہے، بندہ جس وقت محمدیت کاملہ کے ساتھ متمحض یعنی متصف ہو تو سرّ محمدی بن جاتا ہے اور اوصاف نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام اس کے شامل ہو جاتے ہیں اور زمین پر خلافت الٰہی، خلافت رسول، خلافت کتاب اللہ کا مرتبہ پالیتا ہے، جس طرح حدیث شریف میں ہے "ومن انتھر صاحب بدعة ملأ اللّٰه قلبه امناً وايماناً ومن اهان صاحب بدعة

امنهُ اللّٰہُ یوم الفزع الاکبر ومن امر بالمعروف ونھی عن المنکر فھو خلیفۃ اللّٰہ وخلیفۃ کتابہ وخلیفۃ رسولہ" (ﷺ)۔

ترجمہ: جس نے صاحب بدعت کو جھڑکا اللہ اس کے قلب کو ایمان اور امن سے بھر دیتا ہے اور جس نے صاحب بدعت کی تذلیل کی اللہ اس کو امن میں رکھتا ہے قیامت کی ہولناکیوں سے، اور جس نے نیک باتوں کا حکم کیا اور مذموم باتوں سے روکا وہ اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کا خلیفہ ہے، حضرت سلطان العارفین میں بوجہ اتم اس حدیث کی حقیقت پائی جاتی تھی، اور آپ مکمل طریقہ سے اس حدیث نبوی کا مظہر تھے حق تعالیٰ نے آپ کے وجود سے بدعتوں کو فنا کیا اور نور سنت نبوی کو چمکایا، حضرت سلطان العارفین اپنے قول وفعل سے خدا اور اس کے رسول کے ناصر و مددگار تھے، اوصاف نبویہ کا کمال مطلقاً دوسرے لوگوں میں اس مرتبہ پر نہیں پایا گیا جو آپ میں تھا، بعض اقطاب زمانہ محمدی المشرب ہیں لیکن 'نوحی قدم' نے ان کو 'نوحی مقام' پر پہنچایا غضبناک ہوئے اور برباد کیا، حضرت سلطان العارفین کو 'قدم محمدی' نے حالت غضب میں بھی 'خُلُق محمدی' پر رکھا، اصلاح، فلاح اور فوز کے سوا دوسری کوئی چیز آپ سے سرزد نہیں ہوئی، جس طرح کہ اہل علم پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔

عارف باللہ شیخ علی واسطی خلاصۃ الاکسیر میں فرماتے ہیں عارفین کی وہ

بڑی جماعت جو لوگوں کی شان اور مرتبہ کو اپنے درجۂ حقیقت سے کم نہیں دیکھتے ہیں اور رشک اور حسد سے مغلوب ہو کر حق کی راہ سے روگردانی نہیں کرتے ہیں ان کا فرمانا ہے جو مرید جس طریقہ سے بھی نسبت رکھتا ہو اس کو چاہئے اس نسبت کے بعد بھی اپنے آپ کو طریقہ عَلِیَّہ رفاعیہ سے منسوب کرے اور دوسرے طریقہ میں داخل ہونے کے بعد بھی طریقہ عَلِیَّہ رفاعیہ میں داخل ہو، لیکن طریقہ عَلِیَّہ رفاعیہ میں منسوب ہو جانے کے بعد دوسرے طریقہ میں داخل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ طریقہ رفاعیہ تمام احکام عبودیت اور تمام آداب اور طرق کا جامع ہے اور چونکہ طریقۂ رفاعیہ حقیقت شرعیہ کا کفیل ہے اور اخلاق محمدی کا محافظ ہے، پس اس طریقے سے نسبت حاصل کرنے کے بعد دوسرے طریقے کی طرف منسوب ہونا لائق نہیں ہے، ان تمام وجوہ کے علاوہ زیادہ پختہ اور عمدہ وجہ یہ ہے کہ طریقہ عَلِیَّہ رفاعیہ کے امام حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسروں کی نسبت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریبی بیعت حاصل ہوئی ہے اور دوسروں کے مقابلہ میں سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ بالذات بغیر واسطہ کے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے لمس کی شرافت سے مشرف اور سرفراز ہوا ہے جس طرح کہ یہ قصہ حد شہرت اور حد تواتر پر پہنچ چکا ہے، اور اسی سبب سے دیکھا جاتا ہے کہ طریقہ عَلِیَّہ رفاعیہ کے ائمہ کرام دوسرے اصحاب طریقت

کی بہ نسبت بہت صاحب فتوح اور مشرف بہ فیض ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)
اور بالکل اسی قول کی طرح شیخ ابوالحسن حریونی نے اور فقیہ کبیر ابومحمد بن ابی بکر
اور فقیہ جلیل صوفی نبیل ابوالفرج الیرقانی نے اور امام عزالدین احمد فاروقی نے
ارشاد المسلمین میں اور حافظ تقی الدین واسطی نے 'تریاق المحبین' میں اور امام
احمد وتری نے روضۃ الناظرین میں اور مولانا ومرشدنا السید ابوالھدی نے
قواعد مرعیہ اور عقد المفید اور اپنی دوسری تالیفات میں اور الامام السید محمد
العبدلی البحرینی الرفاعی ثم المصری نے 'لباب المعانی' میں ذکر کیا ہے۔

فائدہ

'وظائف احمدیہ' میں ہے کہ جمہور عارفین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ
اپنے مشائخ کی عزت وحرمت اور ان کے مراتب کا لحاظ رکھنا چاہیئے، مگر اس
طرح کہ اس میں دوسرے مشائخ کے مقامات ومدارج کی تنقیص نہ ہو اور اگر
کوئی شخص مشائخ کو ان کے مراتب سے کم سمجھے گا اور واجب تعظیم وحرمت
سے ان کو دور رکھے گا تو وہ کتاب وسنت کے مخالف ہوگا، حق تعالیٰ فرماتا ہے
﴿ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَاءَ هُمْ ﴾ یعنی ''لوگوں کو ان کے حقوق سے کم
مت دو'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''انزلوا الناس منازلھم''
یعنی (لوگوں کو ان کے مرتبے میں رکھئے) یا جس طرح کہا ہے کہ آپ کے آل

اور اصحاب اور تابعین اور صالحین کا طریقہ اسی طرح تھا اور لوگوں کی رائے اپنے مشائخ کے نسبت ائمہ مذاہب کے مقابلہ میں مقلدین کی رائے کے مانند ہے، ہر ایک کے لئے لازم ہے کہ کہے۔

مذاهب الائمة حق ومناهجهم صواب غير ان مذهبي احق و منهجي اصوب۔

نیابت کا کمال اس میں ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے نفوس اس سے مہذب ہوں، پاکیزہ اور ستھرے اخلاق امت میں پھیلیں، برے اوصاف، فاسد عقیدے، سفسا فیہ طبیعت رکھنے والے افراد امت سے خارج کئے جائیں اور وہ طریق کہ ذکر کردہ امور سے حاصل ہو وہ اللہ اور اسکے رسول سے زیادہ اقرب ہے اور اسی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ طریقہ علیہ رفاعیہ اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ بیان کیا ہے ہم نے۔

فائدہ

امام جلال الدین سیوطیؒ رسالہ 'اشرف المحتم' میں فرماتے ہیں

"حدثنا الشيخ محمد العلمي عن الشيخ ابي الوجال البونيني البعلبكي عن الشيخ عبدالله البطائحي القادري عن الشيخ علي بن ادريس اليعقوبي عن شيخه القطب الفرد الشيخ عبدالقادر

جیلی ثم البغدادی قال کنت فی محفل الکرامة التی اکرم اللّٰہ بھاالشیخ احمدالکبیر الرفاعی یتقبّل یدنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال الیعقوبی فقلت ای سیدی اما حسده علی هذه الکرامة من حضر من الرجال؟ فبکیٰ رضی اللّٰہ عنه ثم قال یا ابن ادریس علی هذا یغبطه الملأ الا علیٰ"۔

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ نے شیخ علی ابن ادریس یعقوبی سے روایت کی ہے کہ شیخ علی نے کہا حضرت شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بذات خود اس مجلس میں موجود تھا جس میں حق تعالیٰ نے شیخ احمد کبیر رفاعی کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی سے مشرف فرمایا اور سرفراز کیا، شیخ علی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا ان حضرات نے جو اس محفل میں تھے شیخ احمد کبیر سے حسد نہیں کیا؟ حضرت شیخ یہ بات سن کر رو دیے اور فرمانے لگے اے ابن ادریس! اس کرامت پر ملأ اعلیٰ کے رہنے والے شیخ احمد پر رشک کرتے تھے۔ (انتہیٰ)

آپ کی خصلتیں اور آپ کا مقام

اسی روایت کی طرح 'خلاصۃ الاکسیر' میں ہے کہ غوث رفاعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے دو خصلتیں دی گئی ہیں جو شیخ منصور کو نہیں دی گئیں ایک یہ کہ

میں معشوق ہوں شیخ منصور عاشق تھے، عاشق سختیوں میں مبتلا رہتا ہے اور معشوق بغیر سختی ورنج کے، دوسرے مجھ کو حکمت دی گئی ہے اور شیخ منصور کو اس سے کوئی حصہ نہیں دیا گیا ہے اور میں ایسے درجہ پر فائز ہوں کہ اگر اپنے دل کی نافرمانی کروں تو گویا میں خدا کی نافرمانی کروں گا اس لئے کہ میرے دل کے مطالع احکام الٰہی کے موافق ہیں، اور اس مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ﴾ کے موافق دل اس مرتبۂ عبدیت پر پہنچ جاتا ہے جو مرتبہ کہ قائم رہنے والا ہے۔

شیخ تقی واسطی رحمہ اللہ نے (جو ہمارے مشائخ سے ہیں) کتاب 'تریاق المحبین' میں فرمایا ہے کہ کتاب 'البحر المورود' کی بعض تعلیقات پر دیکھا ہے (جو ہمارے شیخ عارف باللہ شیخ محمد جمال الدین خطیب اوینہ الحدادی الشافعی قدس سرہ کے قلم سے لکھا ہوا ہے کہ خدا کے لئے حق بات کہنا حق اور ادب ہے اس عقیدہ پر کہ ہم مریں گے، خدا پر ایمان لانا ہے جو وحدہ لاشریک لہ ہے اور ہم ایمان رکھتے ہیں اس بات پر کہ آسمانی کتابوں میں افضل قرآن مجید ہے اور انبیاء اور رسولوں میں افضل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اولیاء اور مشائخ میں بہتر ہمارے شیخ سید احمد رفاعی ہیں۔

'ارشاد المسلمین' میں ہے حق جل وعلا نے اپنے فضل وکرم سے سید احمد رفاعی کے امر وشان کو اپنے ملک وملکوت میں ظاہر فرمایا ہے اور تمکین وثبات

قدم میں آپ کی حمایت اور تائید کی ہے، اور اولیاء اللہ کے دل اور زبان کو آپ کی طرف متوجہ فرمایا ہے، اور آپ کے دروازہ پر اپنے دوستوں کی ہمتوں کے قافلوں کو اتارا ہے، اور قبولیت کے جھنڈوں کو ان کے سامنے آپ کے سر پر بلند کیا ہے، اور ہر چہار طرف سے دلوں کو آپ کی محبت پر مائل کیا ہے، حقائق ومعانی کے عالم کا آپ کو تصرف کامل عطا فرمایا ہے، آپ کی عظمت مخلوق کے دل میں اچھی طرح جمادی ہے۔

آپ کے ماموں کا ایک خواب

آپ کے ماموں حضرت شیخ منصور بطائحی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے پدر بزرگوار سید ابوالحسن کے گھر پر بلندی کا جھنڈا لہرا رہا ہے اس کے اوپر کا سرا آسمان پر پہنچے ہوئے ہے اور اس کا پرچم عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور اس علم کے پارچہ پر نورانی خط میں لکھا ہوا ہے ”لا اله الا اللّٰه الملك الحق المبين محمد رسول اللّٰه الصادق الوعد الامين السيد احمد بن ابی الحسن علی الرفاعی سلطان الاولياء والعارفين من اليوم الی يوم الدين“ شیخ منصور خواب سے بیدار ہوئے تو غیرت نے آپ کو گھیر لیا اسی وقت ہاتف نے آواز دی ”تأدب یامنصور!“ اے منصور! ادب کرو، تیرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ ملک اور

ملاک خلق اور امر ہمارے لئے ہیں، سید احمد تیرا ہمشیر زادہ تیرا شیخ ہے اور ہر اس صاحب سجادہ کا شیخ ہے جو روئے زمین پر ہے، تو اگر چہ اس کا شیخ تربیت ہے لیکن وہ معنیً تیرا شیخ ہے تو تسلیم کر سلامت رہے گا۔

اس آواز کے سننے سے شیخ منصور کے بدن پر لرزہ پڑا اور عرض کیا "سلمت، سلمت" (میں نے تسلیم کیا، تسلیم کیا) اس خواب کے بعد ہمیشہ حضرت سید احمد کے ساتھ ادب سے پیش آتے تھے اور اکثر کہتے تھے میں سید احمد کا شیخ خرقہ ہوں لیکن وہ در حقیقت میرے شیخ ہیں۔

شیخ علی واسطیؒ کا قول

اور شیخ علی واسطیؒ کہتے ہیں اولیاء کی روحیں طرح طرح شہیروں کے ساتھ حضرت قدس کی درگاہ میں پرواز کرتی ہیں، مگر اس وقت سید احمد بن السید ابوالحسن علی رفاعی کی روح شہیر دراز کے ساتھ سدرۃ الوصل اور بام عزم سے قریب ہے اگر فرمان برداری کا خیال نہ ہوتا تو ان سے وہ شہیر حاصل کرتا اور شک نہیں ہے کہ میں ان کا ظاہری شیخ ہوں اور وہ میرے باطنی شیخ ہے اور یہ بھی شیخ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "انه لو جيه الو جد عند الله و رسوله صلى الله عليه وسلم" یعنی میں تو برائے نام ان کا شیخ ہوں اور وہ حکما ہمارے اور اپنے وقت کے شیخ ہیں۔

ابو محمد شر مبلی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

اور ابو محمد شر مبلیؒ کہتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! ابن الرفاعی کے حق میں کیا فرماتے ہیں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لكل امة عروس واحمد ابن الرفاعي عروس مملكتي" یعنی (ہر امت کے لئے عروس ہے اور احمد بن الرفاعی میری مملکت کے عروس ہیں)

مشائخِ امت کا اتفاق

'ارشاد المسلمین' میں ہے جو لوگ عارف اور امت کے مشائخ ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں حق کہتے ہیں اور جن کی صفت کاملہ ﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ﴾ ﴿حَسَداً مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ﴾ ہے، انکا اس پر اتفاق ہے کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ اولیاء محمد یہ از روئے مرتبت سب سے زیادہ صاحب عظمت ہیں، صحابہ اور ائمہ اہل بیت کے بعد کوئی ان کے مانند نہیں ہے، مرتبہ کی رفعت مقام کی جلالت اور کامل وقار میں اور سنت نبویہ کی پیروی کرنے میں کوئی ان پر فوقیت نہیں رکھتا ہے، اور ان کے مقابلہ میں کرامت جاریہ مستفیضہ جن کا ثبوت شرعی صحیح تواتر مرعی الشروط کے ساتھ پہنچا ہو کسی ولی سے

بیان نہیں کی گئی ہیں، اسی طرح عرفان محمدی، علم، حکمت، حسن خلق، تمکن در مقام، کشادگیٔ باطن، شہرت عامہ، تبعین کی کثرت، کلمہ، کرامات کا ہر طرف پھیلنا، کرم، حلم، تواضع، رفعت مجد، نسب واضح، لاتعداد اور بے شمار شرف اور خوبیاں جو آپ میں ہیں مشائخ امت سے کسی ایک میں نہیں سنی گئیں۔

ایامه سعد و کل شئونه　　مدد و کل صفاته آیات

ان کا زمانہ مبارک اور ان کے تمام حالات　　پر نصرت ہیں اور ان کی کل صفات حقانیت کی نشانیاں ہیں

فکانما الاشیاء تقرء مدحه　　وسجل نص بیانه الاوقات

پس گویا تمام چیزیں ان کی تعریف کرتی ہیں　　اور صفحات اوقات ان کے بیان کے تصریحات ہیں

شیخ ابو الفتوح ابن مکی عبدلانیؒ کا خواب

'ارشاد المسلمین' میں لکھا ہے شیخ ابو الفتوح ابن مکی عبدلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مدت تک حصول طریقت کے خیال میں فکرمند تھا، کبھی اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ شیخ ابو النجیب سہروردی سے طریقت حاصل کروں، کبھی سوچتا تھا کہ شیخ اعزاز یا شیخ موہوب یا شیخ زاہد یا شیخ عبد القادر جیلانی سے طریقت حاصل کروں، کبھی شیخ سوید اور شیخ احمد رفاعی کی طرف

دھیان جاتا تھا ایک زمانہ تک اسی تردد میں تھا کہ ایک رات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور ان بزرگوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے امت کے دوسرے بزرگ اور رجال وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضری کے شرف سے سرفراز تھے، میں نے سلام عرض کیا اور عرض کیا "الصلوۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ" میں چاہتا ہوں کہ ملجاء رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقہ کو حاصل کروں لیکن کبھی اس ولی اور کبھی اس ولی کا خیال کرتا ہوں اور متردد ہوں بندہ نوازی فرما کر اس کمترین امت سے ارشاد فرمائیں کہ کس ولی سے آپ کی طریقت حاصل کی جائے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کلاً وعد اللّٰہ الحسنی"" (ہر ایک سے اللہ نے احسان کا وعدہ فرمایا ہے) اس وقت سید الاولیاء میرا فرزند سید احمد ابن السید ابوالحسن علی الرفاعی ہے، میں یہ سن کر حالت سرور میں بیدار ہوا اور اسی وقت ام عبیدہ کا راستہ لیا، جس وقت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ بھی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور میرے ہاتھ کو پکڑا اور مہربانی کی اور کہا "کلاً وعد اللّٰہ الحسنی" یعنی (ہر ایک سے اللہ نے خیر کا وعدہ کیا ہے) اور میں اسی وقت ان کے حال شریف کے غلبہ سے بے ہوش ہو گیا اور حق تعالیٰ نے مجھ کو آپ کی برکت سے اپنی طرف راستہ بتایا، اور میں آپ کے متبعین اور مریدین میں داخل ہوا۔

آپ کے متعلق شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول

'ارشاد المسلمین' میں ہے کہ ہمارے شیخ امام الدین عبدالکریم رافعی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ سید احمد رضی اللہ عنہ کا ذکر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہوا تو آپ نے فرمایا کہ سید احمد حجۃ اللہ علی الاولیاء اور صاحب نعمت ہیں، اور یہ شعر پڑھا۔

هذا الذی سبق القوم الاولی واذا رایته قلت وهذا آخر الناس

یہ وہ ہیں کہ قوم اولی سے سبقت لے گئے ہیں تم جب ان کو دیکھو گے تو کہو گے آخر الناس ہیں

شیخ ابن بختیار واسطیؒ کا خواب

شیخ ابن بختیار واسطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضرت سید احمد رفاعی آپ کے حضور میں کھڑے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے ارشاد فرماتے ہیں، میں تجھ سے راضی ہوں، حق تعالیٰ تجھ سے راضی ہے، شریعت تجھ سے راضی ہے، امت تجھ سے راضی ہے۔

شیخ عبدالواحد بن زید بن شہاب الدین احمد الکیالؒ کا واقعہ

شیخ عبدالواحد بن زید بن شہاب الدین احمد الکیال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

میں نے شیخ ابو مدین مغربی رضی اللہ عنہ کو مکہ (زادھا اللہ شرفاً) میں دیکھا اور کہا ہمارے لئے عراق میں ایک عظیم المرتبت شریف النسب شیخ ہیں جن کا نام نامی سید احمد رفاعی ہے، کیا آپ نے مغرب میں ان کے مقامات کا حال سنا ہے، میرے اس کہنے سے وہ رنجیدہ دل ہوئے اور کہا، کیا کہا؟ سبحان اللہ! ہم ان کو جانتے ہیں وہ آج امام الصدیقین ہیں، آج ہر ولی ان کے جھنڈے کے سایہ کے تلے ہے اور ان کے زمرہ میں داخل ہے۔

میں نے کہا (یاسید ی بارك اللّٰہ بك) ہم نے اس سید جلیل سے کوئی ایسی بات نہیں سنی ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرے، فرمایا وہ ایسی مقدس ہستی ہے کہ انتہائے وقار، حال کا 'سکر' اُن پر غلبہ نہیں کرتا، وہ اسرار پر غالب ہیں، اطوار کے مالک ہیں اور درحقیقت یہ قول ان پر صادق آتا ہے

ولما شربناها ودب دبيبها الى موضع الاسرار قلت لها قفي

اور جب میں نے شراب محبت پی مقام اسرار تک تو میں نے اس سے کہا

لی اور پہنچادیا اس نے مجھ کو ٹھہر جا

مخافة ان يستولي عليّ مدامها فتظهر جلاسي على سري الخفي

اس ڈر سے کہ غالب ہو جائے اور ظاہر کردے میرے ہم نشین پر میرا

مجھ پر اس کا اثر راز خفی

اکابرین کی نظر میں آپؒ کا مقام

'وظائف احمدیہ' میں ہے کہ بعض اکابر کہتے ہیں سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی مثال اولیاء میں ایسی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال انبیاء علیہم السلام میں۔

'صاحب وظائف احمدیہ' کہتے ہیں اس کی تفسیر یہ ہے جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر خلق حمید اور ہر طور سعید میں یگانہ ہیں، اور جس طرح حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زبان شیریں اور حکمت قرین بیان کرامت فرمایا ہے جس طرح خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اوتیت جوامع الکلم" اور جس طرح حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے شرف بخشا یہاں تک کہ آپ اس شرف کے سبب حق تعالیٰ سے دنو وتدلی اور قرب اکمل کے مقام پر (جو انسانی فہم، عقل سے ماوراء ہے) پہنچے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا احسان اولیاء کی جماعت سے سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ پر فائز ہوا کہ آپ محمدی عذب البیان لسان سے مشرف ہوکر حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے مقام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی دست بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے اور یہ مافوق مدرک عقل مرتبہ سید احمد رفاعی کو بخشا، پس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ تفرد تمام انبیاء

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین میں جوامع الکلم کی صفت اور شرف معراج کی عزت (جو مافوق مدرک عقل ہے) ثابت ہوئی۔

اسی طرح سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ تمام اولیاء میں حکمت ترجمان زبان کے سبب اور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست مبارک کی دست بوسی کی شرافت کے سبب (جو مافوق مدرک عقل ہے) امتیاز رکھتے ہیں، لیکن باوجود ایسے عالی مرتبہ ہونے کے سرِ مو شرعی ادب اور سلوک محمدی سے منحرف نہیں ہیں۔

سید ابراہیم اعذبؒ کا واقعہ

اور یہ بھی 'وظائف احمدیہ' میں لکھا ہے کہ میرے سردار میرے چچا سید ابراہیم اعذب (نفعنا اللّٰہ بعلومہ) فرماتے ہیں اُس سال کہ جس میں ہم نے بھی حج کیا، میں دسواں فقیر تھا ان فقراء میں جو سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے میرے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور اس کے بعد عید کی نماز پڑھ کر طواف کیا اور پھر عرفات کی طرف گئے، یہاں ہم نے خضر علیہ السلام کو سات آدمیوں کے ساتھ دیکھا، سب نے سید احمد کبیر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور ہم اور وہ سب کے سب ایک جگہ پر بیٹھ گئے، جب دن ختم ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "یا ابا الصفا" حضرت حق تبارک وتعالیٰ کی

طرف سے تم کو خرقہ اور تاج بخشا گیا ہے اس کو قبول کرو سر پر تاج رکھو۔

تاج سفید روئی کے کپڑے کا تھا اور اس کا نام طاقیہ تھا، خرقہ کئی قسم کے ٹکڑوں والا اور کئی قسم کے رنگ والا تھا، اس خرقہ میں بعض ٹکڑے روئی کے کپڑے کے تھے، بعض ٹکڑے بکری کی اون کے اور بعض بھیڑ کی اون کے، بعض ہرا رنگ رکھتے تھے اور بعض سرخ رنگ، بعض سرمئی رنگ والے تھے، بعض سیاہ تھے، خرقہ کے ٹکڑوں میں اکثر ٹکڑے روئی کے کپڑے کے ٹکڑے تھے، بعض چمڑے کے مذکور الوان کے ساتھ بعض ٹکڑے ریشم اور حریر کے بھی تھے اسی رنگ کے جیسے جن کا ذکر کر دیا گیا ہے، بعض ٹکڑے شیر کی پوست کے تھے، بعض ٹکڑے سندس کے تھے، غرض اسی (۸۰) رنگین ٹکڑے اس خرقہ میں لگے ہوئے تھے، سید کبیر رضی اللہ عنہ نے خضر علیہ السلام سے پوچھا اختلاف الوان اور رنگ رنگ کے ٹکڑوں کا سبب کیا ہے؟ خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو تمام مشائخ سے زیادہ صاحب عظمت کیا ہے اور آپ کے مرتبۂ مشیخت کو تمام مشائخ کے رتبہ کا جامع بنایا ہے اور اس خرقہ کا پہننا آپ کی شرافت عظمت کا اظہار ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ کے فقرا کا لشکر تمام مشائخ کے فقرا کے لشکر سے زیادہ ہوگا اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ کے مرید اور فقیر جس رنگ کا خرقہ چاہیں پہن سکتے ہیں مگر یہ خرقہ مخصوص ہے۔

آپ سے متعلق مشائخِ وقت کے اقوال

شیخ الاسلام قلیوبی نے 'تحفۃ الراغب' میں لکھا ہے، اہل اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سید احمد رفاعی کا رتبہ قطبیت غوثیت کے مرتبہ سے بلند ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد کوئی ولی اس مرتبۂ جامعیت (یعنی ان اوصاف حمیدہ، اخلاق جلیلہ، مقامات فریدہ) پر نہیں پہنچا ہے اور اگر کرامات خارقہ بھی سید احمد کے لئے نہ ہوں تو مضائقہ نہیں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کی شرافت کیا کم شرافت ہے!

شریف عارف باللہ حسن ابو اقبال الوفائی الحسنی 'شجرۃ الارشاد' میں لکھتے ہیں ''سید احمد اس کرامت میں منفرد ہیں دوسرے کو یہ نعمت نہیں ملی ہے''۔

'تحفۃ الراغب' میں بھی لکھا ہے کہ سید احمد بڑے پایہ کے بزرگ اور شیخ الاشراف اور ابن عبد مناف کی زرتبہ سے اولیاء مشہور کے خلاصہ ہیں، اور اپنے جد بنی الاواب کے لئے باب الاحباب ہیں، بغیر شک وشبہ کے سردار اصحاب سیر وسلوک اور سردار اقطاب ہیں، مشائخ طریقت میں آپ عظیم المرتبت ہیں چاروں قطبوں کے امام اور ان کے سردار ہیں اور اپنے مبارک زمانہ سے لیکر ہمارے زمانہ تک بلکہ قیامت تک کے لئے قوم کے شیخ ہیں۔

ابن اثیر 'تاریخ کامل' میں لکھتے ہیں ''کان صالحاً ذا قبول عظیم

عندالناس وله من التلامذة مالایحصی "یعنی لوگوں میں بڑی مقبولیت والے تھے ان کے مریدوں کا شمار نہیں ہو سکتا ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں "هو سلطان العارفین فی زمانه" (وہ اپنے زمانہ کے سلطان العارفین تھے) اور ذہبی اپنی 'تاریخ صغیر' میں کہتے ہیں "هو سید العراقیین" (وہ عراقیوں کے سردار ہیں)۔

ابن مخرمہ کا قول ہے "واما کراماته فلا تعد ولا تحصی وقد طار اسمه فی الاقطاد وتبعه عالم لایعد من کل نظر" (ان کی کرامات کا کوئی شمار اور اندازہ نہیں، ان کا نام دنیا میں پھیل گیا ہے)

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نصف شعبان میں سید کبیر احمد رفاعی کے پاس تھا میں نے دیکھا آپ کے پاس ایک لاکھ سے زیادہ مہمان تھے اور آپ سب کا انتظام کر رہے تھے۔

ابن خلکان کہتے ہیں، "ولهم مواسم یجتمع عندهم من الفقراء عالم لایعد ولایحصی ویقوم بکفایة الکل" یعنی ان کے لئے ایسے اوقات بھی ہیں کہ دنیا بھر کے فقراء جمع ہو جاتے ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور وہ سب کا انتظام کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام سبکی فرماتے ہیں "ولو اردنا ذکر فضائله لضاق الوقت" یعنی اگر ہم ان کا ذکر کریں تو وقت میں گنجائش نہ رہے، وحسن ماقال فیه

الإمام الفاروقي في ارشاد المسلمين:

انت السماء سبع شنشنة آيات فضلك كلها عجب

آپ طبعاً سبع سموات ہیں آپ کے فضل کی نشانیاں سب کی سب عجیب ہیں

مفاخر كالبدور طالعة هذا تولى وذاك مقترب

آپ کی خوبیاں چمکنے والے چاند ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ وہ دور ہوتے جاتے ہیں اور یہ قریب

امام جلال الدین سیوطیؒ کا قول

امام جلال الدین سیوطیؒ رسالہ اشرف المختتم میں لکھتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ چونکہ سید احمد رفاعی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کے ساتھ آپ کے دیدار سے بھی مشرف ہوئے ہیں پس ان کا شمار صحابۂ کرام سے ہونا چاہئے حالانکہ ان کا شمار صحابہ میں نہیں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے مشائخ بھی سید احمد رفاعی کا شمار صحابہ میں نہیں کرتے ہیں، اسلئے کہ صحابی ہونے کے لئے دنیوی حیات کی شرط ہے اور یہ حیات اخروی ہے اور یہ بھی اشرف المختتم میں لکھا ہے کہ جس سال سید احمد حج اور زیارت سے مشرف ہوئے اسی سال میں انہوں نے وفات پائی۔

اور روضۂ مطہرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت یہ شعر بھی پڑھا تھا۔

ان قیل زرتم بما رجعتم　　یا اکرم الرسول ما نقول

اگر دریافت کیا کہ زیارت کر کے کیا کرے　　تو اے رسول اکرم! ہم کیا کہیں گے

جس کا جواب روضۂ منورہ (علی ساکنھا الصلوۃ والسلام) سے یہ پہنچا، جو تمام مسجد والوں نے سنا۔

قولوا رجعنا بکل خیر　　واجتمع الفروع والاصول

کہنا ہم سب خیر کے ساتھ لوٹے　　اور فروع واصول سب جمع ہو گئے

حافظ جلال الدین سیوطیؒ کہتے ہیں کہ قسم کھاتا ہوں میں اس چیز کی کہ اس کے ساتھ خدا سے معاملہ کرتا ہوں کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ شریف فاطمی حسینی ہیں اور ایک مضبوط پہاڑ ہیں اور بڑے مرتبہ والے ولی ہیں، اور سنت نبوی کے دریاؤں میں سے ایک موجزن دریا ہیں، سندی سید ہیں، قوم کی طریقت کی سرداری ان پر ختم ہوئی ہے اور اولیاء اور صلحاء کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے زمانے کے تمام مشائخ آپ کے تقدم اور تقدیم کے قائل تھے، اور آپ کے زمانہ کے تمام اکابر آپ کے جھنڈے کے نیچے تھے، آپ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں جمے ہوئے تھے آپ پر

تواضع اور مکارم اخلاق ختم تھے۔

هيهات ان يأتى الزمان بمثله ان الزمان بمثله بخيل

مشکل ہے کہ زمانہ اس کے مانند پیدا کرے زمانہ اس کے مانند پیدا کرنے میں بخیل ہے

نفعنا الله بعلوه وامداده وحاله وارشاده۔ (انتهى كلام السيوطي)

ایک لڑکی کا واقعہ

امام رافعی نے جو شافعی مذہب کے مجتہد ہیں 'سواد العینین' میں لکھا ہے کہ شیخ ابو موسیٰ حدادی شیخ ابو جمال الدین خطیب سے روایت کرتے ہیں کہ حدادیہ میں فاطمہ نام کی ایک لڑکی تھی چونکہ اس کے ماں کے اولاد نہیں ہوتی تھی اس لئے اس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر خدا مجھے فرزند عطا کرے گا تو میں اس کو سید احمد رفائی کے فقراء کا خادم بنادوں گی جو حدادیہ میں آتے رہتے ہیں نذر ماننے کے چند روز بعد وہ عورت حاملہ ہوئی اور وضع کا وقت پہنچا، بحکم الٰہی ایک کوز پشت لڑکی پیدا ہوئی اور جب جوان ہونے کے قریب پہنچی تو لنگڑی ہوگئی اس کے بعد کسی بیماری کی وجہ سے اس کے سر کے بال بھی اڑ گئے اور گنجی ہوگئی۔

اتفاقاً ایک روز حضرت سید احمد کبیر رضی اللہ عنہ حدادیہ میں تشریف لائے

اور حدادیہ کے رہنے والوں نے آپ کا استقبال کیا ان لوگوں میں وہ لڑکی بھی تھی اور چونکہ کبڑی لنگڑی گنجی تھی اسلئے حدادیہ کی لڑکیاں اس کا مذاق اڑاتی تھیں، پس وہ لڑکی گبھرا کر حضرت والا کی خدمت میں پہنچی اور عرض کیا:

"یا سیدی انت شیخی وشیخ والدتی وذخری وکعبتی"

میں آپ کی خدمت میں اپنی موجودہ حالت کی شکایت لائی ہوں شاید حق تعالیٰ آپ کی ولایت اور قرابت رسول کے طفیل میں مجھے اس مرض سے نجات عطا کردے، میں حدادیہ کی لڑکیوں کے تمسخر سے تنگ آ گئی ہوں اور قریب ہے کہ اس غم سے میری روح پرواز کر جائے، یہ بات سن کر حضرت والا کو اس لڑکی پر رحم آیا، لڑکی سے فرمایا قریب آ، لڑکی قریب آئی تو آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سر اور پاؤں اور پشت پر پھرایا، خدائے تعالیٰ کے حکم سے لڑکی کے سر میں بال پیدا ہو گئے اور کمر سیدھی ہو گئی اور پاؤں سے لنگڑا پن جاتا رہا اور اس کا حال بہتر ہو گیا۔

ایک نوجوان کا واقعہ

امام رافعی شیخ عارف ابوالمعالی نے بدر العاقولیؒ سے روایت کی ہے کہ مبیت میں ایک جوان تھا معصیت میں ڈوبا ہوا اور گناہ کی وجہ سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تھا، جادۂ مستقیم سے اس کی کج روی بہت بڑھ چکی تھی، کہ

یکا یک ایک مدت کے بعد اس کے دل پر خدا کا خوف غالب ہوا اور ہر ایک شیخِ وقت کی خدمت میں حاضر ہوا یہاں تک کہ جب حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور اس کو حکم دیا کہ باہر نکل جا تو شقی ہے، تیری پیشانی پر خطا و حرمان لکھا ہے، وہ شخص یہ بات سن کر وہاں سے حیران پریشان ہو کر اُم عبیدہ کی طرف روانہ ہوا اور حضرت سید احمد کبیر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں داخل ہوا، جب حضرت سید کبیر کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے تبسم فرمایا اور نہایت خوشی کے ساتھ اس سے کہا سامنے آ، تا کہ تجھے مرید بنالوں میں، اور حق تعالیٰ کے حضور تیرے لئے ایک حجت بن جاؤں میں انشاء اللہ تعالیٰ، وہ شخص دو زانو ہو کر حضرت والا کی خدمت میں بیٹھا اور آپ سے بیعت کی حضرت والا نے اپنا دست مبارک اس شخص کی پیشانی پر پھیرا، بیعت کے بعد اس شخص نے عرض کیا سیدی میں آپ کے بھائی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے ایسا ایسا کہا، اور جو کچھ قصہ گذرا تھا وہ بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ میں خوف سے لرز اٹھا تھا، حضرت والا نے اس سے فرمایا شیخ نے بالکل سچ فرمایا مگر اب تو امان میں ہے، ہمارے بھائی شیخ اجل محتشم شیخ عبد القادر جیلانی کی خدمت میں اب جا اور ان سے میرا سلام عرض کر، چنانچہ وہ شخص حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی خدمت میں دوبارہ گیا، جب شیخ جیلانی کی نظر اس پر پڑی تو اٹھ کھڑے

ہوئے اور اس کا استقبال کیا اور اس کو اپنے سامنے بٹھایا آپ کے اصحاب اس بات پر بہت متعجب ہوئے، آپ نے ان کا تعجب دیکھ کر فرمایا تعجب مت کرو، خدائے عزوجل کا ایک بندہ ہے جو اپنے مریدین کے نام دفتر اشقیاء سے محو کرا دیتا ہے اور اللہ کے حکم سے نیک اور سعید لوگوں میں اس کا نام لکھوا دیتا ہے اور وہ بندۂ متمکن سید احمد کبیر رفاعی ہیں۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا مقام

امام رافعی فرماتے ہیں میں نے شیخ عارف باللہ رکن الدین شیبانی سے حضرت سید احمد کبیر کے ''ابو العلمین'' ہونے کی شہرت کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ غوثیت عظمیٰ اور قطبیت کبریٰ کا علم دوبارہ حضرت والا کیلئے اکوان میں بلند کیا گیا، ایک اس وقت جب کہ احمد ابن بلخی نے وفات پائی اس پہلی دفعہ جب غوثیت کا جھنڈا سید احمد کبیر کے لئے بلند کیا گیا تو آپ نے حضرت حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑے ہو کر بہت عجز وانکساری کی اور اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی خاک پر لوٹے اور مرتبۂ غوثیت سے معافی طلب کی، چنانچہ حق تبارک وتقدس نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپکو مقام غوثیت بالترقی عطا کیا گیا، اور مقام غوثیت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو سونپا اس وقت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی عمر پچاسی

سال کی تھی اور آپ صحرائے عراق میں اوقات گذار رہے تھے، غوثیت کے بعد شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد میں اقامت فرمائی اور آپ کا حکم جاری ہوا۔

حضرت شیخ جیلانی جس وقت جیلان سے باہر نکلے تھے تو اس وقت آپ کی عمر شریف بیس سال کی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اٹھائیس سال کی تھی، غرض آپ پچیس سال تک تجرد و تفرد کی حالت میں عراق کے ریگستانوں اور جنگلوں میں رہے اس کے بعد آبادیوں میں مقیم ہوئے، اور چالیس سال اس طرح عبادت میں گذارے کہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے اور ان چالیس سالوں میں کبھی قبرستانوں میں رہتے تھے اور کبھی بصرہ چلے جاتے تھے، گیارہ سال برج عجمی میں (جو بغداد کی چار دیواری سے باہر تھا) قیام فرمایا، اور آپ کے قیام کرنے کے سبب سے ہی وہ برج برج عجمی کے ساتھ مشہور ہوا، پھر حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی اور حضرت شیخ مخزومی کو مقرر کیا گیا کہ حضرت شیخ جیلانی کو خرقہ پہنائیں، شیخ ابوسعید مخزومی نے آپ کو خرقہ پہنایا اور بغداد میں آپ کو لے آئے، بغداد میں حضرت شیخ ہر ایک صاحب مجاہدہ کی صحبت میں رہ کر علم حاصل کرتے تھے اور علوم شرعیہ کی تحصیل کو سلوک سمجھتے تھے، حضرت شیخ جیلانی اقلیم طبرستان میں (جو مختلف شہروں کا مجموعہ ہے) ۷۰۴ھ میں پیدا ہوئے، اور ابوالوفاء علی ابن عقیل اور

ابوالخطاب محفوظ بن احمد کلوذانی اور ابوالحسین محمد بن القاضی ابویعلی سے علوم ظاہرہ کی تحصیل کی اور عارف حماد الدباس صاحب شیخ منصور بطائحی سے (جو سید کبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں ہوتے تھے) علوم باطنہ حاصل کئے اور قاضی ابوسعید مخزومی بن المبارک سے خرقہ پہنا، آپ سلوک کے زمانہ میں جنگلوں میں رہتے تھے، اس زمانہ میں اہل عراق کا حسن ظن حضرت شیخ سے اس قدر بڑھ گیا تھا اور طالبان حق کے قلوب اس طرح آپ کے گرویدہ ہوگئے تھے کہ شوق کے بازو اور پروں کے ساتھ آپ کی طرف پرواز کرنا چاہتے تھے، جس وقت آپ نے بغداد میں اقامت فرمائی اور بخشش خداوندی نے غوثیت کا مرتبہ عطا کیا تو دنیا اس وقت آپ کے قدموں پر گر پڑی اور آپ کی شہرت عالم گیر ہوگئی، آپ کی شان ارفع تر ہوئی۔

شیخ عبداللہ ہروی کہتے ہیں شیخ سلوک اور مجاہدات کے عالم میں نکاح کیلئے مامور ہوئے، چنانچہ آپ نے نکاح کیا اور اہل وعیال کے ساتھ حالت فقر میں قیام کیا، آپ جب بغداد میں تھے تو خلیفہ وقت کی طرف سے آپ کی دولت وصولت میں کچھ کمی نہ تھی۔

ہمارے شیخ ابوعبداللہ فرماتے ہیں میں نے عالم تجرید میں شیخ کی خدمت کی اور دیکھا کہ شیخ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کرتے تھے، صحیح قول کے موافق چھ سال تک آپ بساط غوثیت پر متمکن رہے، ۵۶۱ ہجری میں اکانوے

سال کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی، آپ کی وفات کے بعد تصرف اور غوثیت کا علم دوسری مرتبہ اکوان میں سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کے لئے بلند کیا گیا، اگرچہ اس مرتبہ بھی حضرت سید کبیر بارگاہ الٰہی میں طالب عذر اور خواستگار معافی ہوئے، لیکن اس مرتبہ ہر طرف سے یہی آواز آپ کو پہنچی ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾ آپ نے حکم کو مان لیا، اور اس سبب سے آپ اولیاء میں ابوالعلمین کے ساتھ مشہور ہوئے، (حضرت شیخ سید کبیر کی غوثیت کا زمانہ چھ سال رہا، اور ایک قول کے موافق سولہ سال اور چھ ماہ شمار کیا گیا ہے)

قدمی ھذہ والے قول کا مطلب

شیخ عبداللہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ کی غوثیت کی مدت کل تین سال رہی، اور وہ قول کہ جو شیخ جیلانی کے خرقہ پوش جماعت میں مشہور ہے کہ شیخ جیلانی نے ۵۵۹ھ میں غیبت اور بیخودی کے عالم میں ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' فرمایا ہے اگرچہ پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچے ہوئے ہے لیکن اگر صحیح سمجھ لیا جائے تو پھر لوگ شیخ کی لسان غیبت و غوثیت سے نافہمی میں پڑ گئے ہیں اور قدم سے مراد یہی گوشت پوست والا قدم سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ قدم سے مراد یہ قدم نہیں ہے بلکہ اس قدم سے مراد قدم محمدی یعنی ارث محمدی اور اتباع محمدی ہے، اور ظاہر ہے کہ اتباع محمدی کا حکم

واجب القبول ہے، اب اس قول کا مطلب یہ ہوگا کہ مجھے جو حکم اتباع محمدی ملا ہے وہ ہر ولی کی گردن پر ہے، اور صوفیۂ کرام کی اصطلاح میں ایسی لسان کو لسان غوثیت عظمیٰ کہتے ہیں اور یہی لسان ہر اس قطب کے لئے ہے جو غوثیت صحیحہ رکھتا ہے، اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ غیبت کی حالت ہر ولی کیلئے مخصوص نہیں ہے، بعض کو عشوۂ ناز کی کیفیت ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پہنچا دیتی ہے اور بعض مقام تمکن میں ہی متمکن رہتے ہیں اور کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہیں نکالتے جو اپنے برادران طریقت اور ہم عصروں سے افتخار پر دلالت کرتا ہو، اور ایسی ولایت مقام عبدیت اور جامعہ محمدیہ کی وراثت سے باہر نہیں ہوتی ہے اور یہ مقام اکمل اور اعلیٰ مانا جاتا ہے اور سید احمد ابن الرفاعی کا یہی مقام تھا۔

اطاعه سکوه حتی تمکن من حال الصحاة وهذه اعظم الناس اعطی المقام فلا تضیه سکوته عن الجلیس ولا یلهو مع الکاس

(مستی ان کے تابع رہی یہاں تک کہ قدرت پائی ہوش مند لوگوں کے حال پر اور یہ بھی سب لوگوں سے ان کو ایسا مرتبہ دیا گیا جس کو مستی مغلوب نہیں کر سکتی ہے ہم نشین سے اور ایک پیالہ سے مست نہیں ہوئے ہیں) (انتہیٰ مافی سواد العینین للامام الرافعی الشافعی رحمة الله علیه)

سید احمد کبیر رفاعیؒ شیخ سہروردیؒ کی نظر میں

عارف باللہ مفتی الثقلین شیخ تقی الدین واسطی 'تریاق المحبین' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ہمارے شیخ عزالدین احمد فاروقی رضی اللہ عنہ عارف مشہور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک مجذوب نے شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے آکر پوچھا کہ اے عمر (شیخ شہاب الدین سہروردی کا نام ہے) جنید کے بعد کون کون سے مشائخ مقام میں بزرگ تر، منزلت میں تمام تر، تمکین میں کامل تر، حال میں صحیح تر ہوئے ہیں؟ فرمایا اے شیخ! انصاف کی بات یہ ہے کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ ان صفات کے ساتھ موصوف تھے، اس کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان العارفین سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا کہ قسم ہے اللہ کے جلال وعظمت کی کہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ تمکین مقام میں ان پر سبقت نہیں لے گئے ہیں، ہاں! جنید رضی اللہ عنہ کو سبقت زمانی حاصل تھی، لیکن مقام تمکین میں سید احمد اگلے اور پچھلوں پر سبقت لے گئے ہیں،" وللّٰہ وضع الفضل کما یشاء حیث یشاء یفعل مایرید لہ الخلق والامر وھو علی کل شیٔ قدیر" (فضیلت عطا کرتا ہے جس طرح وہ چاہے جہاں چاہے، کرتا ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے اور اسی کے لئے خلق اور امر ہے اور وہ

ہر چیز پر قادر ہے)(انتہیٰ ملخصاً)

آپ کا مقام شیخ علی ابن ادریس کی نظر میں

صاحب تریاق فرماتے ہیں کہ بہت سے ثقہ لوگوں نے شیخ علی ابن ادریس یعقوبی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ شیخ علیؒ سید احمد رفاعیؒ سے ملاقات کے بعد ان کی شان میں فرماتے ہیں کہ سید احمد صدیقین کے سردار ہیں، اور جو کوئی ان کے مقام و منزلت پر پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا دعویٰ باطل ہے، اور یہ بیت ان کی شان میں فرمائی۔

هيهات ان ياتى الزمان بمثله ان الزمان بمثله بخيل

اور ابن ادریس نے سید احمد رفاعی کی اس قدر تعریف وتوصیف فرمائی کہ مومنین کے قلوب آپ کی ملاقات کے لئے مشتاق ہو گئے اور فرطِ محبت سے گریہ کرنے لگے اور مجلس سید احمد رضی اللہ عنہ کے ذکر سے معطر ہو گئی۔

آپ کا مقام شیخ ابو منذرؒ کی نظر میں

ایک جماعت نے شیخ ابو منذرؒ سے پوچھا کہ موجودہ وقت کے اولیاء میں قدر و منزلت میں زیادہ قدر و منزلت والے کون سے بزرگ ہیں؟ فرمایا کہ دو بزرگ ہیں، ایک شیخ محمد بن عبد البصری دوسرے سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہما

اس کے بعد دریافت کیا کہ ان دونوں میں تمکین مقام کے اعتبار سے کون بزرگ ہے؟ فرمایا سید احمد رفاعی پہلے زمین والوں کے قطب الاقطاب تھے اور اب آسمانوں میں بھی قطب الاقطاب ہو گئے ہیں، حق تعالیٰ نے سید احمد کو آسمانوں کا تصرف زمین کے تصرف کے مانند عطا کیا ہے، قریب ہے کہ آسمان خلخال کے مانند آپ کے پاؤں میں پڑ جائے، اس تصرف کے عنایت ہونے کے بعد ہمیں نہیں معلوم کہ سید احمد کون سے مقام پر پہنچے ہیں، ہم آپ کے سلوک و سیر کی انتہا جاننے سے عاجز ہیں رضی اللہ عنہ۔ (انتھیٰ ملخصاً)

شیخ تقی الدین واسطی ؒ کا قول

شیخ تقی الدین واسطی الانصاری رضی اللہ عنہ کتاب مذکور میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے سید احمد رضی اللہ عنہ میں صوری اور روحی نسب اور جسمی اور معنوی حسب کو جمع کر دیا ہے آپ اپنے زمانہ میں امام طریقت اور شیخ وقت اور سردار قوم اور استاد جماعت تھے۔

شیخ شریف الدین ابوطالب ؒ کا قول

اور ہمارے شیخ شریف الدین ابوطالب ابن عبدالسمیع ہاشمی عباسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سید احمد رضی اللہ عنہ کے تفرد پر اولیاء اور علماء کا اجماع تھا،

اور اس بات سے جاہل متجاہل اور حاسد کے سوا کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے، حضرت شیخ نے اخلاق سے نہایت عمدہ خلق اور خصائل سے نہایت بہتر خصلت اور مراتب سے نہایت اعلیٰ مرتبہ اور مشارب سے شیریں تر مشرب اور ہر بزرگ ترین حال سے لطیف تر حال اور ہر مقام جمیل سے شریف تر مقام حاصل کیا تھا اور دعویٰ کے سواروں کو آپ کے مراتب کا راستہ نہیں ملا، کسی نے آپ کے زمانہ میں آپ کے مثیل اور عدیل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، آپ ازروئے ورع رسول عظیم کے آثار اور سنن کی طریقت کی پیروی کرتے رہے، اور مذہب اور دین کے طریقے سے رسول کریم کے اخلاق سے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش فرماتے رہے، حق تعالیٰ نے آپ پر اخلاق حسنہ کی بارش فرمائی، دعاوی اور شطحیات سے آپ کے مقام کی محافظت کی اور اس راز سے جو بندہ کے معاملہ کے لائق ہونا ہے آپ کو مطلع کیا، آپ کے فضائے قلب میں محمدی ذوق اکمل کا بیج بویا﴿اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ﴾ (اس نے سات خوشہ اگائے اور ہر خوشہ میں سو(۱۰۰) دانے ہیں) بہتر سے بہتر اہل حال، آپ کے آستانہ پر معتکف ہوئے اور رجال عصر اور اقطاب آپ کے دروازے پر مقیم ہوئے، آپ نے غوثیت کے عالی مرتبہ کے باوجود کسی پر اپنے نفس پاک کو ترجیح نہیں دی، خدائے عزوجل نے آپ کو معدن حکمت وفراست بنایا آپ خود بینی اور فوقیت کی طلب سے پاک رہے،



پس آپ کی منزلت اللہ کی امداد سے بڑھتی گئی، اور آپ کا کلمہ قدرت باری سے پھیلتا گیا، خدا کی قسم! شیخ الکل فی الکل اور عقد وحل میں اولیاء اللہ کے سردار یہی تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام بحر تام محمد بن البصریؒ کا قول

امام بحر تام محمد بن البصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ہر اولیاء کے ابتداء مراتب و مقام اور ان کی انتہاء سیر کو معلوم کیا ہم نے، مگر سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی انتہاء سیر کا پتہ نہ چلا سکے، اور اس کے سوا نہیں ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگ طریقہ متوجہ کو جانتے ہیں، جو شخص سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ پر پہنچنے کا یا آپ کے رتبہ سے واقف ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کو کاذب سمجھو، اے بھائیو! یہ ایسے عالی مرتبت بزرگ ہیں کہ ان کا رتبۂ عالی پہچانا نہیں جاتا ہے اور ان کے علوم مرتبہ کی حد بندی نہیں کی جا سکتی ہے یہ وہ مقدس ہستی ہے جس نے بشری تعلقات اور نفسانی موانعات اس طرح اپنے آپ سے الگ کر دئے ہیں جس طرح بدن سے کپڑے علیحدہ کر دئے جاتے ہیں، اس زمانہ کے ہر قسم کے اولیاء کی ذمہ داری جو مشرق و مغرب میں ہیں یا عرب و عجم میں ہیں ان پر ہے اور وہ آپ ہی سے طلب ہمت کرتے ہیں اور وہ شیخ الکل فی الکل ہیں، اور اپنے جد علیہ الصلوۃ والسلام کے حجرہ مبارکہ سے آپ کے قلب

مظہر پر بخشش وعطا کا فیض ہوتا رہتا ہے، اور آپ اس کو روئے زمین کے لوگوں پر تقسیم فرماتے ہیں، خدا کے حکم سے آپ کی مدد بند نہیں ہوگی اور یہ دولت عظمیٰ حضرت شیخ کے لئے اور آپ کی ذریت کے لئے برخلاف گمان حاسد محبّ کی طیب نفس کے ساتھ مخصوص رہے گی "یفعل اللّٰه ما یشاء لارادّ لأمره ولامنازع لحکمه" (جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہ کرتا ہے، اسکے حکم کو کوئی لوٹانے والا نہیں ہے اور نہ کوئی اس کے حکم کا مقابلہ کرنے والا ہے)

ایک بزرگ کا قول

اور ایک بزرگ جو مشہور بزرگوں سے نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں اہل اللہ کے سردار اور وقت کے سلطان اور مشائخ کے امام تھے اور جب ہم نے اولیاء کی خوبیوں اور درجات کا مطالعہ کیا تو صحابہ اور بارہ اماموں کے بعد کسی ولی کا درجہ سید احمد رضی اللہ عنہ کے درجہ کے برابر خلق تمکین اور تحقق میں (جس پر آپ کے جد صلی اللہ علیہ وسلم تھے) نہیں دیکھا ہم نے۔

آپ کا مقام شیخ محمد خطیب حدادیؒ کی نظر میں

ہمارے شیخ محمد خطیب حدادیؒ نے سید رفاعی اور دوسرے اولیاء رضی اللہ



عنہم کے ذکر کے وقت سید احمد کبیر رفاعی کی شان میں یہ ابیات فرمائے۔

لا تقس بادق النجوم بشمس　　بينها و النجوم فرق عظيم

(ستاروں کی روشنی کو آفتاب کی روشنی پر قیاس مت کرو، آفتاب اور ستاروں میں بڑا فرق ہے)

فاحذرن ان يقال عينك عمياء　　والا مكابر او يتيم

(اس سے احتیاط کر کہ تجھ کو اندھا کہا جائے یا تجھ کو جھگڑالو اور یتیم کہا جائے)

بقیہ فوائد

امام فقیہ علی ابن انجب المعروف بابن الساعی نے اپنی تالیف مختصر الاخبار الخلفاء میں (جس کا ذکر صاحب کشف الظنون نے کیا ہے) اور جس سے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تالیف کی ہوئی تاریخ الخلفاء میں عبارتیں نقل کی ہیں، مدّ الید کی کرامت کا قصہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور قصہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ اس کرامت شریفہ کی خبر تواتر کے طریقے کے ساتھ چاروں طرف پہنچ گئی ہے، اور اس کرامت کے تواتر اور استفاضہ کے مانند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد مشہور اولیاء میں سے کسی ولی کی کرامت استفاضہ اور حدتواتر پر نہیں پہنچی ہے، چنانچہ ہم اس کی عبارت کو بحروفہ نقل کرتے ہیں۔

قال: واستفاض خبر هذه المنقبة الشريفة وتواترات وسارت



به الركبان ولم يستفض ولم يتواتر في زمن من الأزمنة بعد عهد صحابة الكرام لولي من الأولياء الأعلام كرامة كما استفاضت هذه الكرامة وتواترت لسيد احمد الرفاعي رضي الله عنه و كيف لا وهي معجزة محمدية اكرم الله بها نبيه صلى الله عليه وسلم وامتن بها على وليه السيد احمد وهي اسمى من كل منقبة الاولياء مشهورة و كرامة لهم مذكورة۔ (انتهى)

(اور اس منقبت شریفہ کی خبر پھیل گئی ہے اور تواتر پر پہنچے ہوئے ہے اور شائع کرنے والوں نے اسے شائع کر دیا ہے اور عہد صحابہ کے بعد اولیاء کرام میں سے کسی ولی کی کرامت اتنی مشہور و معروف نہیں ہوئی جیسی سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت مشہور ہوئی ہے، اور کیوں نہ ہوتی؟ وہ تو معجزۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے حضور کا شرف بڑھایا ہے اور جس کی وجہ سے اپنے ولی سید احمد رفاعی پر احسان فرمایا ہے اور یہ کرامت تمام اولیاء کی مشہور اور مذکور کرامتوں سے بڑھ کر ہے)۔

آپ کی کرامت کے متعلق مشائخ کی روائیتیں

(۱) اس کے بعد ابن انجب متعدد طریقوں سے روایت کرتے ہیں، جس طرح کہ کہا کہ امیر جلیل احمد بن علی الحسن بن علی ابن بکر عباسی ہاشمی نے دیار

حلب میں بیرہ کے باہر نہر فرات کے کنارہ پر مجھ سے کہا، (اور یہ راوی ثقہ ہے اور روایت نقل کرنے میں قابل اعتماد ہے) کہ میرے باپ نے اپنے باپ علی بن بکر سے نقل کیا ہے کہ ۵۵۵ھ ہجری میں میں حج کے لئے گیا، اور اس سفر میں میرے ہمراہ سرداران بنی ہاشم تھے، جب مدینہ طیبہ (علی ساکنہا الصلوۃ والسلام) میں پہنچے تو اسی دن سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کے لئے حاضر ہوئے سلام عرض کیا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سلام کے ساتھ سید احمد کبیرؒ کو سرفراز کیا جس کو مسجد شریف کے حاضرین نے سنا، اس کے بعد سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے ان دو شعروں کو (جن کا ذکر اس سے پہلے کر دیا ہے) پڑھا، شعروں کے پڑھتے ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک نمودار ہوا اور سید احمد رفاعیؒ نے بوسہ دیا اور مسجد شریف کے لوگ بھی شرف دیدار سے سعادت یاب ہوئے۔

(۲) اسی طرح شہاب الدین احمد بن یوسف بن خلیل نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور انہوں نے شریف جعفر بن محمد جعفر سے (جو شرف الدین عباسی مکی ثم بغدادی محدث مکہ کے نام سے مشہور ہیں) کہ شریف جعفر بن محمد نے کہا میں نے اپنے باپ قاضی القضاۃ محمد ابوالحسن بن جعفر ہاشمی سے سنا ہے کہ کہتے تھے میں مدینہ منورہ میں ۵۵۵ھ ہجری میں تھا اور اسی سال سید احمد

رفاعی بھی زیارت کے لئے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے روبرو کھڑے ہوئے اور سلام عرض کیا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے جواب سے سرفراز فرمایا اور اس وقت جس قدر لوگ کہ حرم نبوی میں تھے انہوں نے جواب سلام سنا اس کے بعد ذکر کردہ اشعار پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک نمودار ہوا اور سید احمد نے اس کو بوسہ دیا اور تمام حاضرین دیدار کے شرف سے مشرف ہوئے، قاضی القضاۃ محمد ابوالحسن کہتے ہیں میں بھی ان تمام حاضرین میں تھا اور میں بھی دست مبارک کے دیدار سے سرفراز ہوا، والحمد للہ رب العٰلمین۔

(۳) اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ شریف عبدالسمیع بن شرف الدین عبدالرحمٰن ابوطالب واسطی نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے محرم کی چھ تاریخ کو ۵۵۷ ہجری میں اپنے مدرسہ میں بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو اس وقت دیکھا جس وقت کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے اس کو بوسہ دیا اور میرے برابر ابوالفضل عبد منسوری اور ابن النہر ملکی کھڑے ہوئے تھے اور حضرت شیخ نے فرمایا "وھی واللہ مزیة یغتبھا الملأ الأعلی" (اور وہ اللہ کی قسم ایسی فضیلت ہے کہ اس پر ملأ اعلی نے رشک کیا ہے)

(۴) اور اسی طرح ابوالفضل عبداللہ البطائحی نے شیخ علی بن ادریس

یعقوبی سے انہوں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے روایت کی، ابن انجب کہتے ہیں کہ اسی طرح عدی صغیر نے مجھ سے اپنے ابن عم رکن سے اس نے ولی اللہ عدی بن مسافر سے روایت کی کہ شیخ عدی بن مسافر نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ نبی ﷺ کے دست مبارک کو میں نے دیکھا جو سید احمد بن الرفاعی کے لئے نمودار ہوا، اور میرے برابر علی ابن موہوب کھڑے تھے، دست مبارک کے نمودار ہونے کے وقت سید احمد نے اس کو بوسہ دیا اور کل حاضرین نے دیکھا، اور قریب تھا کہ سلطان نبوی کی ہیبت سے مسجد شریف میں لوگوں کے لئے قیامت برپا ہو جائے۔

ابن انجب نے یہ بھی روایت کی ہے کہ اس سال کہ حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے حج فرمایا اور زیارت سے مشرف ہوئے، اسد الدین شیر کوہ بن شادی جو اس وقت نور الدین بادشاہ شام کے لشکر کا سردار تھا (جو بعد میں مصر کا بادشاہ ہوا) اور البب قیا شاہِ ماہان (جو بلخ میں ہے) حج اور زیارت کیلئے حاضر ہوئے تھے، اس البب قیا شاہ کو بعض مورخین ال کوکب سے بتلاتے ہیں اور بعض لوگ حجاز عرب کے امراء عامر سے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے اور ابراہیم مرتضٰی کے درمیان خالص مودت، مواصلت، قرابت اور محبت تھی اور اسی قول کے قائل بعض لوگ البب قیا شاہ کو عامری کہتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ترکی تھا، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آل حسین رضی اللہ عنہ سے

قرابت رکھتا تھا، اس لئے کہ کوکب اور ابراہیم مرتضیٰ، ابن ابی السرایا کے مددگاروں سے تھے اور اس قسم کے لوگوں کا خیال ہے کہ اسی کوکب کی بہن عبداللہ حسین موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہم کی والدہ تھیں، اور جس وقت مامون الرشید عباسی نے ابراہیم مرتضیٰ کو بغداد میں طلب کیا تو یہ کوکب بھی اس کے ہمراہ تھا، جب ابراہیم مرتضیٰ زہر سے مارڈالا گیا، تو کوکب پر بھی خوف وہراس طاری ہوا اور روپوش ہوکر بغداد سے فرار ہوا اور بلخ میں پہنچا اور وہاں سے ماہان چلا گیا، ماہان کے بادشاہ نے کوکب کو اپنا لڑکا بنالیا اور اپنی لڑکی تو ئے خاتون سے اس کا نکاح کردیا اور اس کے بعد الب کوکب خان کے لقب سے ملقب ہوا، جب ماہان کا بادشاہ اغوذ خان مرگیا تو ماہان کی بادشاہت الب کوکب خان کے سپرد ہوئی اور پھر اسی کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ علاؤالدین خوارزم شاہ محمد بن تکش کی طرف سے (ماہان کا بادشاہ) الب قیا شاہ مقرر ہوا اور اس کے بعد اس کا لڑکا سلیمان ۶۲۶ ہجری میں ماہان کا بادشاہ بنایا گیا، لیکن اسی ۶۲۶ ہجری میں تاتار کے بادشاہ چنگیز خان نے سلطان علاؤالدین کے ملکوں پر غلبہ پالیا اور سلطان علاؤالدین نے شکست پائی، ایک ہزار شہر سلطان کے ملکوں سے ویران ہوئے، اسی ہنگامہ شوروشر میں سلیمان شاہ (ماہان کا بادشاہ) بھی ترکمانوں کی ایک جماعت اپنے ہمراہ لیکر ماہان سے نکل کر بلاد روم کی طرف متوجہ ہوا، سلیمان شاہ کے ساتھ اس کے

دونوں لڑکے ارطغرل اور گون دوغدی بھی تھے، جب یہ سب کے سب سفر کرتے ہوئے نہر فرات پر پہنچے تو سلیمان شاہ نے چاہا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر نہر سے گذر جائے، چنانچہ گھوڑے پر سوار ہو کر نہر میں گھوڑے کو ڈالا اور غرق ہو گیا، نعش کو باہر نکال کر فرات کے کنارے قلعہ جعبر کے سامنے دفن کر دی، دونوں لڑکوں نے اپنے آپ کو سلطان علاؤالدین شاہ سلجوقی (جو کرمان اور قونیہ کا بادشاہ تھا) کے پاس پہنچایا سلطان علاؤالدین شاہ سلجوقی نے دونوں کو بلاد روم کے بعض حصوں کی سرداری سونپی۔

القصہ ابن انجب کا قول ہے کہ اس وقت کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نبوی دست مبارک کے شرف سے مشرف ہوئے تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں نہایت عجز و مسکنت کا اظہار کیا اور حرم نبوی کے آستانے پر لیٹ گئے، اور حکم دیا کہ جو ادھر سے گذرے اس کو چاہئے کہ میری گردن پر پاؤں رکھ کر گذرے عام لوگوں نے تو اسی طرح کیا کہ پاؤں گردن پر رکھ کر گذرے لیکن خاص خاص لوگ دوسرے دروازہ سے حرم میں داخل ہوئے۔

اسدالدین شیرکوہ کے لئے پیشین گوئی

اور ان لوگوں میں جو دوسرے دروازے سے داخل ہوئے اور جنہوں نے سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادب برتا ان میں اسدالدین شیرکوہ اور

الب قیا شاہ بھی تھے، جب حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں آئے تو یہ دونوں آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے ہاتھ پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بیعت کی، اسد الدین شیر کوہ خادموں کے مانند شیخ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور اس کے دل میں دیار مصر کی بادشاہت کا خیال گذر رہا تھا، حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے سر کو الٹا کر فرمایا اے اسد الدین! اللہ کی مدد سے جلد ہو جائے گا، اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی

﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾

(کتنی ہی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب ہو گئیں)

چنانچہ بحکم خدا اس آیت کا مضمون ظاہر ہوا اور اسد الدین شیر کوہ نے ۵۶۳ھ ہجری ماہ ربیع الاول میں دو ہزار سوار کے ساتھ مصر پر حملہ کیا کفار فرنگ اور مصریوں نے اگرچہ سخت مقابلہ کیا لیکن اسد الدین شیر کوہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا اور جم کر حیدری حملہ کیا، تو حق تعالیٰ نے فتح و ظفر اس کو عطا فرمائی، اور کافروں کی ایک بڑی جماعت ماری گئی، اور بہت سے قید ہوئے اور یہ واقعی عجائبات سے تھا کہ دو ہزار سواروں نے ایک لشکر جرار کو شکست دی، غرض اسد الدین شیر کوہ اسکندریہ کا مالک ہوا، اور کفار فرنگ مصر سے باہر نکالے گئے اور حضرت حق جل و علا نے حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی کرامت ظاہر فرمائی۔



الب خان کے لئے پیشین گوئی

الب خان بھی بیعت کے بعد حضرت والا سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایستادہ تھا اور اس کے دل میں گذر رہا تھا کہ دین کی نصرت اور مسلمانی سلطنت مجھے اور میری ذریت کو حاصل ہو، حضرت سید رفاعی رضی اللہ عنہ بذریعہ کشف اس کے دلی خیال پر بھی خبردار ہوئے اور فرمایا "اِصْبِرُ سَیَکُوْنُ مَامَرَّ بِخَاطِرِكَ اِنْ شَآءَ اللّٰہ" یعنی صبر کر، وہ خیال جو تیرے دل میں گذر رہا ہے انشاء اللہ پورا ہوگا، ابن انجب کہتے ہیں یہ کرامت بھی ضرور ظاہر ہوگی، اسلئے کہ اولیاء متمکنین کا وعدہ الہام الٰہی ہے ﴿وَعْدَ اللّٰہِ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ (اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے) فقیر یعنی مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ یہ کرامت بھی ظاہر ہوئی، سلاطین آل عثمان ابن ارطغرل (نصرھم اللّٰہ تعالیٰ الی یوم التناد) کا سلسلہ اسی سلیمان شاہ ابن الب قیا شاہ کے سلسلہ سے ظاہر ہوا ہے، چنانچہ یہ حالات مفصلاً تاریخ میں موجود ہے۔ والحمد للّٰہ رب العلمین۔

آپ کا مقام شیخ عقیل بنجی کی نظر میں

'تریاق المحبین' میں لکھا ہے کہ شیخ ولی کبیر ابوالبرکات شیخ عقیل بنجی فرماتے

تھے سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ پر خدا کی محبت ہے اور گویا میں سنتا ہوں خدا کے محشر کے فرمان کو کہ فرمائے گا کہ اے گروہ اولیاء! کیا پیش کر سکتا ہے تم میں سے کوئی وہ جو کچھ کہ پیش کیا احمد نے، اس نے دعویٰ کو ترک کیا، اور تقویٰ کو اپنے لئے لازم جانا اور شطح اور افتخار سے کنارہ کشی کی، عجز وانکساری کو اپنا لباس بنایا اور ناز اور تعلّی کو مٹایا، مسکنت و نیاز کو اپنی نفس کی صفت بنائی، آگاہ ہو جاؤ وہ ایک ایسا بندہ ہے جو عبودیت کا حق بجالایا، جس نے حد شریعت کو پہچانا اور اس سے تجاوز نہ کیا، جس نے ربوبیت کی عظمت کو جانا اور اپنے آپ کو اپنے مولیٰ کے دروازے پر زاری کے ساتھ ڈالا، اور قسم ہے ذات پاک کی حقیقتاً سید احمد اسی خطاب کے لائق ہے، اس لئے کہ باوجودیکہ مراتب اعلیٰ پر پہنچے ہیں لیکن مقام ادب سے دور نہ ہوئے، اور قافلوں پر سبقت کی لیکن اپنی منزل سے آگے نہ بڑھے، اس میدان کے دوسرے شہسوار مراتب پر پہنچنے کے بعد دعوؤں میں مشغول ہوئے سبحان اللہ و بحمدہ، وہ سابق ہیں زماناً متاخر ہیں، اور وہ ایسے متاخر ہیں کہ رتبۃً سابق ہیں، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی جو حق تعالیٰ نے مخلوق کی رہنمائی کے لئے پیدا کی تاکہ اس کے سبب سے سلطان حق کا عرفان حاصل ہو

﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾

(اور ایسی ہی چیز کے لئے عمل کرنے والے عمل کریں)

آپ کے متعلق شیخ عزالدینؒ کا قول

اور یہ بھی 'تریاق المحبین' میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ عزالدین نے طویل گفتگو کے بعد مجھے فرمایا اے تقی الدین ہم کو صحیح سند سے اور زیادہ صحیح کسی ولی کی کوئی کرامت نہیں پہنچی مگر سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی کرامت، ان کی کرامت اور ان کی ولایت درجہ تواتر پر پہنچی ہے اور وہ بلاشک اپنے زمانہ میں اکمل ہے اگر کوئی ضد اور مخالفت کرے اور کھلی ہوئی بات پر تجھ سے جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دے ﴿ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ اور فرمایا کہ کوئی بھی شیخ سید ابوالوفاء اور شیخ منصور رضی اللہ عنہما کے بعد نہیں ہے مگر یہ کہ سید احمد کو اس پر بیعت مشیخت کا حق حاصل ہے، ایک بار یا دو بار یا تین بار، اور ان لوگوں پر کہ سید احمد کو مشیخت کا حق حاصل ہے وہ شیخ احمد زعفرانی، شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ احمد زاہد، شیخ عدی بن مسافر، شیخ عبدالرزاق حسینی واسطی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، ان بزرگوں نے جلالت قدر کے باوجود دو مرتبہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، ایک مرتبہ واسط میں نہر دجلہ پر جس دن درخت پر توجہ ڈالی گئی تھی اور جو سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی توجہ سے زمین اور پانی کو چیرتا ہوا اس کنارے سے اس کنارے پر آیا تھا، دوسری مرتبہ حرم نبوی (علی ساکنہا الف الصلوۃ والسلام)

میں بیعت کی جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک باہر نکلا تھا اور اس وقت اس جماعت میں میرے جد عمر ابو الفرج فاروقی بھی حاضر تھے اور آنحضرت کی مجلسِ مبارک کی ایک جماعت کی زیارت سے مشرف ہوا میں۔

آپ کا خاندان ونسب

سید شریف تاج الدین بن محمد بن زہرہ الحسینی نقیبِ حلب اپنی کتاب 'غایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلویہ المحفوظۃ من الغبار' میں جو فاطمہ ہاشمیہ کے انساب کے فن میں تالیف کی ہے اور جس میں سادات حسینین کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سادات حسینیہ میں مقدم خانوادۂ بنی الرضا اور بنی المرتضیٰ ہیں اور علے الاطلاق بنی المرتضیٰ میں بہترین رفاعی خاندان ہے اور سادات حسینیہ میں یہ صاحب عظمت ہیں اور اسی سلسلہ کی عبارت ذیل میں کہ ہم اس کو بحروفھا نقل کرتے ہیں ذکر کیا گیا ہے:

"وھی ھذہ والرجل الذی شاد شرفھم واحکم مجدھم وبیض وجھه الشرف العلوی ووتد دعائم المجد النبوی واحیا السیرۃ الحیدریۃ بعد اندراسھا وجلا عزۃ مفاخر النبویۃ بعد انطماسھا ھو القطب الاعظم ذوالمھنج الاقوم سیدنا الشریف الجلیل امام اھل البیت فی زمانه وسلطان العارفین فی اوانه

احمد الرفاعی رضی اللّٰہ عنہ بن علي بن یحییٰ نقیب البصرۃ المغربی ابن ثابت بن حازم بن احمد بن علي بن رفاعۃ الحسن المکی ابن المھدی بن ابی القاسم محمد بن الحسین بن احمد الا کبر بن موسٰی ثانی ابن ابراھیم المرتضٰی ابن موسٰی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علي بن حسینؓ بن علي علیھم السلام والرضوان ولد بِاُمّ عُبیدۃ ومات بھا وعاش ستا وستین سنۃ وتوفی سنۃ ثمان وسبعین وخمس مائۃ ولم یکن فی زمانہ مثلہ ولا من یساویہ فی منزلتہ جاھا و رفعۃً ومقاما وکان یلقب بذی المجدین وصاحب الحسبین وابی العلمین وعلم الھدی رضی اللّٰہ عنہ ۔(انتھٰی)

اور وہ شخص جس نے ان کے لئے شرف کو بلند کیا اور ان کی بزرگی کو مضبوط کیا اور شرف علوی کے چہرے کو روشن کیا اور نبوی بزرگی کے ستونوں کو گاڑ دیا، اور سیرت حیدری کو اس کے مٹ جانے کے بعد زندہ کیا اور مفاخر نبویہ کو اسکے متغیر ہونے کے بعد روشن کر دیا وہ قطب اعظم بہت سیدھے طریق والا ہے، ہمارے سردارِ جلیل اپنے زمانہ میں اہل بیت کے امام، اپنے وقت میں عارفوں کے سلطان، احمد رفاعی رضی اللہ عنہ ہیں، جو نقیب بصرہ علی بن یحییٰ مغربی کے بیٹے اور وہ ثابت کے اور وہ حازم کے اور وہ احمد کے اور وہ علی کے اور وہ رفاعہ

حسن مکی کے اور وہ مہدی کے اور وہ ابی قاسم محمد کے اور وہ حسین کے اور وہ احمد اکبر کے اور وہ موسیٰ ثانی کے اور وہ ابراہیم مرتضیٰ کے اور وہ موسیٰ کاظم کے اور وہ جعفر الصادق کے اور وہ محمد باقر کے اور وہ زین العابدین علی کے اور وہ حسین کے اور وہ علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، جوام عبیدہ میں پیدا ہوئے اور وہیں انتقال ہوا، چھیانسٹھ سال کی عمر پائی اور ۵۷۸ ہجری میں وفات پائی، اوران کے زمانہ میں کوئی ان کے مثل نہیں تھا اور مقام اور بلندی اور حالات کے اعتبار سے ان کے مرتبہ میں کوئی شخص برابری نہیں کر سکتا تھا، اور وہ ذوالجدین اور صاحب الحسبین اور ابوالعلمین اور علم الہدیٰ کے ساتھ ملقب تھے (انتہیٰ)۔

علی ابن علیبۃ کا واقعہ

'روضۃ الناظرین' میں ہے کہ امام حدادی 'ربیع العاشقین' میں لکھتے ہیں کہ شیخ جمعہ بن آدینہ نے شیخ نجم الدین احمد بن علی قدس سرہ سے روایت کی ہے کہ یدبین میں ایک شخص علی بن علیبۃ، شیخ مکی طستانی قدس روحہ کے اصحاب سے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات غسل جنابت کے لئے دریا پر گیا تا کہ غسل کروں، جب میں دریا پر پہنچا اور غسل وغیرہ کر کے باہر نکلا تو لباس پہنا اور سو گیا، خواب میں دیکھا کہ اطراف قصطبا خیمے، سرا پردے،

ڈیرے، تنبو لگے ہوئے ہیں، شیخ علی بن علیبۃ کہتے ہیں جب میں سراپردے کے قریب پہنچا اور اندر داخل ہوا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ خیمے اور سراپردے کا انتظام کس کے لئے ہے؟ لوگوں نے جواب دیا اس جگہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں، یہ سن کر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا، اور عرض کیا السلام علیك یارسول اللّٰہ ارشاد فرمایا وعلیك السلام یا علي میں نے عرض کیا حضور کس طرف کے سفر کا ارادہ ہے اور کس کا نصیب اس سعادت سے سرفراز ہوگا؟ ارشاد فرمایا احمد بن ابی الحسن الرفاعی کے دیکھنے کے لئے ام عبیدہ جارہا ہوں، میں نے عرض کیا لوگ تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کے لئے جارہے ہیں، فرمایا کیا تو نے حج کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! کیا ہے یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا سر اونچا کر اور دیکھ، میں نے سر اونچا کیا اور دیکھا تو کعبہ شریفہ کو دیکھا کہ وہ بھی چل رہا ہے، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آگاہ ہو کہ ہم اور کعبہ ان کی زیارت کے لئے جارہے ہیں اور تم بھی چلو، اس خواب کے دیکھنے کے بعد علی ابن علیبۃ بیدار ہوئے اور برہنہ سر اور برہنہ پا کمر بستہ یدیبین کے راستوں میں آواز دیتے تھے اور کہتے تھے ام عبیدہ کی زیارت کو چلو جو آدمی ام عبیدہ کی زیارت کرنا چاہتا ہے اسکو چاہئے کہ جلد روانہ ہو جائے، لوگ علی بن علیبۃ کی آواز سن کر بیدار ہوئے اور اپنے گھروں سے باہر نکلے اور

علی بن علیبہ کے حال کو دیکھ کر کہا کہ یہ دیوانہ ہو گیا ہے، علی بن علیبہ نے کہا واللہ! میں دیوانہ نہیں ہوا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام اور کعبہ شریفہ کے ساتھ زیارت کے لئے ام عبیدہ تشریف لے جا رہے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ اپنی جماعت کے ساتھ ام عبیدہ کو روانہ ہو جاؤں، غرض علی بن علیبہ ام عبیدہ پہنچے اور سید احمد قدس سرہ کی آستانہ کی ملازمت و خدمت اختیار کی اور اسی جگہ رحمت الٰہی کو پہنچے۔

شیخ محمد بن الصغار بغدادیؒ کا خواب

'تریاق المحبین' میں ذکر کیا گیا ہے شیخ عارف یحییٰ مظفر ابن الامام الکامل علی بن نعیم بغدادی المعروف بابن الخیر کہتے ہیں کہ شیخ محمد بن الصغار بغدادی نے (جو شیخ عارف عمر ابوحفص شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے اصحاب سے تھے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سید احمد (رضی اللہ عنہ) اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا شہاب الدین رجل ہیں، یا یہ فرمایا کہ شیخ اور مرشد ہیں، اور عبدالقادر عاشق صادق ہیں اور احمد رفاعی ہمارے محبوب اور امت کے شیخ ہیں، میں نے عرض کیا آپ فرمائیں تو سید احمد رفاعی کے ہاتھ پر بیعت کی تجدید کر لوں؟ ارشاد فرمایا

"المسلمون عیال علیہ" (مسلمان ان کے نزدیک عیال کے برابر ہیں)

شیخ المشائخ عبدالسمیع ابن ابوتمامؒ کا قول

'تریاق المحبین' میں ہے کہ شیخ المشائخ عبدالسمیع ابن ابوتمام ہاشمی واسطیؒ کہتے ہیں، من تمذهب بمذهب الصحابة وحفظ مودة القرابة و تلمذ للسادة الرفاعية فقد اتقن طريق الوصلة وامن من غوائل النفس وما زلّ عن طريقة الله تعالىٰ، (جس نے صحابہ کے طریقے کی پیروی کی اور قرابت کے تعلق کی حفاظت کی اور جس نے سادات رفاعیہ کی تابعداری کی پس وہ وصول الی اللہ کے طریقے پر مضبوط ہوا اور اس نے امن حاصل کیا نفس کی گمراہیوں سے اور نہیں پھسلا اللہ کے راستہ سے)

شیخ الحفاظ احمد عزالدین الفاروقی الواسطیؒ کا قول

صاحب 'تریاق المحبین' کہتے ہیں میں نے ایک دن اپنے شیخ امام العلماء والمحدثین شیخ الحفاظ احمد عزالدین الفاروقی الواسطی سے (جو اولیاء مشہور میں ہیں) سید احمد رضی اللہ عنہ کی بلندی مرتبہ کا سبب دریافت کیا، تو فرمایا اس کا سبب سید احمد رفاعی کا ادب محمدی کے مقام پر متمکن ہونا ہے اور جناب حضرت نبوی کے سنن کا خلوص کے ساتھ متبع ہونا ہے، اس کے علاوہ آپ کے قلب کا

انانیت اور شطحیات کی آلودگی سے اور سکر وتجاوز کی بلا سے الگ رہنا ہے، اور خود بینی کے عیب سے نفس کو سلامت رکھنا ہے، علائق نفسانی سے اور موانعات شرعی سے بلکہ جملہ عیوب نفس سے پرہیز کرنا ہے، سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ عیوب سے اس طرح الگ ہیں جس طرح بدن کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتے ہیں اور اس کے بعد کہا ولدی ہم شیوخ کی صحبت میں پہنچے اور جن شیوخ کو نہیں دیکھا تو ان کے اصحاب کے پاس پہنچے، مریدوں کے اخلاق وعادات پڑھے اور حق وباطل کو شریعت کی کسوٹی پر کسا، مگر صحابہ اور اہل بیت کے بعد جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کسی ولی کو زیادہ بہتر اور منزلت میں اعلیٰ منزلت اور خلق میں زیادہ اچھا خلق والا سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے سوا نہیں دیکھا، اگر عوام کے فہم کا خیال نہ ہوتا تو تجھ سے چند ایسی باتیں کہتا جس سے تیرے کانوں کو تعجب ہوتا اور جس سے تیرے فہم وادراک سست ہو جاتے، حق تعالیٰ نے سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ مرتبہ، اعلیٰ مشرب، سلطنت اعظم، مقام اکرم، حال اکمل اور سلوک افضل عنایت کیا تھا، آپ امر دین کے مجدد اور اپنے جد سید المرسلین کے نائب تھے، اگر وہ نہ ہوتے تو طریق حق اس زمانہ میں گم ہو جاتا، اس لئے کہ لوگ شطح وافتخار والوں کے گرویدہ ہو گئے تھے، اور عجز ومسکنت کے مقام سے دور جا پڑے تھے، نبی مختار آل ابرار اصحاب اخیار کے اخلاق کو یکلخت چھوڑ چکے تھے، اگر سید احمد رفاعی کا خلق ظاہر نہ ہوتا

اور آپ کی انکساری کی عادت سے اور پیروی سنت رسول سے برکت حاصل نہ کی جاتی تو ایسا زمانہ آ گیا تھا کہ قریب تھا جو باتیں دین میں داخل نہ تھیں داخل ہو جاتیں اور جو عقائد کتاب وسنت کے خلاف تھے ظاہر ہو جاتے، فجزاه اللّٰه عن امة جده سيد الانبياء خير الجزاء وجزاه اللّٰه عن السنة والشريعة المحمدية والطريقة المرضية خيراً۔

پس اللہ تعالیٰ انہیں ان کے جد سید الانبیاء کی امت کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرماوے اور طریقت حقہ اور شریعت اور سنت محمدیہ کی طرف سے بھی۔

آپ کی وفات کا حال

اب ہم حضرت والا کی وفات کا ذکر کرتے ہیں 'ارشاد المسلمین' میں لکھا ہے کہ مرض اسہال آپ کا مرض وفات تھا، اور آپ ایک ماہ سے زیادہ بیمار رہے، آپ جتنی مرتبہ بیت الخلاء میں جاتے تھے اتنی ہی مرتبہ تازہ وضو کرتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے تھے، اس مرض کی وجہ سے آپ کا جسم نہایت ضعیف ہو گیا تھا اور کمزوری اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ جو آدمی حجرۂ مبارکہ میں جاتا اور آپ چادر اپنے اوپر ڈالے ہوتے تو دفعۃً نہیں جان سکتا تھا کہ آپ چادر کے نیچے ہیں، جس طرح کہ شیخ ابن نصر اور شیخ یعقوب سے اور آپ کے سچے متبعین اور ثقہ لوگوں کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے کہ شیخ ابن الذکی

مرض موت میں آپ کی زیارت کے لئے آئے اور حجرہ میں داخل ہوئے اور بیٹھے تو یہ نہ جان سکے کہ حضرت حجرہ میں ہیں، جب خود حضرت والا نے ان کو سلام کیا تو وہ حضرت کی آواز سنتے ہی گھبرا کر اٹھے دست بوسی کی اور روئے اور عرض کیا سیدی! وجود شریف سے کچھ باقی نہیں رہا ہے، فرمایا ہاں وہی رہے گا اور وہی مقصود ہے، آپ کے خادم شیخ سعید عبید نے کہا سیدی! یہ تمام فضلہ کہاں سے باہر نکلتا ہے حالانکہ آج بیس روز ہوئے ہیں کہ حضرت نے کوئی چیز نہ تو کھائی ہے اور نہ پی ہے، تیس مرتبہ سے زیادہ قضائے حاجت کے لئے جاتے ہیں، فرمایا اے سعید! وہ گوشت کہ دنیا سے حاصل کیا ہے، حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جب اس کے حضور پہنچوں گا تو دنیا کے گوشت سے کچھ بھی مجھ میں نہیں رہے گا، اب وہ تمام گوشت خارج ہو چکا ہے صرف مغزِ استخواں رہ گیا ہے آج وہ بھی نکل جائے گا اور کل آرام کروں گا، اس کے بعد فرمایا "**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**" کل کا دن یوم مشہود یعنی حاضری کا دن ہوگا، کل کا دن مطلوب سے طالب کی لقاء کا اور محبوب سے حبیب کی لقاء کا دن ہوگا اور ہم مراد پر پہنچ جائیں گے، اس کے بعد دو تین مرتبہ سفید رنگ والی چیز براز میں خارج ہوئی اور اسہال بند ہو گئے، باوجود اس تمام تکلیف کے کبھی آپکی زبان سے آہ نہ نکلی اور آپ رب العالمین کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔

شیخ یعقوب کہتے ہیں جب حضرت والا کے وصال کا وقت قریب پہنچا تو

آپ کسی چیز کے مالک نہیں رہے تھے، صرف وہ ایک بوریا رہ گیا تھا جس پر آپ سوتے تھے، اور ایک چادر کہ اس پر نماز پڑھتے تھے، اور ایک نعلین اور ایک زنبیل کہ اس میں روٹی کے خشک ٹکڑے تھے، ایک دن میں آپ کے حجرہ میں داخل ہوا، میں نے دیکھا آپ روتے تھے، اور افسوس کرتے ہوئے کہتے تھے، **واخجلتاه من الله سبحانه ومن نبيه صلى الله عليه وسلم** (اللہ سبحانہ اور اس کے نبی کی طرف سے بڑی شرمندگی) میں نے عرض کیا کہ یہ تمام تأسف اور گریہ کیوں ہے؟ فرمایا اے یعقوب! اس چیز کی وجہ سے کہ اپنے بعد چھوڑ کر رخصت ہوتا ہوں اور کل خدا کے حضور میں میری پشت پر اسکا بوجھ ہوگا، اے یعقوب! میں شرم رکھتا ہوں تو اسی وقت جا، نعلین کو فقراء میں سے کسی کو دے دے اور چادر کو بھی اس درویش کو دے دے جو اس کا مستحق ہو، اور محتاجوں کو یہ روٹی کا زنبیل بخشدے اور اس دارِ دنیا میں میرے نام سے کچھ مت چھوڑ، ایسا نہ ہو کہ میرے بعد لوگ کہیں کہ یہ احمد کی ملک سے ہے، صرف یہ بوریا کہ جس پر میں لیٹا ہوا ہوں اس کو میرے بعد کسی ایسے فقیر کو دے دینا جو اس کی احتیاج رکھتا ہو، اور ایسا نہ کرنا کہ کل مجھے خدا کے حضور میں شرمندہ ہونا پڑے، میرے گناہوں کا بوجھ میرے لئے کافی ہے ایسا نہ ہو کہ دوسرے بوجھ کے نیچے دبنا پڑے، اس وصیت کے بعد آپ بہت روئے، میں اسی وقت اٹھا اور مبارک فرمان کے موافق ہر چیز اس کے مستحق کو پہنچادی، اس کے بعد

دوسرے روز آنحضرتؓ کا وصال ہوا، آنحضرتؓ کا آخر کلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا اور بس۔

حضرت سید احمدؒ کا سن اور تاریخ وفات عز الدین فاروقی نے 'ارشاد المسلمین' میں اور امام برزنجی نے 'اجابۃ الداعی' میں اور عارف شعرانی نے 'طبقات' میں اور فاروقی نے 'عقود جوہریہ' میں اور علامہ تیر نے 'مقدمات برہان مؤید' میں جمادی الاولی کی بارہ تاریخ اور ۵۷۸ ہجری لکھا ہے اور امام مجتہد عبد الکریم الراضی نے 'سواد العینین' میں اور حافظ واسطی نے 'تریاق المحبین' میں اور امام شعرانی نے 'نور احمدی' میں اور مولانا مرشدنا سید ابو الھدی آفندی نے 'تنویر الابصار' میں جمادی الاولی کی بائیس تاریخ کہی ہے، مگر فقیر کے نزدیک جمادی الاولی کی بارہ تاریخ اقرب بالصواب ہے، اور سیدنا الشیخ العارف باللہ تعالیٰ السید سراج الدین قدس سرہ نے ولادت کی تاریخ اور سال حیات اور سال وفات کی تاریخ اس ایک بیت میں جمع کی ہے۔

ولادته بشری (۵۱۲) ولله عمره (۶۶)

جاء ته بشری الله بالقرب والزلفی (۵۷۸)

اور اس عربی بیت کا ترجمہ فارسی میں اس طرح کیا گیا ہے۔

سال میلادش بود بشرے وللہ عمرہ

گشتہ بشری اللہ سال وصل آن پاکیزہ خو

آپ کا طریقہ، اخلاق وعادات

طریقہ عَلِیَّہ رفاعیہ کی عظمت صاحب طریقہ کے حال سے سمجھنا چاہئے 'ارشاد المسلمین' میں ذکر کیا گیا کہ حضرت سلطان العارفین کا طریقہ کتاب و سنت پر عمل کرنا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنا تھا، حضرت سلطان العارفین محمدی القدم، محمدی المشرب، محمدی الحال، محمدی الطّور تھے، افراط وتفریط سے الگ رہ کر میانہ روی کو پسند کرتے تھے اور فرماتے تھے نحن امۃ وسط، حق کے پیرو تھے حق کے مقابلہ میں نفس اور اہل و ولد سے گذر جاتے تھے اور فرماتے تھے میرے نزدیک خویش وبیگانہ شریعت الٰہی میں یکساں ہیں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جو شخص نفس کی پیروی کے لئے خدا کی پیروی کو چھوڑ دیتا ہے گمراہ ہے اور اس کا کام گمراہی ہے اور فرماتے تھے "طریقی دین بلا بدعۃ وعمل بلا کسل ونیۃ بلا فساد وصدق بلا کذب وحال بلا ریاء ومقام بلا دعویٰ واتکال علی اللّٰہ تعالیٰ" (میرا طریق دین ہے اس میں بدعت نہیں اور عمل ہے اس میں سستی نہیں اور نیت ہے جس میں فساد نہیں اور سچائی ہے جس میں جھوٹ نہیں اور حال ہے جس میں ریا نہیں اور مقام ہے بغیر دعویٰ کے اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہے) اور ان کی عادت شریفہ یہ تھی کہ چھوٹوں بڑوں کو یاسیدی کے ساتھ خطاب کرتے تھے

اور اہل شطح اور اہل غلو کی صحبت سے منع فرماتے تھے، اور بڑی بڑی باتوں اور لمبے چوڑے دعوؤں سے روکتے تھے اور فرماتے تھے ان لوگوں کی مثال لٹیروں کی سی ہے ان سے دور رہنا چاہئے اور ان لوگوں کو برا جانتے تھے جو ہمہ اوست کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ بدعت میں پڑ گئے ہیں، ان لوگوں کی صحبت سے اس طرح بھاگنا چاہئے جس طرح شیر کی دوستی سے بھاگتے ہیں فرماتے تھے طالب مولیٰ کو چاہئے کہ اپنے اقوال اور اپنے افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت پیدا کرے حضرت والا کا ملفوظ ہے:

"فاتبع ولا تبتدع فان تبعت بلغت النجاة وسلمت وان ابتدعت هلكت وسئمت"

(تابعداری کر اور بدعت مت کر اگر اتباع کی تو نے نجات پر پہنچے گا اور سالم رہے گا اور اگر بدعت کی تو نے تو ہلاک ہوگا اور ناپید ہو جائے گا)

حضرت والا کی عادت شریفہ وحدت گزینی اور خلوت نشینی کی تھی، ذکر الٰہی کی مداومت کے لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے لئے اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے حکم فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ تدبر و تفکر کے ساتھ تلاوت کرو، تہجد کے جاری رکھنے کی سخت تاکید کرتے تھے، بہت کھانے بہت بولنے اور بہت سونے سے منع کرتے تھے اور مباحات کی استعمال کی کثرت سے بھی روکتے تھے۔

سیدنا احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات

ہم تبرکا حضرت والا کے ملفوظات شریفہ سے تھوڑے ملفوظات پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس رسالہ میں اصل عبارت مع ترجمہ 'رحیق الکوثر' سے نقل کرتے ہیں۔

(۱) اقرب الطرق إلی اللّٰه الإنکسار والذل لِلّٰهِ والشفقة علی خلق اللّٰه والتمسك بسنة سیدنا محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔

(۱) اللہ کی طرف قریب تر راستوں میں اللہ کے لئے عاجزی اور ذلت ظاہر کرنا ہے اور خدا کی مخلوق پر شفقت بجالانا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف ہاتھ بڑھانا ہے۔

(۲) العقل ماعقل الناس واوقفها عند حدها فی اخذها وردها۔

(۲) عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دیتی ہے اور اس کو اس کی حد پر ٹھہرا دیتی ہے کسی چیز کے لینے اور رد کر دینے میں۔

(۳)طریقی جمع الهمة وحضور القلب والأدب مع الخالق والمخلوق۔

(۳) میرا طریقہ ہمت کا جمع رکھنا اور قلب کا حاضر رکھنا ہے اور خالق اور مخلوق

کے ساتھ ادب کے ساتھ رہنا ہے۔

(۴) طریقنا ان لا نسئل ولا نرد ولا ندخر۔

(۴) ہمارا یہی طریق ہے کہ نہ سوال کرتے ہیں ہم اور نہ رد کرتے ہیں اور نہ جمع کرتے ہیں۔

(۵) حال الرجل اصحابه۔

(۵) انسان کے حال کی جانچ اس کے دوستوں سے ہوتی ہے۔

(۶) افضل العمل ماقارنه العلم۔

(۶) سب سے افضل عمل یہ ہے کہ علم کے ساتھ ہو۔

(۷) کل طریقة خالفت الشریعة زندقة۔

(۷) جو راستہ شریعت کے خلاف ہے وہ گمراہی ہے۔

(۸) الدعوی رعونة لایحتملها القلب فیلقیها الی اللسان فینطق بها لسان الاحمق۔

(۸) دعویٰ کرنا رعونت کی علامت ہے، جب دل اس کو برداشت نہیں کرتا ہے تو زبان پر لاتا ہے، احمق کی زبان اس کو ظاہر کرتی ہے۔

(۹) ادب قلیل خیر من عمل وعلم کثیر بلا ادب۔

(۹) تھوڑا ادب بہتر ہے ایسے بہت علم وعمل سے جس میں ادب نہ ہو۔

(۱۰) الرجل المتمکن فعال غیر قوال۔

(۱۰) صاحب وقار کرتا ہے کہتا نہیں ہے۔

(۱۱) لا تجعل رواق شيخك حرماً وقبره صنماً وحاله دف المكدية۔

(۱۱) مرشد کے رواق کو حرم اور اس کی قبر کو صنم اور اس کے حال کو فقیروں کا دُف مت بنا۔

(۱۲) الرجل من يفتخر شيخه لا من يفتخر بشيخه۔

(۱۲) مرد وہ ہے کہ اس کا مرشد اس پر فخر کرے نہ وہ کہ شیخ کے علو مرتبت پر فخر کرے۔

(۱۳) هذه الطريقة لاتورث عن الأب والجَد إنما هي طريقة العمل والجِد والوقوف عند الحد وذر الدموع على الخد والأدب لِلّٰهِ تعالٰی۔

(۱۳) یہ طریقہ باپ دادا کی میراث کا نہیں ہے، طریقہ یہ ہے کہ عمل اور کوشش کی جائے، اپنی حد پر ٹھہرے، اور رخسار پر آنسو بہائے، اور خالق کے ساتھ ادب سے پیش آئے۔

(۱۴) لا تعتبروا لمسلم الا بالانصاف فمن انصف فهو مسلم۔

(۱۴) مسلمان کی جانچ کرو مگر انصاف کے ساتھ، جو آدمی اپنے نفس سے انصاف کرتا ہے وہ مسلم ہے۔

(۱۵) لا ینصح الا من یتوسم فیه مخائل القبول۔

(۱۵) جس آدمی میں قبولیت کے آثار پائے جاتے ہیں وہ نصیحت قبول کرتا ہے۔

(۱۶) حاسدك لا یرضی عنك ابداً۔

(۱۶) تیرا حاسد ہرگز تجھ سے راضی نہ ہوگا۔

(۱۷) الرجل من تظهر اثاره بعده۔

(۱۷) مرد وہ ہے کہ اس کے آثار اس کے بعد باقی رہیں۔

(۱۸) استحسان الکون علی العموم نور واستحسانه علی الخصوص ظلمة۔

(۱۸) تمام مصنوعات عالم کو بہتر سمجھنا چاہئے، بعض کا پسند کرنا اچھا نہیں ہے۔

(۱۹) اقرب الاشیاء من المقت رؤیة النفس۔

(۱۹) برائی سے قریب کرنے والی شئ خود بینی ہے۔

(۲۰) کن ذنبا ولا تکن داسا فان الضربة اول ما تقع فی الراس۔

(۲۰) عاجزی کر سرکشی مت کر کہ خود بینی اول ضرب ہے جو سر پر پڑتی ہے۔

(۲۱) من رای اعرف منه ولا یستفید ترفعا فهو جاهل مبعود۔

(۲۱) جو شخص دوسرے کو اپنے سے زیادہ عالم پاکر فائدہ نہیں اٹھاتا ہے وہ جاہل مبعود ہے۔

(۲۲) العزّ بالذل والشرف بالقناعة والعلم بالتواضع۔

(۲۲) عزت خاکساری سے، شرف قناعت سے، علم تواضع سے حاصل ہوتا ہے۔

(۲۳) العجب داء وضيع تترفع عنه العقول العالية۔

(۲۳) خود بینی بیماری ہے عقلمند لوگ اس سے دور رہتے ہیں۔

(۲۴) تجارة العارفين بالدنيا والاخرة حسن الخلق اصحب الله بالموافقة والخلق بالمناصحة والنفس بالمحاربة، الخلق كلهم لا يضرون ولا ينفعون۔

(۲۴) عارفوں کی تجارت دین دنیا میں اللہ کے ساتھ موافقت کرنا ہے حسن خلق کے ساتھ اور مخلوق کے ساتھ نصیحت کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا ہے اور نفس کے ساتھ جنگ کرنا ہے، مخلوق کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے اور نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

(۲۵) حجب نصيبا لعباده فمن وقع تلك الحجب وصل اليه۔

(۲۵) خدا تعالیٰ تو بندوں سے حجابات میں ہے جو بندہ اس حجاب کو اٹھا دیتا ہے اپنے رب سے واصل ہو جاتا ہے۔

(۲۶) لفظتان ثلمتان فى الدين القول بالوحدة والشطح المجاوز حد التحدث بالنعمة۔

(۲۶) دو کلمے دین میں ناقص ہیں ایک وحدۃ الوجود کا قائل ہونا دوسرے اپنے کو بڑا سمجھنا اس طرح کہ حد سے تجاوز کر جائے۔

(۲۷) لن يصل العبد إلى مرتبة الكمال وفيه بقية من حروف انا۔

(۲۷) جس میں انانیت پیدا ہو جاتی وہ بندہ مراتب کمال پر نہیں پہنچتا ہے۔

(۲۸) رب عثرة اوصلت الحفرة۔

(۲۸) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذراسی لغزش گڑھے میں ڈال دیتی ہے۔

(۲۹) الولی اذا تجاوز حده مع اخوانه يعد في الحضرة ناقصا۔

(۲۹) ولی جب اپنی حد سے اپنے بھائیوں پر بڑھنے لگتا ہے تو حضور الٰہی میں ناقص شمار ہوتا ہے۔

(۳۰) الولاية ليست بفرعونية ولا بنمرودية قال فرعون انا ربكم الاعلٰى وقال قائد الاولياء وسيد الانبياء صلى الله عليه وسلم لست بمَلَك نزع الثوب التعالى والأمرة والفوقية ۔

(۳۰) ولایت نہ فرعونیت ہے نہ نمرودیت، فرعون نے انا ربکم الاعلٰی کہا اور قائد اولیاء اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے لست بمَلَك کہا میں فرشتہ نہیں ہوں، علویت اور افتخار اور فوقیت کا لباس اپنے جسم سے اتار ڈالا۔

(۳۱) كيف يتجرا على ذلك العارفون والله يقول ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾۔

۱۱۹

(۳۱) عارفوں کو کس طرح جرأت ہو سکتی ہے اور اللہ فرماتا ہے "اور تم الگ ہو جاؤ آج اے گنہ گارو"۔

(۳۲) ادب صحبةِ من فوقك الخدمة ومن هو مثلك الايثار والصتوة ومن دونك الشفقة والتربية والمناصحة۔

(۳۲) تم سے جو آدمی زیادہ دانشمند ہے اس کی صحبت کے ادب کا خیال رکھنا خدمت ہے اور جو آدمی تمہارے ہی طرح ہو اس کے ساتھ تواضع اور ایثار سے پیش آنا چاہئے اور جو آدمی تم سے کم ہو اس پر شفقت رکھنا چاہئے اور اس کی تربیت اور نصیحت میں کوشش کرنا چاہئے۔

(۳۳) الزهد كسر الأمل ليس بأكل الغليط ولا لبس العباء، من زهد في الدنيا وكّل الله به مَلَكاً يغرس الحكمة في قلبه۔

(۳۳) زہد امید کا توڑنا ہے نہ اچھے کھانے کھانا اور نہ اچھی عبا پہننا، جو آدمی دنیا میں زاہد بنتا ہے اللہ اس کے اوپر ایک فرشتہ قائم کرتا ہے جو اس کے دل میں حکمت ڈالتا رہتا ہے۔

(۳۴) علامة العاقل الصبر عند المحنة والتواضع عند السعة والأخذ بالاحوط وطلب الباقي سبحانه۔

(۳۴) عاقل کی علامت محنت پر صبر کرنا ہے اور کشائش کے وقت تواضع کرنا ہے اور احتیاط پر عمل کرنا ہے اور خدائے سبحانہ کی جستجو کرنا ہے۔

120

(۳۵)من اخذ الناس بقوة القاهرة ترك فی قلوبهم الضغائر علیه کیف کان ومن اخذ الناس بانکساره ترك فی قلوبهم الإعتراف له عزا وحصان۔

(۳۵) جوآدمی لوگوں سے سختی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اپنی دشمنی ان کے دل میں ڈالتا ہے اگرچہ وہ زبردست ہو، اور جوآدمی لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اپنی محبت ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اگرچہ وہ بڑے مرتبے والا ہو یا چھوٹے مرتبے والا ہو۔

(۳۶)من عدل عن الحق الی الباطل تبعاً طوی نفسه فهو لادواء للحمق ولادافع للحق ولاصحبةللمغرور ولاعهد للغادرولانور للغافل ولاایمان لمن لا عهد له۔

(۳۶) جوآدمی نفس کی پیروی کر کے خدا سے منہ پھیرتا ہے وہ باطل کی طرف مائل ہوتا ہے، اور احمق کے لئے دوانہیں اور حق کو کوئی دفع کرنے والانہیں ہے مغرور کی صحبت میں فائدہ نہیں اور مکار آدمی کے اقرار میں وفانہیں اور غافل آدمی کے دل میں نور نہیں اور عہد شکن میں ایمان نہیں ہے۔

(۳۷) من ادرع بدرع الصبر سهم من سهام العجلة۔

(۳۷) جوآدمی صبر کی زرہ پہنتا ہے شتابی کے تیروں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۳۸) کل حال تحوله فیه وکل ظاهر به ما یخفیه۔

(۳۸) حال کی تبدیلی دل کی تبدیلی پر دلالت کرتی ہے اور ہر ظاہر میں پوشیدگی ہوتی ہے۔

(۳۹) رُب علم ثمرة جهل و رُب جهل ثمرة علم۔

(۳۹) کبھی علم کا ثمرہ جہل ہوتا ہے اور کبھی جہل کا ثمرہ علم ہوتا ہے۔

(۴۰) مشكك لايفلح ودساس لايصل وكلب الدنيا لايستولى على لحم جيفتها، والله محول الاحوال۔

(۴۰) شکی فلاحیت پر نہیں پہنچتا ہے اور مکار آدمی مراد پر نہیں پہنچتا ہے اور دنیا کا کتا اس کے مردار گوشت پر قدرت نہیں پاتا ہے، خدا جل شانہ حالتوں کا بدلنے والا ہے۔

(۴۱) المشاهدة حضور القلب بمعنٰی قرب مقرون بعلم اليقين۔

(۴۱) حضور قلب کا مشاہدہ اس طرح کہ علم الیقین کے ساتھ قرب ہو۔

(۴۲) غوش اهل الدعوىٰ يتبعهم اهل النفوس لعشوشة بطلب هذه الدنيا الجائفة، واهل الذل والانكسار لله تعالٰى يتبعهم اهل القلوب الطائرة الى الله تعالٰى وحده، وقليل ما هم۔

(۴۲) دعویٰ کرنے والوں کا شور وغوغا بارگاہ الٰہی کے خاموش رہنے والوں کے مراتب کو ساقط نہیں کرتا ہے ایسے لوگوں کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں کہ ان کے قلوب اس دنیا کے طلب میں آلودہ رہتے ہیں، اور بارگاہِ الٰہی کے

خاکساروں کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو خدائے یکتا کی طرف اڑنے والے ہوتے ہیں، مگر ایسے لوگ کم ہوتے ہیں۔

(۴۳) لوعرف اهل الحجاب قصر الاقامة وطول الغيبة لما خاصبوا علىٰ هذه الجيفة احداً۔

(۴۳) اگر غافل لوگ دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی جانتے ہرگز اس ناپاک دنیا کی خاطر کسی سے دشمنی نہیں کرتے۔

(۴۴) رقيب الشبهات عشير الفسق ورقيب العثرات عشير العذر ورقيب فرصة الخير عشير الاحسان واللّٰه يحب المحسنين۔

(۴۴) شبہات کا نگہبان فاسق ہے اور عثرات کا نگہبان مکار ہے، اور فرصت خیر کا نگہبان احسان ہے اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔

(۴۵) الكريم حيي واللئيم فاجر والحسيب يقبل العذر ويقبل العثرة و يصبر اذا ابتلي۔

(۴۵) کریم صاحب حیا ہوتا ہے اور لئیم فاجر ہوتا ہے اور محاسبہ کرنے والا عذر کا قابل ہے اور خطا کا محافظ ہے اور مصیبت میں صبر کرنے والا ہے۔

(۴۶) المدعى مترفع اذا امن، متواضع اذا خاف، مداح اذا ارضى، ذمام اذا غضب، لا ميزان له فى الحالين۔

(۴۶) دعویٰ کرنے والا جس وقت بے خوف ہو جاتا ہے متکبر ہو جاتا ہے اور

جس وقت وہ صاحب خوف ہو جاتا ہے متواضع بن جاتا ہے، اور جس وقت وہ کسی سے راضی ہوتا ہے تو اس کی تعریف کرتا ہے، اور جس وقت غصہ میں آجاتا ہے تو مذمت کرتا ہے، اسی سبب سے رنج اور خوشی کی حالت میں اس کو اعتدال نہیں رہتا۔

(۴۷) خیر الأثار مااستحسن عقلا وصح نقلا ونفع الناس فی دینهم ودنیاهم۔

(۴۷) بہتر آثار وہ ہیں جو از روئے عقل مستحسن ہوں اور نقل کے اعتبار سے صحیح ہو اور لوگوں کے لئے دین دنیا میں مفید ہوں۔

(۴۸) من لم یحاسب نفسه علیٰ کل نفس ویتّهمها لم یکتب عندنا فی دیوان الرجال۔

(۴۸) جس آدمی نے اپنے ہر سانس کا محاسبہ نہیں کیا اور اپنے ہر سانس کو متہم نہ بنایا وہ ہمارے نزدیک مردوں کے دفتر میں نہیں لکھا جائے گا۔

(۴۹) الفتوة ان لایفاخر، الفتیٰ من آمن بالرحمن و بالایمان

(۴۹) جواں مردی وہ ہے کہ دوسرے پر فخر نہ کیا جائے، جواں مرد وہ ہے جو خدا پر ایمان رکھتا ہو اور جس نے اپنے ایمان سے ہدایت پائی ہو۔

(۵۰) الصدیق الذی تمکن النفس الیه ویستریح القلب معه۔

(۵۰) صدیق وہ ہے کہ دل اس سے آرام حاصل کرے اور اس کی صحبت سے

124

(۵۴) دنیا دار لوگوں نے خواہش پرستی کی اور وہ جو کچھ ان کی خواہش کے موافق تھا اس کے معتقد ہوئے اپنی طبیعت کے موافق۔

(۵۵) من لم یجعل الھویٰ عبدا ذلیلا مسخراً لدی سلطان الشریعۃ الذی شرعہ نبیہ ورسولہ ، فاین ھو من الایمان؟

(۵۵) جو آدمی خواہشات کو ذلیل غلام کے مانند تابع نہیں بناتا ہے سلطان شریعت کے نزدیک وہ دور ہے اپنے نبی اور رسول کے طریقہ سے، اور کہاں ہے اس میں ایمان؟

(۵۶) من اراد ذورق الحکم المحمدیۃ فلیلازم ھذا الباب، وان رأی موردا اعذب من موردنا فلیذھب الیہ۔

(۵۶) جو آدمی چاہتا ہے حکمت محمدیہ کی چاشنی سے فیضیاب ہو پس اس کو چاہئے کہ اس دروازہ کو لازم کرے، اور اگر اس سے بہتر کوئی جگہ دیکھے تو اس کو چاہئے کہ ادھر چلا جائے۔

(۵۷) فان اصحاب مائدۃ الکرم یغارون غیرۃ الغبطۃ ولا ینصرفون حسدا عن الحق فیخسون الناس اشیاء ھم۔

(۵۷) اصحاب مائدہ کرم شرماتے ہیں غبطہ کے طریقے سے اور ما حسد کی طرف مائل نہیں ہوتے ہیں حق کو چھوڑ کر پس کم تولتے ہیں لوگ اپنی اشیاء۔

(۵۸) عبد الدراھم لا یکون عبداً للخالق۔

دل کو آرام ہو۔

(۵۱)صديقك من حذرك الذنوب وبصرك بعيوبك واخوك من ارشدك الى اللّٰه تعالىٰ۔

(۵۱) تیرا دوست وہ ہے جو گناہ سے تجھ کو روکے اور تیرے عیب تجھ پر ظاہر کردے اور تیرا بھائی وہ ہے جو تیری خدا کی طرف رہنمائی کرے۔

(۵۲)كمين ضلوع الخاصة والعامة المحقق منهم والمبطل۔

(۵۲) ہر خاص وعام کے دل میں حق پوشیدہ ہوتا ہے خواہ ان میں محقق ہو یا مبطل۔

(۵۳)اروقةالاعمال لاتعمر بايدى الخيال لايصان حي الابمادة جامعة تلصق القلوب ببعضها وتدفع النزاع والتفرقة، وما هى الا الشرع العادل والسنة المحمدية الصالحة۔

(۵۳)اعمال کی محراب خیال کے ہاتھوں سے تیار نہیں ہوتی ہے، حفاظت زندہ نہیں کی جاتی ہے مگر مادۂ جامعہ کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ قلوب کو آپس میں ملادیں اور نزاع اور تفرقہ کو درمیان سے دور کردیں، اور مادۂ جامعہ شرع عادل اور سنت صالحہ محمدیہ ہے۔

(۵۴)سارت مركبان الناس بما ناسب اهواء هم ووقفت عقائدهم مع كل جانس طباعهم۔

125

(۵۸)درہم کا بندہ خالق کا بندہ نہیں ہو سکتا ہے۔

(۵۹)لو كان اكثر الناس عقلاء لانجلت الحجة و لو كثر الاختلاف تفخما لظهر السر و لو كتمته النفوس خدعة۔

(۵۹)اگر تمام عالم عاقل ہوتا تو حجت ظاہر نہیں ہوتی اور اگر اختلاف بڑھ جاتا ہے تو حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اگر چہ نفوس تیرے نزدیک مکر کے طریقوں کو پوشیدہ کرتے ہیں۔

(۶۰)اقرب الناس للزندقة المصونة المشغولون عن العبادات بالخوص في الكلام على الذات و الصفات۔

(۶۰)زندیق وہ آدمی ہے جو عبادت کا دعویٰ کرتا ہے اور عبادت سے خالی ہوتا ہے اور خدا کی ذات وصفات میں دم مارتا ہے۔

(۶۱)اللهم ايمانا كايمان العجائز۔

(۶۱)اے اللہ ایمان دے بوڑھی عورتوں کے ایمان کے مانند۔

(۶۲)سر مع ادب دينك الى غاية علمك و يقينك۔

(۶۲)دین میں ادب کرتا کہ پہنچے تو اپنے علم اور یقین کے درجہ تک۔

(۶۳)الولاية ادب ديني و خلق محمدی فمن تجاوزهما فقد سقط و الله الهادی الیٰ سواء السبيل۔

(۶۳)ولایت ایک دینی ادب ہے اور خلق محمدی ہے، پس جس نے دونوں

سے تجاوز کیا وہ ساقط ہوا اور اللہ ہدایت کرنے والا ہے سیدھے راستے کی۔

(۶۴) کلمة الحق حق دائمة قائمة ولو انحجب نورها بابخرة الایام ،کان الحق مستتر فی حقائق الأمور۔

(۶۴) کلمہ حق ہمیشہ قائم رہنے والا ہے، اگرچہ پوشیدہ ہوا اس کا نور زمانہ کی سیاہ چادر میں، اس لئے کہ حق پوشیدہ ہے حقائق امور میں۔

(۶۵) قل لمدعی الوحدة المطلقة انت محوذ عن غیرك بجهتك ومكانك وهو منزه عن الجهة والمكان وانت محاط بثوبك وهو بكل شئ قدیر فكذب وهمك كما كذبك وجودك لتدخل فی اعداد المؤمنین الصادقین۔

(۶۵) وحدۃ الوجود کے مدعی سے کہہ دو تو محصور ہے اپنے غیر سے اپنے لئے اور محصور ہے اپنے مکان میں اور وہ منزہ ہے جہت اور مکان سے اور تو گھرا ہوا ہے اپنے جامے میں اور وہ ہر شئی پر قادر ہے، اپنے وہم کی تکذیب کر جس طرح تیرے وجود نے تیری تکذیب کی ہے اور مومنین صادقین کے شمار میں داخل ہو [illegible]

(۶۶) صولة الباطل تختم بالوهن و وهن الحق یختم بالصولة۔

(۶۶) باطل کی قوت آخر کار ختم ہو جاتی ہے ذرا سے جھٹکے میں، اور حق کی کمزوری ختم ہوتی ہے صولت پر یعنی حق آخر میں قوت دار ہو جاتا ہے۔

(٦٧)اهل الدعوىٰ فعلهم دون قولهم واهل الكمال قولهم دون فعلهم اهل الصفا من العارفين لا يرون انفسم علىٰ غيرهم مزية تظهر الكبر ذلة مضمرة في النفس وهذا كل العجب۔

(٦٧)صاحب دعویٰ جو کچھ کہتا ہے وہ کرتا نہیں ہے، اور صاحب کمال کہتا نہیں ہے لیکن کرتا ہے، عارفوں میں سے اہل صفا کسی پر اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتے ہیں، غرور کرنے والے نفس میں پوشیدہ عجز کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ تمام عجب ہے۔

(٦٨)الحكيم لا يطغى ولا يهتك وقاره ولا ينفك عن الشرع۔

(٦٨)حکیم وہ ہے جو سرکشی نہیں کرتا ہے اور نہ اپنا وقار کم کرتا ہے اور شریعت سے تجاوز نہیں کرتا ہے۔

(٦٩)غرور الرجل بوقته طيش وغروره بعلمه جهل۔

(٦٩)انسان کا غرور غصہ کے وقت علمیت کے باوجود جہل ہے۔

(٧٠)العالم العاقل يزيد علمه بكل شئي يأخذ من اجهل الناس اشرف ما عندهٗ مما يدخل في ميزان العلم،ولا يشير علمه بشئٍ من جهله ولا يترفع عليه بعلمه الا اذاهين علمه فيقوم لاعزاز العلم ولكن بسلاح العقل۔

(٧٠)عالم عاقل وہ ہے کہ اس کا علم زیادہ ہو جہل سے، چاہئے کہ حاصل

کرے جاہلوں سے جوشی کہ ان کے پاس اچھی ہے اور وہ جو میزان عدل میں داخل ہے، اور چاہئے کہ زینت نہ دے اس شی کو جو از قسم جہالت ہو، صاحب علم پر کوئی چیز رفعت حاصل نہیں کرتی ہے اس کے علم کے سبب سے لیکن جب کہ اس کو فراموش کئے ہوئے ہو، پس ٹھہر جاتا ہے عزت علم کے لئے لیکن عقل کے سلاح کے ساتھ۔

(۱۷) اشرف البدایات الایمان، واشراف الاواسط الترقی فی مراتب الایمان، واشرف الخواتیم الحصول علیٰ الایمان الکامل، والامور بخواتیمها، واللّٰه ولی المتقین۔

(۱۷) بزرگ تر ایمان کی ابتداء ہے، اور اس کے اوساط شریف مراتب ایمان میں ترقی ہے، اور بزرگ تر خواتیم ایمان کامل کا حاصل کرنا ہے اور امور کا انجام ان کے خواتیم پر ہوتا ہے، اور اللہ متقی لوگوں کا والی ہے۔



سیدنا احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی حکمت بھری نصیحتیں

اے بزرگو!

علماء اور فقہاء کی شان اور حال کی تعظیم کرو اولیاء اور عرفاء کی شان اور حال کی تعظیم کے مانند، اس لئے کہ دونوں جماعتوں کا طریق ایک ہے، علماء شریعت ظاہرہ کے وارث اور احکامِ شریعت کے حامل اور لوگوں کو تعلیم دینے والے ہیں، واصلانِ خدا علماء کے سبب سے واصل بنتے ہیں، طریقت میں جو سعی و عمل خلاف شریعت ہو وہ مفید نہیں اگر کوئی عابد پانچ سو سال شریعت کے خلاف عبادت کرے اس کی عبادت اسی کی طرف لوٹتی ہے اور اس کا گناہ اسی کے اوپر ہے اس کی عبادت قیامت کے دن کوئی قیمت اور وزن نہیں رکھتی ہے وہ آدمی کہ جو دین کا عالم ہو خدا کے نزدیک اس کی دو رکعت نماز اس درویش کی دو ہزار رکعت سے افضل اور بہتر ہے جو اپنے دین میں جاہل ہو۔

اے بزرگو!

تم پر لازم ہے کہ تمام علماء عاملین کے حق میں نیک گمان رکھو، وہ متقی لوگ جن کو خدا کی طرف سے تعلیم ملی ہے حقیقت میں وہ لوگ اولیاء ہیں تم ان کی عزت کی حفاظت کرو، رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے "من عمل بما یعلم ورثه الله علم مالم یعلم" (جو شخص حاصل شدہ علم پر عمل کرتا

ہے تو اللہ وارث بنا دیتا ہے اس کو ایسے علم کا جس کو وہ نہیں جانتا ہے) اور یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "العلماء ورثة الانبياء" علماء انبیاء کے وارث ہیں" علماء مخلوق میں شریف تر اور لوگوں میں بزرگ تر اور حق کا راستہ بتلانے والے ہیں تم ہرگز بعض صوفیہ کی طرح مت کہو کہ ہم اہل باطن ہیں اور علماء اہل ظاہر ہیں، دین نے دونوں کو یعنی ظاہر و باطن کو جمع کیا ہے، دین کا باطن ظاہر کا خلاصہ ہے اور دین کا ظاہر باطن کا ظرف ہے یعنی اگر ظاہر نہ ہوتو باطن کا وجود نہیں، اگر علم ظاہر نہ ہوتو باطن صحیح و درست نہ ہوگا، دل بغیر بدن کے قائم نہیں رہ سکتا ہے، بلکہ اگر بدن نہ ہوتو دل فاسد ہو جاتا ہے، دل بدن کیلئے نور ہے، بعض صوفیہ جس علم کو علم باطن کہتے ہیں مراد اس سے دل کی اصلاح اور درستی ہے، اعضاء ظاہر سے عمل کرنا اور دل سے تصدیق کرنا چاہئے، اگر تمہارا دل حسن نیت اور اعتقاد کی پاکی رکھتا ہو اور ساتھ ساتھ کسی کو مار ڈالنے، چوری کرنے، زنا کرنے، شراب پینے، جھوٹ بولنے، تکبر کرنے، اور ناگفتنی باتیں کرنے کی ہی عادت رکھتا ہو تو اس وقت حسنِ نیت سے کیا فائدہ؟ اور دل کی طہارت سے کیا حاصل؟ اسی طرح ظاہراً کسی نے خدا کی عبادت کی، روزہ رکھا، عفت، صداقت، اور تواضع بجالایا، لیکن باطن میں دل میں ریا اور فساد کی باتیں رکھتا ہے تو اس وقت اس ظاہری عمل سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ پس جب ثابت ہو گیا کہ باطن ظاہر کا خلاصہ اور ظاہر باطن کا ظرف ہے تو کوئی

فرق ظاہر و باطن میں نہیں رہے گا اور ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہوگا، اس حالت میں اگر تم کہو ہم اہل ظاہر ہیں تو یہ کہنا اس کہنے کے مانند ہوگا کہ تم کہو ہم اہل باطن ہیں اور جب تم کہو ہم ظاہر شریعت کے ماننے والے ہیں اور اسکے اہل ہیں، تو مطلب یہی ہوگا کہ ہم باطن کی حقیقت کے ماننے والے ہیں، صوفیوں کی کون سی باطنی حالت ہے کہ ظاہر شریعت نے اس کے باطن کی اصلاح کے لئے حکم نہ فرمایا ہو؟ تم ظاہر و باطن میں کوئی فرق وتفریق نہ کرو یہ بیہودہ بدعت ہے، اور علماء اور فقہاء کے حقوق ترک مت کرو کہ یہ ترکِ حقوق جہالت اور حماقت ہے، علم کی حلاوت حاصل کرنا علم کی تلخی باطل کرنا اچھا نہیں ہوسکتا، یہ حلاوت بغیر تلخی کے فائدہ نہیں دیتی ہے یہی تلخی ہے کہ حلاوت ابدیہ کا نتیجہ دیتی ہے ﴿اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلاً﴾ (یقیناً ہم ضائع نہیں کرتے ہیں اجر اس کا جس نے اچھا عمل کیا) یہ قرآن شریف کی آیت تمہارے اعمال کے بدلوں پر شہادت دیتی ہے، اخلاص یہ ہے کہ تمہارا عمل خدا کیلئے ہو دنیا اور آخرت کیلئے نہ ہو، ہر حال ہر عمل اور ہر قول میں حق سبحانہ تعالیٰ پر حسن ظن ہی رکھنا چاہئے۔

اے بزرگو!

تم کہتے ہو حارث کا قول یہ ہے اور ابویزید اور حلاج کا قول اس طرح ہے، میں تم سے پوچھتا ہوں کہ یہ تمہاری حالت کیا ہوگئی ہے؟ اس سے پہلے تو

تم کہتے تھے امام شافعیؒ کا یہ قول ہے اور امام مالکؒ کا یہ قول ہے امام احمد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ اس طرح کہتے ہیں، اور اب تم دوسروں کے اقوال سے فائدہ اٹھاتے ہو؟ یاد رکھو! حارث اور ابو یزید کے اقوال کوئی کمی زیادتی پیدا نہیں کریں گے، حنفی، شافعی اور مالکی، حنبلی اقوال بہترین نجات دینے والے ہیں طریقوں میں ان لوگوں کا طریقہ بہت اقرب طریقہ ہے، علم وعمل کے ساتھ شریعت کو مضبوط تھامو، اس کے بعد علم وعمل کے مسائل مشکلہ کی طرف ہمت کا علم بلند کرو، مجلسِ علمی ستر (۷۰) سالہ عبادت سے بہتر ہے یعنی عبادت نافلہ اور جاہل کی عبادت سے، ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ ﴿هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ﴾ طریقت کے شیوخ اور میدان حقیقت کے شہسوار تم سے کہتے ہیں کہ علماء کے دامن کو پکڑو، میں تم سے نہیں کہتا ہوں کہ فلسفہ پڑھو، فیلسوف بنو، لیکن کہتا ہوں کہ شریعت کو جانو، خداوند جس کے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتا ہے اس کو دین کا عالم بناتا ہے، خدا جاہل کو ولی نہیں بناتا ہے اگر جاہل کو ولی بناتا ہے تو اس کو عالم کر دیتا ہے، ولی ہرگز اپنے دین کے طریقوں میں جاہل نہیں ہوتا، ولی جانتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ کس طرح بجالانا چاہئے، اور خدا کا ذکر کس طرح کرنا چاہئے، ولی خدا کے ساتھ معاملہ کا علم یقینی طور سے جانتا ہے، ولی اگرچہ بظاہر امی ہو لیکن حقیقتاً عالم ہوگا اس کو جاہل نہیں کہیں گے، مگر ہاں! اس وقت کہ علم مقصود یعنی دین کے

طریقہ سے ناواقف ہو، علم بدیع، علم بیان، ابیات (فن شعر گوئی) فن جدل، فن مناظرہ، درحقیقت یہ علم نہیں کہلاتے ہیں، بطریقہ اختصار کہتا ہوں کہ علم وہ ہے کہ خدا اسکے ذریعہ امرونہی فرماتا ہے، وہ علم کہ جامع اور مکمل ہے وہ علم تفسیر، حدیث اور شریعت کا علم ہے، فنون لفظیہ اور قواعد نظریہ کے واضع نے ان کو وضع کیا اور ان کا نام علم رکھا وہ فنون ہیں مگر اس لحاظ سے کہ شیئ کا جاننا علم ہے اور نہ جاننا جہل ہے ان فنون کو علم کہہ دیتے ہیں اپنے کو فنون، علم وحدۃ مطلقہ اور فلسفے اور دوسرے غیر شرعی علوم سے پھرالو اس لئے کہ یہ علوم دوزخ کی طرف لغزش پا کا سبب ہیں، خدا ہمارا تمہارا محافظ رہے تا کہ ظاہر کی حفاظت کریں، اے خدا! بوڑھی عورتوں کے مانند ایمان چاہتا ہوں میں ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ﴾ (تم اللہ کہو اور چھوڑ دو ان کو اپنی بکواس میں کھیلتے ہوئے) علماء کے ساتھ تعلقات منقطع مت کرو، ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہو، ان سے علم سیکھو، یہ مت کہو فلاں عالم نہیں ہے، اس کے علم سے کچھ حاصل کرو اور عمل کرو، اس کو اسکے علم کے ساتھ خدا پر چھوڑ دو، اولیاء رضی اللہ عنہم حکمت کو حاصل کرتے ہیں اور اس پر توجہ نہیں دیتے ہیں کہ یہ حکمت کی بات کس کی زبان سے ظاہر ہوئی ہے اور کون سے پتھر پر لکھی ہوئی ہے اور کون سے کافر سے پہنچی ہے، وہ لوگ زمین وآسمان کی پیدائش میں سوچتے ہیں اور کہتے ہیں ﴿رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً﴾ (اے ہمارے رب ان چیزوں

کو تو نے بیکار نہیں پیدا کیا ہے) اولیاء مخلوق کیلئے پل کے مانند ہیں، جو لوگ اس پل پر چلنے کی توفیق دیے گئے ہیں وہ خدا کی طرف پہنچ جاتے ہیں، اور خدا اپنی درگاہ سے ان کو نزدیک کر لیتا ہے، ایک لمحہ کے لئے ان کے دلوں کو اپنے سے محجوب نہیں ہونے دیتا ہے، اولیاء فراق کو درمیان سے خارج کر دیتے ہیں اور اسرار الٰہی کے خزانہ پر پوشیدگی کے طلسم کو قائم کر کے راتوں کو نماز میں اور دنوں کو روزہ داری میں گذارتے ہیں، بعض اولیاء پر فکر نے اور بعض اولیاء پر شکر نے غلبہ کر لیا ہے، بعض اولیاء نے متفرق کاموں کو اپنے میں جمع کر لیا ہے ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ تجارت اور لین دین اللہ کے ذکر سے ان کو غافل نہیں کرتا ہے)

میں تم کو ایک ضروری وصیت کرتا ہوں کہ دینی علم حاصل کرنے کے بعد اولیاء کے پاس جاؤ اور ان کی ہم نشینی اختیار کرو اس لئے کہ وہ تریاق مجرب ہیں، رأس المال یعنی اصل بضاعہ ان کے پاس ہے، صدق وصفا، ذوق ووفا کے وہ مالک ہیں، دنیا کو چھوڑ دینا قیامت کے خیال کو دل سے نکال ڈالنا اور اپنے آپ کو محض خدا کی طرف متوجہ کر دینا ان کو حاصل ہے، یہ باتیں درس لینے سے مجلسوں میں بیٹھنے سے حاصل اور میسر نہیں ہونگی مگر ایسے شیخ کی صحبت میں جو عارف ہو، حال وقال کا جامع ہو، اپنے کلام سے لوگوں کی رہنمائی کرتا ہو، اور اپنے حال کیساتھ اٹھتا ہو ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ

اقْتَدِهْ﴾ (یہی وہ لوگ ہیں کہ ہدایت کی ہے ان کی اللہ نے پس تم ان کے طریقہ کی پیروی کرو) شیخ کی حالت خواہ درجۂ کمال پر ہو یا درجۂ نقصان میں پشت در پشت اس کے مریدوں اور متبعین میں ظاہر ہوتی ہے، اگر شیخ کا حال درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہو تو اس کے مرید کا حال عالی ہوتا ہے اور اس کے مریدِ ناقص کا حال زائل ہو جاتا ہے اور اگر شیخ کا حال ناقص ہے تو مرید کامل کا حال ناقص ہو جاتا ہے اور مرید ناقص کا حال تو بالکل زائل ہو جاتا ہے مگر خدائے کریم اپنا احسان فرمائے اس وقت شیخ کے حال کی تاثیر نہیں ہوگی، شیخ کو ایسے حال سے بچنا چاہئے جو مرید کامل کے نقصان کا باعث ہو یا بالکلیہ مرید ناقص کے زوال حال کا سبب بن جائے، ولی کے آثار مرنے کے بعد ظاہر ہوں گے

تلك اثارنا تدل علینا فانظروا بعدنا الی الاٰثار

ہماری نشانیاں بے شک ہماری خبر دیں گی ہمارے بعد ہماری نشانیوں کو دیکھو

عجز وانکساری کرنا، دعوؤں کو چھوڑ دینا، تکبر سے دور رہنا، اللہ کی درگاہ میں اپنی ذلت کا اظہار کرنا، فقراء اور علماء سے دوستی کرنا، قضا وقدر سے موافقت کرنا تسلیم یعنی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا، رسول خدا ﷺ کی شریعت کے ساتھ دلیل لانا یہ آثار ہیں، تم ان آثار کو اپنے بعد چھوڑ و اور زمانہ پر مغرور مت ہو، اس لئے کہ زمانہ کا جاہ وحشم عارف کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے، ہاں! فخر اس وقت کرنا چاہئے جب کہ اپنا وقت عبادت میں صرف کیا جائے اور دل کی

آرزو دل سے الگ کردی جائے اور" من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامة ومن سن سنة سيئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها الى يوم القيامة "(جس نے جاری کیا اچھا طریقہ تو اس کا ثواب اس کو اور اس پر عمل کرنے والے کو قیامت تک ملتا رہیگا اور جس نے جاری کیا برا طریقہ تو اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والے کا گناہ اس کو قیامت تک ملتا رہے گا) اس حدیث پر عمل کیا جائے، سلیمان علیہ السلام کی قوم سے کوئی باقی نہ رہا، ان کا ملک گیا اور ان کی شریعت منسوخ ہوگئی، اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی شان باقی ہے اور ان کی شریعت خدا کے حکم سے منسوخ نہیں ہوگی ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ (اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ہے) سلیمان علیہ السلام کے وصف کے ساتھ ملک دیان (یعنی منتقم) کے وصف نے جھگڑا کیا اور مطابق آیۃ ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ان کا ملک زائل ہوگیا، لیکن ربوبیت کی صفت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبدیت کی مدد کی، ان کا ذکر باقی رہا اور ان کا حکم عالی ہوا ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا لوگوں سے) تم دیکھتے ہو کہ سلاطین اپنی ذریت اور اپنے مددگاروں کے ساتھ رخصت ہوگئے اور ان کے آثار تک نہ رہے، لیکن رعیت اپنے حال پر باقی ہے ربوبیت کی صفت نے بادشاہوں سے جھگڑا کیا اس لئے کہ انہوں نے صفت

اقْتَدِهْ ﴿ (یہی وہ لوگ ہیں کہ ہدایت کی ہے ان کی اللہ نے پس تم ان کے طریقہ کی پیروی کرو) شیخ کی حالت خواہ درجۂ کمال پر ہو یا درجۂ نقصان میں پشت در پشت اس کے مریدوں اور متبعین میں ظاہر ہوتی ہے، اگر شیخ کا حال درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہو تو اس کے مرید کا حال عالی ہوتا ہے اور اس کے مرید ناقص کا حال زائل ہو جاتا ہے اور اگر شیخ کا حال ناقص ہے تو مرید کامل کا حال ناقص ہو جاتا ہے اور مرید ناقص کا حال تو بالکل زائل ہو جاتا ہے مگر خدائے کریم اپنا احسان فرمائے اس وقت شیخ کے حال کی تاثیر نہیں ہوگی، شیخ کو ایسے حال سے بچنا چاہئے جو مرید کامل کے نقصان کا باعث ہو یا بالکلیہ مرید ناقص کے زوال حال کا سبب بن جائے، ولی کے آثار مرنے کے بعد ظاہر ہوں گے

تلك اثارنا تدل علينا فانظروا بعدنا الى الاثار

ہماری نشانیاں بے شک ہماری خبر دیں گی ہمارے بعد ہماری نشانیوں کو دیکھو

عجز و انکساری کرنا، دعوؤں کو چھوڑ دینا، تکبر سے دور رہنا، اللہ کی درگاہ میں اپنی ذلت کا اظہار کرنا، فقراء اور علماء سے دوستی کرنا، قضاو قدر سے موافقت کرنا تسلیم یعنی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ دلیل لانا یہ آثار ہیں، تم ان آثار کو اپنے بعد چھوڑ و اور زمانہ پر مغرور مت ہو، اس لئے کہ زمانہ کا جاہ و حشم عارف کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے، ہاں! فخر اس وقت کرنا چاہئے جب کہ اپنا وقت عبادت میں صرف کیا جائے اور دل کی

آرزو دل سے الگ کردی جائے اور" من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامة ومن سن سنة سيئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها الى يوم القيامة "(جس نے جاری کیا اچھا طریقہ تو اس کا ثواب اس کو اور اس پر عمل کرنے والے کو قیامت تک ملتا رہیگا اور جس نے جاری کیا برا طریقہ تو اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والے کا گناہ اس کو قیامت تک ملتا رہے گا) اس حدیث پر عمل کیا جائے، سلیمان علیہ السلام کی قوم سے کوئی باقی نہ رہا، ان کا ملک گیا اور ان کی شریعت منسوخ ہوگئی، اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی شان باقی ہے اور ان کی شریعت خدا کے حکم سے منسوخ نہیں ہوگی ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ (اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ہے) سلیمان علیہ السلام کے وصف کے ساتھ ملک دیان (یعنی منتقم) کے وصف نے جھگڑا کیا اور مطابق آیۃ ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ان کا ملک زائل ہوگیا، لیکن ربوبیت کی صفت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبدیت کی مدد کی، ان کا ذکر باقی رہا اور ان کا حکم عالی ہوا ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا لوگوں سے) تم دیکھتے ہو کہ سلاطین اپنی ذریت اور اپنے مددگاروں کے ساتھ رخصت ہوگئے اور ان کے آثار تک نہ رہے، لیکن رعیت اپنے حال پر باقی ہے ربوبیت کی صفت نے بادشاہوں سے جھگڑا کیا اس لئے کہ انہوں نے صفت

اقْتَدِهْ (یہی وہ لوگ ہیں کہ ہدایت کی ہے ان کی اللہ نے پس تم ان کے طریقہ کی پیروی کرو) شیخ کی حالت خواہ درجۂ کمال پر ہو یا درجۂ نقصان میں پشت در پشت اس کے مریدوں اور متبعین میں ظاہر ہوتی ہے، اگر شیخ کا حال درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہو تو اس کے مرید کا حال عالی ہوتا ہے اور اس کے مرید ناقص کا حال زائل ہو جاتا ہے اور اگر شیخ کا حال ناقص ہے تو مرید کامل کا حال ناقص ہو جاتا ہے اور مرید ناقص کا حال تو بالکل زائل ہو جاتا ہے مگر خدائے کریم اپنا احسان فرمائے اس وقت شیخ کے حال کی تاثیر نہیں ہوگی، شیخ کو ایسے حال سے بچنا چاہئے جو مرید کامل کے نقصان کا باعث ہو یا بالکلیہ مرید ناقص کے زوال حال کا سبب بن جائے، ولی کے آثار مرنے کے بعد ظاہر ہوں گے

تلک اثارنا تدل علینا   فانظروا بعدنا الی الاثار

ہماری نشانیاں بے شک ہماری خبر دیں گی ہمارے بعد ہماری نشانیوں کو دیکھو

عجز و انکساری کرنا، دعوؤں کو چھوڑ دینا، تکبر سے دور رہنا، اللہ کی درگاہ میں اپنی ذلت کا اظہار کرنا، فقراء اور علماء سے دوستی کرنا، قضا و قدر سے موافقت کرنا تسلیم یعنی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا، رسول خدا ﷺ کی شریعت کے ساتھ دلیل لانا یہ آثار ہیں، تم ان آثار کو اپنے بعد چھوڑ دو اور زمانہ پر مغرور مت ہو، اس لئے کہ زمانہ کا جاہ و حشم عارف کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے، ہاں! فخر اس وقت کرنا چاہئے جب کہ اپنا وقت عبادت میں صرف کیا جائے اور دل کی

آرزو دل سے الگ کردی جائے اور "من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الى يوم القيامة ومن سن سنة سيئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها الى يوم القيامة" (جس نے جاری کیا اچھا طریقہ تو اس کا ثواب اس کو اور اس پر عمل کرنے والے کو قیامت تک ملتا رہیگا اور جس نے جاری کیا برا طریقہ تو اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والے کا گناہ اس کو قیامت تک ملتا رہے گا) اس حدیث پر عمل کیا جائے، سلیمان علیہ السلام کی قوم سے کوئی باقی نہ رہا، ان کا ملک گیا اور ان کی شریعت منسوخ ہوگئی، اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی شان باقی ہے اور ان کی شریعت خدا کے حکم سے منسوخ نہیں ہوگی ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ (اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ہے) سلیمان علیہ السلام کے وصف کے ساتھ ملک دیان (یعنی منتقم) کے وصف نے جھگڑا کیا اور مطابق آیۃ ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ان کا ملک زائل ہوگیا، لیکن ربوبیت کی صفت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبدیت کی مدد کی، ان کا ذکر باقی رہا اور ان کا حکم عالی ہوا ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے گا لوگوں سے) تم دیکھتے ہو کہ سلاطین اپنی ذریت اور اپنے مددگاروں کے ساتھ رخصت ہوگئے اور ان کے آثار تک نہ رہے، لیکن رعیت اپنے حال پر باقی ہے ربوبیت کی صفت نے بادشاہوں سے جھگڑا کیا اس لئے کہ انہوں نے صفت

خدا کا ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر سے مسرور ہوتے ہیں، وہ ارواح ہیں جو خدا کے لئے خدا کا ذکر کرتی ہیں۔

اے مسکین!

تو اپنے نفس کی غرض کے لئے ذکر کرتا ہے، وہ ملائکہ ذاکر ہیں اور تو مغبون (یعنی نقصان زدہ) وہ سرور کہ یاد الٰہی سے حاصل ہوتا ہے صوفی اس کو رقص کہتے ہیں لیکن اس وقت کہ وہ سرور روحانی ہو نہ جسمانی، اور رقص کی نسبت روح سے کرتے ہیں نہ جسم سے، اس قسم کے رقص کرنے والے میں اور ذکر کرنے والے میں بڑا فرق ہے، ذاکرین کی طلب طلب حق ہے اور ان رقص کرنے والوں کی طلب طلب باطل ہے، اس طائفۂ صوفیہ میں اور تم میں مشرق اور مغرب کی دوری ہے، یہ رقص کرنے والا کاذب ہے اور وہ ذاکرین دیوانِ خدا میں مذکور ہیں، ملعون اور محبوب میں جو فرق ہوتا ہے وہی فرق ان دونوں میں ہے، جس وقت تم مجلس ذکر میں جاؤ تو دیکھو! مذکور کیا ہے؟ (یعنی کس چیز کا ذکر کیا جا رہا ہے) سماع میں ہوش کے ساتھ رہو، وہ شخص جو صالحین کا ذکر کرتا ہے اس کی پیروی اپنے اوپر لازم سمجھو تا کہ تم بھی زمرۂ صالحین سے سمجھے جاؤ، ہر شخص اپنے محب کے ساتھ محبت کرتا ہے، تم صالحین کے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو، ان لوگوں سے ان کا حال سیکھو، وہ وجد جو حق پر ہوتا ہے وہ حق ہے، اپنی خواہش نفسانی پر عمل مت کرو، میں یہ نہیں کہتا کہ میں

سماع کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں لیکن اس وقت جب تحقیق کرلوں کہ کلام اپنے مقام میں ہے اور اس کی پیروی میرے لئے ضروری ہے، لیکن جو صوفی اس درجہ پر نہیں پہنچا ہے اس کے لئے سماع کو برا سمجھتا ہوں اس سبب سے کہ سماع میں ایسی پیچیدگی اور مشکل ہے جو لوگوں کو خطا اور غلطی میں ڈال دیتی ہے، لیکن جس وقت سماع کی ضرورت ہی ہو جائے تو اس وقت چاہے کلام کا سنانے والا امین اور مخلص ہو، جو حبیب علیہ السلام کی تعریف کرے اور جو خدا کے ذکر سے اور صالحین کے ذکر سے آگے نہ بڑھے اور اسی مقام پر رہے، مرشد عارف پر لازم ہے کہ جس قدر سماع ضروری ہو اسی قدر اس سے حاصل کرے اور جو لوگ کہ اس مجلس میں ہوں مرشد ان کو اور ان کے دلوں کو خدا کے حکم اور قدرت سے فیض پہنچانے کی کوشش کرے، اس لئے کہ حال کی خوشبو اثر کرتی ہے، اور نقطۂ اخلاص اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

مرد کامل وہ ہے کہ اپنے حال سے لوگوں کی تربیت کرے نہ اپنے قال سے، اور اگر حال اور قال دونوں جمع ہو جائیں پس وہ مرد اکمل ہوگا، اور اس مقام کا حاصل کرنا کافروں کی شوکت دفع کرنے اور اہل باطل اور خارج از دین لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے ضروری ہے، اور سیاہ قلب لوگوں کو خدا سے ڈرانے اور اعلائے کلمۂ دین کیلئے از بس ضروری و لازم ہے، نہ کسی دوسرے غرض و مقصد کے لئے، اگر تم میں حسن نیت ہوگی تو تمہارا عمل بہترین عمل ہوگا،

مالکیت کو دیکھا جس بنا پر وہ زائل ہو گئے، لیکن رعیت نے صفت ربوبیت کی حفاظت کی اس لئے کہ وہ مملوکیت کے مرتبہ میں ثابت تھی لہٰذا ہمیشہ باقی رہی۔

میرے سردار شیخ منصور نے کہا ہے کہ شیخ کے حال کا صحیفہ اس کے مرید ہوتے ہیں، شیخ جو حال رکھتا ہے اس کے اخلاق وعادات کا کچھ نہ کچھ اثر مریدوں میں ہوتا ہے، مگر اس وقت کہ سماوی حال مرید پر غلبہ کرے اور اس حال کے ساتھ مرید مختص ہو جائے اور اسی سبب سے بعض وقت مرید اپنے بعض مقامات میں شیخ سے بڑھ جاتا ہے یہ فضیلت خدا کی جانب سے ہے خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، حلاج کے مریدوں میں وحدت کے قول کا قائل ہونا محبت ہے، بایزید کے مریدوں میں چشم پوشی اور نازک باتیں کہنا محبت ہے، جنید رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں شریعت اور طریقت کا جمع کرنا محبت کہلاتا ہے، السلماباذی کے مریدوں میں چیزوں کا بلند ہونا اس مرتبہ پر جو ان کیلئے ہے محبت ہے، ہمارے سردار شیخ ابوالفضل کے مریدوں میں وحدت خدائی اور خود اور مخلوق کے لئے ذلت ظاہر کرنا محبت ہے اور یہ سب اوصاف ان کے اصحاب میں دیکھو گے تم، اور بعض لوگوں میں اس قاعدہ کے خلاف بھی ہوتا ہے لیکن یہ عکس خداوندی اختصاص کے ساتھ ہوگا ﴿یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ معروف کرخی، داؤد طائی، حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور وہ مرید جنہوں نے صوفیہ کی صحبت میں آداب سیکھے ہیں انہوں نے سلوک کے اسباب

کو دو کلموں میں اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، اور کہا ہے سلوک تمسّک بالشریعۃ اور صرف حق کی طلب کا نام ہے۔

اے میرے بھائیو!

شریعت تمہارے سامنے ہے، دیکھو! تمہارے پیغمبر علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کس حال میں رہتے تھے اور کیا فرماتے تھے اور ان کے اخلاق اچھے اور برے لوگوں کے ساتھ کس طرح پر رہے ہیں، تم کو چاہیے کہ ان کے عمل کے مانند عمل کرو اور ان کی باتوں کی مانند باتیں کرو اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے ساتھ متصف بنو، اگر تم شریعت کی باتیں نہیں جانتے ہو تو علماء سے پوچھو ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ صوفیوں کی جماعت نے خدا کی نعمتوں کا بیان کیا لیکن نعمتوں کے اقرار کیلئے اور دوسروں کو بھی منعم کے شکر کی طرف رغبت دلانے کے لئے تا کہ یہ برکت ان پر بھی ہو جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (جو لوگ ہمارے لئے جہاد کرتے ہیں ہم ان پر تمام راستوں کو کھول دیتے ہیں)

تحدیث بالنعمۃ: (بیان نعمت)

صاحب نعمت کہتا ہے خدا نے مجھ کو اس چیز پر غالب کیا اور فلاں چیز کی مجھ کو تعلیم دی اور ایسی ایسی خیر و برکت عطا کی، وہ یہ نہیں کہتا ہے کہ میں تم سے

اچھا ہوں یا زیادہ شریف ہوں کہ اس قسم کی باتیں کرنا دعویٰ کرنا ہے جو نفس کی رعونت سے پیدا ہوتا ہے ایسے کلمات جو کبر نفس پر دلالت کرتے ہیں احمق لوگوں کی زبان سے نکلتے ہیں، جس چیز نے ہم کو تجھ سے بہتر، شریف تر، بزرگ بنایا ہے وہ نماز، روزہ اور دیگر شرعی عبادتیں ہیں اور کوئی دوسری چیز نہیں ﴿فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (نہیں بے خوف ہوں گے اللہ کی خفیہ تدبیر سے مگر جو لوگ ٹوٹے میں ہیں)

اے میرے بھائی!

کیا اپنے باپ آدم علیہ السلام پر (جو برگزیدہ ہیں) فخر کرتا ہے تو؟ اگرچہ ان کے فرزند کافر ہوئے اور اسی طرح اکثر انبیاء و مرسلین کی اولاد کافر تھی، یا کیا اپنے علم پر تجھے فخر ہے؟ خیال کر شیطان نے تمام مشکل مسائل کو حل کر دیا اور موجودات کے صحیفوں کو پڑھ کر حل کیا، کیا اپنے مال پر تجھے فخر ہے؟ دیکھ! قارون اپنے مال و دولت کے ساتھ ہلاک ہوا، کیا اپنے ملک و تخت پر ناز ہے؟ دیکھ! فرعون کے ملک نے فرعون کے بچاؤ کے لئے خدا کی طرف سے کوئی چیز حاصل نہیں کی، ابراہیم علیہ السلام اپنے خاندان کو چھوڑ دینے اور خدا کی طرف رجوع ہو جانے کے بعد ہلاک نہیں ہوئے، موسیٰ علیہ السلام اپنے خالق کے سامنے عجز و انکساری کے سبب ذلیل نہیں ہوئے، اور یونس علیہ السلام کی شان سچائی کے ساتھ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ﴾ کہنے کی وجہ سے ضائع نہیں

ہوئی، یوسف علیہ السلام نے خدا کے حکم پر گردن جھکا دینے اور خدا پر اعتماد کرنے کے سبب سے نقصان نہیں اٹھایا، پیغمبر، رسول، صدیق، صلحاء، غرض سب نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے ﴿لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ﴾ (اللہ کے حکموں میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے)

اے میرے بھائی!

تو کہاں ہے اور کون سی جگہ حیرت میں پھنس گیا ہے اور کس لئے وہم کے جنگلوں اور ہجر کے میدانوں میں سرگرداں ہے؟ خدا کو خدا کے لئے طلب کر، میں تجھ پر تجھ سے زیادہ مہربان ہوں، خدا کی قسم! تو اگر خدا سے الگ ہو رہا ہے تو تجھے خسارے اور نقصان سے ڈراتا ہوں، اے اللہ! اس جدائی سے کہ وصل کے بعد ہوتی ہے میں اپنے آپ کو تجھے سونپتا ہوں۔

اے بزرگو!

عالم نبوت بڑا عالم ہے اور تمام عالموں کو شامل ہے، پیغمبر علیہم الصلوۃ والسلام درحقیقت زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں، سماوی ہمت والے، عرشی دل والے، ربانی اسرار والے ہیں، اور پورے طور سے دل کو ماسویٰ اللہ سے خالی کئے ہوئے ہیں، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مخلوق کو خدا کی طرف بلاتے ہیں۔

انبیاء کے ابتدائی مراتب اور صدیقوں کے انتہائی مراتب میں تیس (۳۰) لاکھ اڑسٹھ (۶۸) درجوں کا فرق ہے، صدیق ان کے درجوں تک نہیں پہنچ سکتے

ہیں اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور سید المخلوقات ﷺ کے درجۂ محبوبیت کے درمیان اس قدر درجے اور مراتب ہیں کہ ان کا شمار کوئی نہیں کر سکتا ہے، آں حضرت ﷺ کے لئے کوئی ایسا وقت نہیں ہے کہ اس وقت میں آپ کا مرتبہ اور درجہ ترقی پذیر نہ ہوتا ہو اور قرب خداوندی کا مقام آپ کو حاصل نہ ہوتا ہو، اس طرح پر کہ نہ اسرار ان کا احاطہ کر سکتے ہیں نہ اوہام اور افکار اس کا ادراک کر سکتے ہیں، یہ حالات شریعت کی تکمیل کے لئے اور نعمت کے اتمام کے لئے ہیں۔

صدیقوں کے ابتدائی مراتب میں اور اولیاء مقربین کے انتہائی مراتب میں ایک ہزار باون (۱۰۵۲) مراتب ہیں، اولیاء کے لئے ان مراتب کی طرف راستہ نہیں ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اولیاء صدیقوں کے انتہائی مراتب پر نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

قطبیت جامعہ کے لئے اسی ہزار سولہ (۸۰۰۱۶) مرتبے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک مرتبہ عالموں میں سے ایک عالم کی طرف متوجہ ہے، اور قطب جامع کے مقابلہ میں اولیاء عصر کا مرتبہ زمینی ہے اور قطب کا مرتبہ آسمانی دروازوں تک بلند ہے، اور اولیاء کے ابتدائی مراتب اور صلحائے امت کے مراتب کے درمیان میں زمین و آسمان کے تفاوت کے مانند تفاوت ہے، اور صلحاء امت اور امت احمدیہ کے عوام کے درمیان میں دو مرتبے کا فرق ہے،

ایک توبہ کا دوسرے عمل صالح کا۔

رؤیائے صالحہ:

ہمارے پیغمبر ﷺ کے رؤیا نبوت کے چھیالیس جزؤوں میں سے ایک جزء ہے، چھ مہینے قبل بذریعہ رؤیا آپ کو وحی پہنچی اس لئے کہ جب آپ کے زمانۂ نبوت کو جو تیئیس (۲۳) سال ہوئے ہیں دوگنا کردیں گے تو اس کے چھیالیس (۴۶) عدد ہوں گے، اور ہر عدد چھ ماہ کا ہوگا اور اس وقت سمجھ میں آتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے رؤیا آپ کی نبوت کا ایک جزء ہے۔

آپ کا مرتبۂ بزرگ خواب اور بیداری کی حالت میں محفوظ ہے، لیکن یہ دیکھنا کہ فرشتے نازل ہوتے ہیں مؤمن کے لئے وحی ہے اور فرشتوں کا نازل ہونا ثابت نہیں مگر اس آدمی کے لئے جو خدا پر ایمان لایا ہو اور اس کے ذکر میں مشغول ہو اور اس کی رضامندی پر ثابت قدم ہو، اس کے بعد فرشتوں کا نزول امن و بشارت ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ﴾ (وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اس طریقے پر ثابت رہے اور فرشتے ان پر اترتے ہیں اس پیغام کو لے کر کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کرو اور خوش ہو جاؤ جنت کے ساتھ) یہ آیت شاہد عادل ہے ہمارے کلام کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اے بزرگو!

اپنے مراتب پر نگاہ رکھو، ورنہ گھوڑے اپنے ٹاپوں سے روند کر تمہیں ہلاک کردیں گے، صحابہؓ اور صدیقین کے انتہائی مرتبہ پر کوئی ولی نہیں پہنچے گا اس لئے کہ ایک نظر پاک محمدی نے صحابہؓ اور صدیقین کو بڑی بلندی پر پہنچا دیا ہے وہ پیغمبر علیہ السلام کے محبوب ہیں، ان لوگوں نے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے ان سے محبت کی ہے اور آپس میں ایک نے دوسرے کو دوست رکھا ہے ﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ اگر تم خدا سے نزدیکی حاصل کرنا چاہتے ہو تو وہ نزدیکی خدا کے پیغمبروں کی محبت اور ان کی پیروی سے حاصل ہوگی ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ﴾ رسول خدا ﷺ نے ان لوگوں کے لئے ہم سے فرمایا ہے (اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ)

اے بزرگو!

خدا سے انس حاصل نہیں ہوتا ہے مگر اس بندہ کو جسکی طہارت کامل ہو، جسکا ذکر صافی ہو اور ان چیزوں سے الگ رہتا ہو جو غفلت میں ڈالنے والی ہیں۔

توحید:

دل سے خدا کی تعظیم کرنا اس طرح کہ تعطیل اور تشبیہ نہ پائی جائے۔

کشف:

ایک قوۃ جاذبہ ہے کہ اس قوت کی خاصیت کے سبب سے چشم بصیرت پر صحرائے غیب تک منور ہو جاتا ہے، اس کے بعد وہ نور بصیرت غیب سے متصل ہو جاتا ہے، لیکن یہ اتصال شیشۂ صافی کے شعلہ کے اتصال کے مانند ہے جبکہ اس شیشۂ صافی کا مقابلہ فیضان نور کے ساتھ ہو رہا ہو، اس کے بعد وہ نور شعاعوں میں پھیل کر دل صافی پر اثر انداز ہوتا ہے اس کے بعد وہ شعاع عالم عقل تک ترقی کرتی ہے اور اتصال حقیقی کے ساتھ عقل سے متصل ہو جاتی ہے اور فیض پہنچانے میں نور عقلی اس نور کا فضائے دل پر ایک اثر چھوڑ جاتا ہے، اس کے بعد اس انسان پر جو عین سر الٰہی ہو گیا ہے دل روشنی ڈالنے لگتا ہے، پس وہ چیزیں جو آنکھ سے پوشیدہ ہیں اور جن کا تصور عقل وادراک سے ناممکن ہے اور جن کا مقام اغیار سے پوشیدہ ہے دل ان تمام کو دیکھنے لگتا ہے۔

اے بزرگو!

دل جس وقت صلاحیت پذیر ہو جائے گا تو وحی واسرار وانوار اور نزول ملائکہ کی منزل گاہ بن جائے گا اور جس وقت کہ دل فساد کی طرف مائل ہوگا تو ظلم وشیاطین کی منزل گاہ بن جائے گا اور جس وقت قلب میں صلاحیت پیدا ہو جائے گی تو جو کچھ پیش وپس میں ہے اس کی اپنے صاحب کو خبر دے گا اور ان چیزوں پر کہ اس کو علم نہیں ہے پہنچے گا، اور ان سے ان کو آگاہ کر دے گا اور

جس وقت کہ دل فاسد ہوگا قسم قسم کے ایسے بیہودہ خیالات پیدا کرے گا کہ ہرگز ہدایت اسکی طرف راستہ نہیں پائے گی اور سعادت اس سے دور ہو جائیگی اور یہی سبب ہے کہ میرے نزدیک فقراء کے لئے یہ شرط ہے کہ اپنی ہر سانس کو کبریت احمر سمجھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قیمتی، اور ہر سانس کی جگہ پر سانس سے زیادہ عزیز چیز سپرد کرے اور جو چیز سونپ رہا ہے وہ اس کی بھی صلاحیت رکھے کہ سانس کے قائم مقام رکھی جاسکے، اپنی کوئی سانس دنیا کے لئے ضائع مت کرو، کام اس سے زیادہ سخت ہے جو تم سمجھتے ہو اور گمان کرتے ہو۔

طاعات و عبادات میں افضل طاعت و عبادت ہمیشہ اور ہر وقت حق کا مراقبہ ہے، اُنس حق کی نشانیاں یہ ہیں کہ دلوں کے درمیان اور علام الغیوب کے درمیان جو پردے پڑے ہوئے ہیں وہ الٹا دئے جائیں، محبت ایک درخت ہے اس کا میوہ عقلوں کے موافق حاصل ہوتا ہے شقی آدمی کے سوا شہرت کو کوئی دوست نہیں رکھتا ہے، جو صوفی یہ کہتا ہے کہ مجھے دوست کہو اور میری زیارت کرو اس کی یہ باتیں تصوف سے شمار نہیں کی جائے گی، جو صوفی کمال معرفت پر پہنچ جاتا ہے وہ دنیا والوں کے دروازوں پر کھڑا ہی نہیں ہوتا ہے، مخلوق سے انسیت رکھنا حق سے انسیت توڑتا ہے، جس آدمی کو خدا عزیز نہ بناوے وہ کبھی عزیز نہیں ہوسکتا ہے وہ ذلیل رہتا ہے، جو آدمی درجۂ یقین سے محروم رہتا ہے متقین کے مراتب سے گر جاتا ہے، جو آدمی خدا کے لئے دنیا

سے انقطاع کرتا ہے اس کا وہ انقطاع اس کو خدا سے ملا دیتا ہے، جو صاحب حال کہ اس کا حال خدا کے لئے ہے وہ کسی سے کچھ نہیں کہتا ہے خاموش رہتا ہے، اگر میں چاہوں کہ زبانِ حال سے تم سے کچھ کہوں تو بحکم خدا ساٹھ (۶۰) اونٹوں کو کھینچ کرلاؤں (یعنی بہت کچھ بول سکتا ہوں) لیکن تم سے کہتا ہوں اگر سخن گو اس قدر باتیں کرے کہ لوگوں کے کان اس سے بہرے ہو جاویں درآں حالیکہ وہ باتیں اہل ظاہر کے نزدیک مردود ہیں تو ان باتوں کا نہ کہنا بہتر ہے، اگر کوئی آدمی سکوت اختیار کرے اس طرح پر کہ اس کا ہم نشین گمان کرنے لگے کہ یہ آدمی متکلم نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ واردات قلبیہ سے ایسی باتیں بیان کرے جو اہل ظاہر اور شریعت کے نزدیک مقبول ہوں، خدا لوگوں کے دلوں کو اس کی باتوں کے سننے کے لئے حریص بناتا ہے، سامع اذعان ویقین کے ساتھ اس کو قبول کرے گا، ہر وہ حقیقت کہ شریعت اس کو مردود قرار دے دے وہ حقیقت زندقہ ہے، اگر کسی شخص کو دیکھو کہ ہوا پر اڑتا ہے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور دیکھو کہ اس کا حال اللہ کے اوامر ونواہی میں کس طرح ہے۔

اے بزرگو!

جس طرح ابتداء سے آخر تک صوفیہ کے احوال کے چار درجے ہیں، اسی طرح تمام علماء اور فقہاء کے حال کے چار درجے ہیں۔

صوفیوں کے احوال کے درجاتِ اربعہ

پہلا درجہ

اس آدمی کا ہے کہ مرشد کی طلب کرتا ہے اس لئے کہ دیکھتا ہے کہ عام لوگ اس کے پاس جمع ہوتے ہیں ان حال کو دوست رکھتا ہے اور درگاہ اور جمعیت کو صوفیوں کے طرز میں ہونا اس کو اچھا معلوم ہوتا ہے اس سبب سے وہ بھی صوفی بن جاتا ہے۔

دوسرا درجہ

اس آدمی کا ہے جو جماعت صوفیہ سے حسن ظن رکھتا ہے اور ان کی جماعت سے کسی مرشد کو طلب کرتا ہے ان کو اور ان کے احوال کو دوست رکھتا ہے اور جو کچھ ان سے نقل کرتا ہے اس کا دل سچائی کے ساتھ سنتا ہے اور درست اور پاک اعتقادات ان سے حاصل کرتا ہے۔

تیسرا درجہ

اس آدمی کا ہے جو سلوک اور اس کی گھاٹیوں کو طے کرتا ہے اور طریق میں بلند درجوں پر پہنچ جاتا ہے، لیکن بعض وقت حکم خداوندی ﴿سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا﴾ پر ٹھہر جاتا ہے، بعض وقت دنیا کو اس علامت کے مظہر میں کہ اس کو دکھلائی ہیں دیکھتا ہے اور دکھلانے والے سے بے خبر ہو جاتا ہے اور دوسرے وقت اپنے نفس کو دوسری علامت کے مظہر میں دیکھتا ہے جس کا خود اس کے نفس میں اسکو

نشان دیا گیا ہے پس اس نشانی کے ساتھ اپنے آپ سے بھی غائب ہوجاتا ہے اور یہ ناز و نیاز کا مظہر ہے، اس مقام پر پہنچ کر صوفی سے شطحیات ظاہر ہوتے ہیں اور اپنی حد سے تجاوز کر جاتا ہے اور اسی مقام سے مدد اور قوت پاتا ہے۔

چوتھا درجہ

اس آدمی کا ہے جو سلوک کے راستہ کا سالک ہے اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی کرتا ہے اور اپنے تمام احوال اور تمام گفتار و کردار اور خلق میں پیغمبر ﷺ کی پیروی کی وجہ سے بندگی کی نشانی کا حامل بن جاتا ہے، اور عجز کی پیشانی کو حضرت ربانیت کے حضور میں رکھ کر ﴿كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ (اس کی ذات کے سوا ہر شئی فنا ہونے والی ہے) کی حالت کو دیکھتا ہے اور تمام ذریات آدم کی پیشانی کے صفحہ میں ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ کی آیت کو پڑھتا ہے اور اپنی حد پر ٹھہرتا ہے اور ادب کی خاک پر اپنے چہرے کو بچھا دیتا ہے اور سیر و سلوک کی حالت میں علامتوں کی گھاٹیوں پر نہیں ٹھہرتا ہے اور چلا چلتا ہے اس کے بعد معبود کی طرف پہنچنے والا ہوگا ﴿وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا﴾ اور شریک نہ کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو۔

پہلے درجہ والا محجوب، دوسرے درجہ والا محب، تیسرے درجہ والا مشغول، چوتھے درجہ والا کامل ہے، اور ان چار درجات سے ہر درجہ میں بہت سے درجے ہیں کہ ان سے انسانوں کا حال عارف پر ظاہر ہوگا۔

علماء وفقہاء کے احوال کے درجاتِ اربعہ

درجہ اولیٰ

اس عالم کا ہے کہ ریا، جدل، تفاخر اور جمع مال اور وعظ و گفتگو پر قادر ہونے کے لئے علم کو حاصل کرتا ہے۔

درجہ دوم

اس عالم کا ہے جو علم کو طلب کرتا ہے لیکن نہ مناظرہ اور غلبہ کے لئے بلکہ اس وجہ سے کہ علماء کی جماعت سے سمجھا جائے اور دوستوں اور عزیز و اقارب اور شہر کے لوگوں میں تعریف کا مستحق بنے، وہ اسی چیز کو کافی سمجھتا ہے اور ہر معاملہ میں ظاہر شریعت سے دلیل لاتا ہے۔

درجہ سوم

اس عالم کا ہے جو مشکل مسائل کو حل کرتا ہے اور معقولات و منقولات کی باریکیوں کو آشکار کرتا ہے، دریائے جدل میں غوطہ لگاتا ہے اگرچہ ایسے عالم کی نیت اور ہمت پورے طور سے شریعت کی نصرت ہوتی ہے، مگر اس قدر فرق ہے کہ نصرت علم شریعت کے ماسوا پر گرفت کرے گی، یعنی وہ عالم جس وقت تک شریعت کو نصرت پہنچاتا ہے اور دلیل کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے اس وقت نفس کی نصرت اس کو پکڑتی ہے اور وہ افراط میں پڑ جاتا ہے اور اپنے دشمن پر دلیل کے ساتھ تشنیع کی باتیں کرتا ہے، بلکہ بعض وقت دشمن کی تکفیر بھی

کر بیٹھتا ہے اس کو طعنہ دیتا ہے اور حیوان درندہ کے مانند اس پر ٹوٹ پڑتا ہے بغیر اس کے کہ اپنے اور دشمن کے درمیان میں حد شرعی کا لحاظ رکھے۔

درجۂ چہارم

اس عالم کا ہے کہ خدا اس کو علم دیتا ہے غافل کی تنبیہ کے لئے اور جاہل کی رہنمائی کیلئے اور معاند کے رد کے لئے اور مفید باتوں اور نصیحت کی اشاعت کے لئے اور ان چیزوں کو برا سمجھنے کے لئے جو شرعاً مقبول نہیں ہیں۔

خدائے تعالیٰ جس عالم کے نفس کو ان مذکورہ اوصاف سے متصف کردے اس کو چاہئے کہ جو نیک و بد پیش آئے اس پر شرعی حسن و قبح کے ساتھ نظر ڈالے یعنی شریعت جس کو برا سمجھے اس کو وہ بھی برا سمجھے اور شریعت جس کو اچھا سمجھے اس کو وہ بھی اچھا سمجھے، ایسے عالم کا امر بالمعروف اس کے مانند ہے جو بغیر سختی، اور غصہ کی تیزی کے حکم کرتا ہے اور نہی عن المنکر اس آدمی کے مانند ہے جو ظلم و عداوت سے الگ رہتا ہو۔

پس پہلے درجہ والا بدخو، دوسرے درجہ والا محروم، تیسرے درجہ والا مغرور اور چوتھے درجہ والا عارف ہے۔

معصوم:

وہ ہے کہ خدا اس کو صاحب عصمت کرے۔

تمام باتیں تم پر ظاہر کر دی گئی ہیں۔

اے بزرگو!

صوفیوں کے راستہ کی انتہاء فقہاء کے راستہ کی انتہاء ہے اور فقہاء کا انتہائے طریق صوفیہ کے طریق کی انتہاء ہے، جس طرح علماء مشکل مقامات طے کرنے میں مصروف ہیں اسی طرح صوفیہ سلوک کے عقبات طے کرنے میں مبتلاء ہیں اور ان کے درمیان میں لفظی فرق ہے، مادی معنوی نتیجہ ایک ہے، جو صوفی عالم کے حال کا انکار کرے میں اس میں مکر کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں دیکھتا ہوں، اور جو عالم صوفی کے حال کا منکر ہو اس میں دوری خدا کے بغیر دوسری بات نہیں دیکھتا ہوں اس وقت کہ وہ عالم شریعت کے حکم کا لحاظ کئے بغیر کسی بات کا حکم کرے اور صوفی اپنے نفس کے حکم پر چلے نہ حکم شرعی پر۔

فقیہ عارف اور صوفیٔ کامل کی مثال

اب ہم ایک بات فقیہ اور صوفی کے متعلق کہنا چاہتے ہیں لیکن اس بات کے کہنے کے لئے شرط یہ ہے کہ صوفی کامل ہو اور فقیہ عارف ہو، اور وہ بات یہ ہے کہ جس وقت صوفیٔ کامل عالمِ عارف سے کہے، کیا تم اپنے شاگردوں سے کہتے ہو کہ نماز مت پڑھو، روزہ مت رکھو، حدودِ شرعیہ کا خیال مت رکھو، اور جو کچھ چاہو کرو، پس اے حضرات! میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ کیا وہ صوفیٔ کامل عالمِ عارف کے جواب میں حَاشَا وَ کَلَّا لِلّٰہ کے بغیر کچھ اور کہہ سکتا ہے؟ اسی طرح جس وقت عالم عارف صوفیٔ کامل سے کہے کہ کیا تم اپنے مریدوں سے

کہتے ہو کہ خدا کا ذکر مت کرو اور ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ نفس کا مقابلہ مت کرو اور نہ اخلاصِ صحیح کے ساتھ خدا کے لئے عمل کرو، تو ایسی حالت میں بھی میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ صوفیٔ کامل عالمِ عارف کے جواب میں حاشا و کلا لِلّٰہ کے بغیر کوئی دوسرا جواب دے سکتا ہے؟ مجھ سے بیان کرو۔ (ہرگز نہیں!)

پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صوفیٔ کامل اور عالم عارف دونوں کا مادی معنوی نتیجہ ایک ہے، جو اختلاف ان میں ہے وہ لفظی ہے اگر یہ لفظی پردہ ثمرۂ مادی معنوی سے اور نتیجۂ دینی سے صوفی کو منع کرے تو وہ جاہل ہے صوفی نہیں، (مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ جَاهِلاً وَلِيًّا) اگر حجاب لفظی عالم کو ثمرۂ مادی و معنوی سے روکے تو وہ محروم ہے عالم نہیں، (اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ) (اے اللہ! ایسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو بچا)

اے میرے بھائیو!

مسکین مجوب صوفیوں سے کہہ دو، کیا چاہتے ہو اس عالم سے جو تمہارے شہر میں ہے؟ بددین اور ملحد لوگوں کے شبہات کو دور کرتا ہے اور اہل باطل اور اہل بدعت پر رد کرتا ہے وہ تو فائدہ کے سوا نقصان نہیں پہنچاتا ہے۔

اے میرے بھائیو!

مسکین مجوب فقہاء سے کہہ دو کیا نقصان ہے اس صوفی سے جو تمہارے شہر میں ہے؟ بددین اور منکرین اور گمراہ لوگوں کو اپنی روشن کرامتوں سے

خدا تعالیٰ کے کلام پر جو ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ ہے عمل کرنا چاہئے لیکن نہ قہر اور سختی سے اور نہ ظلم و کبر سے اور نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے، تعاون اس طرح حاصل نہیں ہو سکتا ہے، جس چیز پر حکم کرو تو پیغمبر ﷺ کی زبان سے یعنی نرمی اور لینت سے حکم کرو، ایسی حالت میں اگر تم سے معمولی تکلیف اور اذیت کسی کو پہنچے تو وہ باعث نقصان نہیں، لیکن تکلیف اور اذیت سے پہلے عمدگی سے نصیحت کرو کہ وہ عمدگی مقناطیس کے مانند جذب کرنے والی ہو۔

اے فقیہ! اے صوفی!

اے وہ آدمی کہ تو دونوں کی شان کا جامع ہے! کیا غیروں پر ظلم کرنا اور انکو گالیاں دینا چاہتا ہے؟ اور کیا تو پسند کرتا ہے کہ بندگانِ خدا پر بڑائی حاصل کرے؟ خدا کی قسم! یہ تیرا طریقہ پیغمبری طریقہ نہیں ہے اور نہ تیرے سردار ﷺ کی سنت ہے، جس وقت کہ پیغمبر ﷺ مخلوق سے برائی کو روکتے تھے تو اس برائی کرنے والے کا نام نہیں لیا کرتے تھے بلکہ اس طرح فرماتے تھے کہ اس قوم کا حال کس طرح ہے کہ جو ایسے ایسے کام کرتی ہے؟ یا وہ آدمی کیسا ہے جو اپنے منھ سے ایسے الفاظ نکالتا ہے؟

اے ام عبیدہ کے رہنے والو!

اگر میں تم سے کہوں کہ تم ایسے ہو اور اس قسم کے ہو یا غلیظ اور ناشائستہ باتیں تمہاری طرف منسوب کروں اور اس کے بعد اسی مجلس میں ہوا پر اُڑوں

خدا تعالیٰ کے کلام پر جو ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ ہے عمل کرنا چاہئے لیکن نہ قہر اور سختی سے اور نہ ظلم و کبر سے اور نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے سے، تعاون اس طرح حاصل نہیں ہوسکتا ہے، جس چیز پر حکم کرو تو پیغمبر ﷺ کی زبان سے یعنی نرمی اور لینت سے حکم کرو، ایسی حالت میں اگر تم سے معمولی تکلیف اور اذیت کسی کو پہنچے تو وہ باعث نقصان نہیں، لیکن تکلیف اور اذیت سے پہلے عمدگی سے نصیحت کرو کہ وہ عمدگی مقناطیس کے مانند جذب کرنے والی ہو۔

اے فقیہ! اے صوفی!

اے وہ آدمی کہ تو دونوں کی شان کا جامع ہے! کیا غیروں پر ظلم کرنا اور انکو گالیاں دینا چاہتا ہے؟ اور کیا تو پسند کرتا ہے کہ بندگانِ خدا پر بڑائی حاصل کرے؟ خدا کی قسم! یہ تیرا طریقہ پیغمبری طریقہ نہیں ہے اور نہ تیرے سردار ﷺ کی سنت ہے، جس وقت کہ پیغمبر ﷺ مخلوق سے برائی کو روکتے تھے تو اس برائی کرنے والے کا نام نہیں لیا کرتے تھے بلکہ اس طرح فرماتے تھے کہ اس قوم کا حال کس طرح ہے کہ جو ایسے ایسے کام کرتی ہے؟ یا وہ آدمی کیسا ہے جو اپنے منھ سے ایسے الفاظ نکالتا ہے؟

اے ام عبیدہ کے رہنے والو!

اگر میں تم سے کہوں کہ تم ایسے ہو اور اس قسم کے ہو یا غلیظ اور ناشائستہ باتیں تمہاری طرف منسوب کروں اور اس کے بعد اسی مجلس میں ہوا پر اڑوں

اور پھر اسی وقت لوٹ آؤں، تو کیا ایسی حالت میں (کہ میرے ہوا میں اڑنے کی کرامت اور میرے حال کی ہیبت کو تم نے دیکھ لیا ہے) تمہارے دلوں سے سب وشتم کی تلخی دور ہو جائے گی؟ (نہیں! ہرگز دور نہیں ہو گی) خدا کی قسم! یہ جو کچھ میں نے کہا ہے میری ہمت کا تقاضہ اسی طرح پر ہے، بلکہ ابو شجاع فقیہ فی النفس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مواعظ میں سب وشتم اور سختی نہیں کرتے تھے، اور نہ کسی کے نام کی تصریح فرماتے تھے، نہ معجزہ کی قوت سے کسی کی طبیعت پر غالب آنا چاہتے تھے اور اسی طرح شیخ فقیہ عمر الفاروقی کہتے ہیں کہ خدا نے فرمایا ہے ﴿ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ﴾ (اگر آپ سخت دل ہوتے تو وہ لوگ آپکے پاس سے منتشر ہو جاتے)

اگر ایک واعظ مسجد شط میں کہنہ لباس پہنے ہوئے ایک بوریہ کے ٹکڑے پر بیٹھ کر کہہ رہا ہو کہ اے محبو! اے بھائیو! جو آدمی شراب پیتا ہے وہ ملعون ہے اور جو آدمی دروغ گو اور ظالم ہوتا ہے وہ بھی ملعون ہے درآں حالیکہ وہ لوگ جو ان اوصاف میں مبتلا ہیں وہ اس کی مجلس میں موجود ہیں ایسی حالت میں کیا لوگوں کا نفس (اظہار عظمت کی برائی کے سبب سے) واعظ سے متنفر نہ ہو گا؟ (ہو گا) یا واعظ کے فقر وانکسار کی حالت (اگرچہ وہ مصنوعی ہو) لوگوں کو توبہ کی طرف مائل نہیں کرے گی؟ (کرے گی!) اور کیا فائدہ نہیں دے گی؟ (دے گی!) پس اب سوال یہ ہے کہ واعظ کے لئے استعظام (اظہار عظمت) بہتر ہے یا

حالت عجز وانکسار؟ پس میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک جو واعظ وعظ کی حالت میں اپنے نفس کی خود غرضی سے الگ ہو چکا ہے اور نفسانی قوت وامداد کو چھوڑ چکا ہے وہ واعظ زیادہ اچھا ہے اور اس کے وعظ کی تاثیر لوگوں کے نفوس میں زیادہ مؤثر ہوگی غلبۂ قاہرہ یعنی استعظام کی تاثیر سے، غلبۂ قاہرہ کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور نفس میں پوشیدہ رہتا ہے لیکن انکسار کی حالت غلبۂ قاہرہ کو بالکل نفس میں نہیں رہنے دیتی ہے۔

پس اے مخاطب! جس وقت عجز وانکسار کی کیفیت نفس میں داخل ہو جاتی ہے تو نفس کو آمیزشوں سے پاک کر دیتی ہے اور دائرۂ دل میں داخل ہو کر اس میں ثابت اور قائم رہتی ہے اور قوت مخالف یعنی قوت استعظام اس میں سے ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جاتی ہے۔

اے واعظ!

جس وقت تو وعظ کہے تو تجھے چاہئے نام کی تصریح سے بچے، ہاں! اشاروں اور کنایوں میں کچھ کہا جائے تو مضر نہیں، اس لئے کہ اشارات وتلمیحات سے سنت سنیہ اور اخلاق نبویہ کی خوشبو آتی ہے، خدا کی قسم! لوگوں کے دل اس قسم کے وعظ سے صلاحیت قبول کریں گے اور پھر کبھی تمہارے احوال کے محتاج نہ ہوں گے، کیا کہا جائے اس آدمی کے حق میں جو لوگوں پر بزرگی اور فخر کا اظہار کرتا ہے اور لوگوں کی اطاعت کو اپنے لئے بہتر سمجھتا ہے۔

اے بے عقل! تو ایسی حالت کو چھوڑ دے، کیونکہ لوگوں کی گردنیں اگرچہ تیری مطیع ہیں لیکن لوگوں کے قلوب تیرے مطیع نہیں ہیں، جس وقت اس افتخار وبزرگی سے کہ تو رکھتا ہے گر جائے گا تو لوگوں کے دل تجھ سے بدل جائیں گے اور تو لوگوں کے قدموں پر روسیاہ ہوکر گرے گا، حضرت حسینؓ کی بشریت نے اپنا شرعی حق (یعنی خلافت مؤمنین کو کہ اس میں کسی طرح کی نزاع نہیں تھی) طلب کیا، لیکن ربوبیت حق غیرت میں آئی یہاں تک کہ آپ کی روح کو مقعد صدق تک بلند کیا یعنی (شہید کر دیئے گئے) جب آپ کی روح نے اپنے مقام میں قرار پایا تو اس نے اپنے مبارک قالب کے لئے فریاد کی ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ (ظالموں کی جڑیں کاٹ دی گئیں) عدالت نے دونوں طرف اپنا حکم یعنی فیصلہ صادر کیا، حضرت حسینؓ کی شہادت آپ کی منزلت کی بلندی کے لئے تھی اور اعداء کو ڈھیل دینا اعداء کی ذلت ونکبت کا سبب بنا، غیرت الٰہیہ نے حضرت حسینؓ کی بشریت کے لئے جو کچھ کیا کیا، گویا غیرت الٰہیہ نے حضرت حسینؓ کی بشریت سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم نے لوگوں کا تحفظ میرے لئے چاہا اور میں نے پورے طور سے تمہارا تحفظ اپنے لئے چاہا وہ طلب کہ تم نے میرے لئے کی، وہ میرے ارادے میں محو اور مضمحل ہو چکی تھی، میرے ارادے نے ان لوگوں کو (جن کو میں اپنے سے جدا اور علیحدہ کر چکا تھا) تمہارے ساتھ لڑائی اور جھگڑے پر آمادہ کیا، اور تمہیں اس بات کی

معرفت بھی بخشی کہ جس وقت میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں اس وقت وہ کام بجالاتا ہوں اور میرے لئے اگر تم کسی کام کا ارادہ کرتے ہو تو وہ کام نہیں ہوتا ہے جب تک میرا ارادہ اس کام سے متعلق نہ ہو جائے، تمہارے لئے اجر کا طلب کرنا ہے اس لئے کہ تم نے لوگوں کا تحفظ میرے لئے طلب کیا نہ اپنے لئے، اگر تمہارا یہ طلب تحفظ میرے لئے نہ ہوتا بلکہ خود تمہاری ذات کے ساتھ مخصوص ہوتا تو اس وقت میں تمہارا تحفظ اپنے لئے نہ کرتا، اس لئے کہ جو آدمی لوگوں کا تحفظ اپنے لئے کرتا ہے وہ آدمی قہر اور استدراج کے درجہ میں ہے اور اگر ایسی حالت میں اس پر اور اس کے نفس پر اور اسکی مراد ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (مہلت دیتے ہیں ہم ان کو اس طرح کہ وہ نہیں جانتے ہیں) کا لشکر تیز حملہ کردے تو وہ گمراہی میں پڑ جائے گا۔

اے بزرگو!

ارادۂ الٰہی سے پہلے تحفظ کی طلب نے دشمنوں کو جرأت دی کہ انہوں نے ولیٔ خدا کے فرزند پر اور رسولِ خدا ﷺ کی اولاد پر اور خدا کے دوستوں پر حملہ کر دیا، چونکہ قبل از ارادۂ الٰہی علامت بشریت نے خدا کی طرف دعوت دی تھی اس لئے ان کی روح کے نورانی پرندہ نے رب العزت کے حضور میں پرواز کی اور وہاں چلا گیا، پس اس آدمی کا حال کیا ہونا چاہیئے جو اپنے نفس کے خاطر لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے درآں حالیکہ اس کی بشریت مقتول اور اس کی

روح بارگاہ الٰہی سے دور ہو اور اس کی حالت اس پر شاہد عادل بنے، افسوس! ایسے آدمی کا حال کیا ہوگا؟ میں اپنے نفس کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تو خلق خدا کے ساتھ ادب سے رہ، خدا کی مخلوق خدا کی دربانی اور خدا کا دروازہ ہے، اگر خدا کی مخلوق کے ساتھ ادب سے رہے گا تو تیرے لئے خدا کے نزدیک قبولیت کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے، اگر خدا کی مخلوق کے ساتھ ادب کے طریقوں پر نہ چلا تو تو خلق کے سبب خدا سے دور اور محجوب ہوگا، اسلئے کہ سچائی کا ذوق رکھنے والے صاحب عرفان خلق خدا کے خوش کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے چہرہ کو ان کے راستے میں قدموں کے نیچے جھکا دیتے ہیں اور ان کی روح معنوی بازوؤں اور پروں کے ساتھ قبولیت کی درگاہ کا طواف کرتی ہے، پس ایسے عرفاء حق سبحانہ تعالیٰ کی شناخت مخلوق سے کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو مخلوق سے پاک اور منزہ سمجھتے ہیں اور یہ حدیث کہ "انا عند منکسرۃ قلوبھم لاجلی" (میں ان لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں) اسی مضمون کی طرف تمہیں ہدایت دیتی ہے اور اسی سبب سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "تَفَكَّرُوْا فِي الْخَلْقِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ" یعنی مخلوق میں غور و خوض کرو اور اللہ میں غور و فکر کی عادت چھوڑ دو، مصنوعات کو دیکھ کر صانع کی طرف توجہ کرنا چاہئے، موجودہ زمانہ کے بعض برادران طریقت سے مجھ تک یہ بیت پہنچی ہے۔

عقدت بباب الدیر عقدة زناری
وقلت خذولی من فقیہ صالحی ثاوی

جس کا فارسی ترجمہ یہ ہے۔

بر در بت خانہ من بستہ ام زنار را
نے غرض از دین دارم نے فقیہ دین دلدرا

اس بیت سے اگرچہ دوسرے معنیٰ کا ارادہ کیا گیا ہے، لیکن ایسے کلام سے احتراز کرنا چاہیے، ہم پر لازم ہے شیخ بزرگ کے ساتھ جس نے یہ بیت لکھی ہے حسن ظن رکھیں اور اس بیت کو شیخ بزرگ کے خیال کے موافق ہی سمجھیں، لیکن ادباً دین پر قائم رہنا ضروری اور اہم ہے، ہمیں زنار میں گرہ دینا نہیں چاہیے بلکہ دین کے عالم کے دست و پا کو چومنا چاہیے، شیخ نے اگرچہ اپنے مقصد کو ان لفظوں میں چھپایا ہے، لیکن کیا اچھا ہوتا کہ اس طرح سے اپنی طلب ظاہر نہ کرتا اور ان الفاظ میں اپنے مافی الضمیر کو نہ چھپاتا، بلکہ اس قسم سے مطلب ادا کرتا۔

حللت بباب الشرع عقدة زنار
وطهرت بالفقه الالٰهی اسراری
وما الدیر والزنار الا ضلالة
وما الشرع الالباب الوصل بالباری

جس کا فارسی ترجمہ یہ ہے۔

بباب شرع احمد عقدۂ زنار بکشادم
صفائے راز ہائے خویش بافقہ خدا دادم
اگر دیر ست یا زنار ہر یک بر ضلالت است
پئے وصل خدا باب شریعت راست بکشادم

ہاں اہل محبت کی حالت ان کے قلب کو پکڑ لیتی ہے اور ان کی عقل زائل ہو جاتی ہے، خون جوش میں آتا ہے، اپنے سے بے خبر ہو کر دیوانہ پن کی باتیں کرنے لگتا ہے اور مستانہ کلام زبان پر لاتا ہے، تم کو چاہئے کہ ایسے آدمی کو خدا پر چھوڑ دو تمہارے لئے اسی قدر کافی ہے کہ شریعت کی رسی کو مضبوط تھامو، جو شخص شریعت پر قائم رہتا ہے اور شریعت سے دلیل لاتا ہے وہ ہرگز گمراہی میں نہیں پڑے گا، ان کلمات سے اور اس کے مانند شطحیات سے جو گرمی نعمت کی وجہ سے نکلتے ہیں بچنا چاہئے، ایسے کلام لانے والے کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو بیت الخلاء میں سو گیا ہے اور خواب میں دیکھ رہا ہے کہ سلطنت کے تخت پر سوار ہوں، ایسا آدمی بیداری کے بعد اپنی جگہ دیکھنے کے بعد ضرور شرمندہ ہوگا، تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ شریعت کے حدود پر قائم رہو، ہمارے برگزیدہ سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مضبوط طریقے سے دانتوں سے پکڑو۔

مالی الفاظ زید و وهم عمرو و بكر

وجه الشريعة اهدیٰ من سر ذاك سری

(مجھ کو کیا غرض ہے زید کے الفاظ سے اور عمر اور بکر کے خیال سے، شریعت کا طریقہ بہتر ہے اس کے اور میرے خیال سے)

خدا کا فرمایا ہوا سچ ہے اور تیرے بھائی کا شکم جھوٹ بولنے والا ہے۔

اے بھائیو!

اگر تمام عالم دو فرقوں میں تقسیم ہو جائے اور ان دونوں فرقوں میں سے ایک فرقہ میرے ساتھ عود، عنبر اور خوشبوؤں سے موافقت کرے اور دوسرا فرقہ میرے گوشت کو گرم قینچی سے تراشے، تو مجھے نہ یہ طائفہ کوئی نقصان دے گا اور نہ وہ پہلا طائفہ کسی احترام کا مستحق ہوگا، میں ان تمام باتوں کو قضا و قدر کی طرف سے پہچانتا ہوں، تم جس وقت معارضہ کی رسی کو تسلیم کی چھری سے کاٹ ڈالو تو اس وقت خدا کا ذکر کرو، "اذکروا اللّٰہ حتی یقولوا مجنون" (اس قدر اللہ کا ذکر کرو کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں)۔

اے بزرگو!

اچھی طرح جان لو! ہمارے پیغمبر ﷺ کی نبوت آپ کی حیات کی حالت میں جس طرح تھی آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے اور اس وقت تک باقی رہے گی جب تک خدا زمین کا اور زمین والوں کا وارث ہوگا

تمام لوگ اس شریعت کے ساتھ جو تمام شریعت کو نسخ کرنے والی ہے مکلف اور مخاطب ہیں اور آپ کا معجزہ قرآن باقی ہے جس کے لئے خدا نے فرمایا ہے ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ﴾ (اے محمد ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اگر جن وانس اس بات پر اتفاق کرلیں کہ قرآن شریف کے مثل لائیں تو وہ ہرگز اس کے مثل نہیں لاسکتے)

اے بزرگو!

جو آدمی پیغمبر کی درست اور سچی بات کو رد کردے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی خدا کے کلام کو رد کردے، ہم خدا پر اور خدا کے کلام پر ایمان لائے اور ہر اس چیز پر ایمان لائے ہیں جس کو ہمارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (جو شخص خلاف کرتا ہے رسول ﷺ کی ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد اور چلے سب مسلمانوں کے رستے کے خلاف، والی بنادیں گے ہم اس کو جس چیز کا وہ خود والی بنا اور داخل کردیں گے ہم اس کو جہنم میں اور وہ برا ٹھکانہ ہے)

صحابہ میں افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا عمر الفاروق

رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ ہیں۔

تمام صحابہ کرام ہدایت پر ہیں، پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ فرمایا "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" صحابہؓ کے باہمی اختلافات سے خاموش رہنا واجب ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی خوبیوں کا ذکر کرنا، ان سے محبت رکھنا، ان کی تعریف وتوصیف کرنا، ہم پر واجب ہے، تمام صحابہ کو دوست رکھو اور ان کے ذکر سے برکت حاصل کرو اور ان جیسے اخلاق واطوار حاصل کرنے کی کوشش کرو، پیغمبر علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا ہے "اوصیکم بتقوی اللّٰہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھابالنواجذ وایاکم ومحدثات الأمور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ"

(میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور (اہل اسلام کے حاکم وامیر کی) اطاعت وفرماں برداری کرتے رہنا اگرچہ وہ (حاکم و امیر) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ جلد ہی (مسلمانوں میں پیدا ہونے والے) بہت اختلاف

دیکھے گا، پس (اس وقت کے لئے خاص طور سے تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ) میرے اسوہ اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طور وطریق کو لازم پکڑنا، اسی پر بھروسہ کرنا، اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنا، نیز (دین میں پیدا کی جانے والی) نئی نئی باتوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی بات درحقیقت بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے)

اپنے دل کو آلِ کرام کی محبت سے منور رکھو اس لئے کہ وہ وجود لامعہ کی روشنیاں اور سعادت طالعہ کا آفتاب ہے، خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (کہہ دو ان سے طلب نہیں کرتا ہوں اس تبلیغ پر مزدوری قرابت والوں میں محبت کے سوا)

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "اللّٰہ اللّٰہ فی اھل بیتی" (میرے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو) خدا تعالیٰ اگر کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو پیغمبر کی وصیت کا بجالانا اس آدمی پر لازم کر دیتا ہے، پس وہ ان سے محبت کرتا ہے اور ان کی تعظیم وحمایت کرتا ہے اور پیغمبر کے حامیوں کی حفاظت بجالاتا ہے اور ان کے ساتھ مراعات کرتا ہے اور ان کے ان حقوق کی نگہداشت رکھتا ہے جو پیغمبر اور ان کی اولاد کے درمیان ہیں، ہر انسان اپنے محبت کرنے والے کے ساتھ برابر ہے، جو آدمی خدا کے پیغمبر کے ساتھ محبت رکھتا ہے وہ خدا کے پیغمبر کو دوست رکھے گا اور جو آدمی پیغمبر سے

محبت رکھے گا وہ رسول خدا کی آل کے ساتھ محبت رکھے گا اور جو آدمی ان کا دوست ہوگا وہ ان کے ساتھ برابر ہے اور وہ اپنے پدر علیہ السلام کے ساتھ برابر ہیں، آل رسول کو اپنے نفس پر مقدم رکھو، ان کی مدد کرو اور ان کی عزت بجالاؤ، ان کاموں کا ثمرہ تمہیں ملے گا، اولیاء اللہ سے ملتے رہو، ﴿ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ (خبردار ہو جاؤ! اولیاء اللہ پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو صاحب ایمان ہیں اور تقویٰ رکھنے والے ہیں)

ولی اللہ

وہ شخص ہے جو خدا کا محب ہو اور تقویٰ کے ساتھ خدا پر ایمان لائے۔

تم خدا کے محب کے ساتھ دشمنی مت کرو، حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا نے فرمایا جو آدمی میرے ولی کو اذیت پہنچاتا ہے میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں یعنی خداوندی غیرت اس قوم کے سرداروں کو ہلاک کر دیتی ہے، جو آدمی اولیاء اللہ کو اذیت دیتا ہے خدا اپنے اولیاء کا بدلہ اس سے لیتا ہے اور اپنے دوستوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان کی توقیر اور ان کا اکرام کرتا ہے اور جو آدمی خدا کے اولیاء کے ذریعہ خدا سے التجاء کرتا ہے وہ اولیاء اللہ اس کے مددگار بن جاتے ہیں، اولیاء اللہ ﴿ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾ کے خاص مخاطبین میں سے ہیں اولیاء اللہ سے محبت کرنا اور

ان سے قرب رکھنا تم پر لازم ہے، ان کے سبب سے تم کو برکت حاصل ہوگی، تم اولیاء اللہ کے ساتھ رہو ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

اے بزرگو!

اولیاء میں سے ہر ایک ولی کے درجہ کو سمجھو اور ان کے ساتھ محبت کرنے میں افراط مت کرو، ہر ولی کی اس کی شان کے موافق عزت کرو، انسانوں میں سب سے زیادہ صاحب شرافت پیغمبر ہیں (علیہم الصلوۃ والسلام) اور پیغمبروں میں اشرف ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے بعد مخلوق میں شریف ترین آپ کی آل اور آپ کے اصحاب ہیں اور ان کے بعد شریف ترین تابعی ہیں جو خیر القرون کہلاتے ہیں، یہ جو کچھ کہا گیا ہے اجمالاً کہا گیا ہے، لیکن تفصیل کے لئے نص کا ملاحظہ کرو، نص پر اپنی رائے کے ساتھ عمل مت کرو، کوئی شخص ہلاک نہیں ہوا مگر وہ شخص جس نے نص پر اپنی رائے سے عمل کیا، اس دین میں کبھی رائے پر عمل نہیں ہوگا، مباحات میں رائے کو دخل دے سکتے ہو، تمام اولیاء اللہ کو خیر کے ساتھ یاد کرو، ایک کو دوسرے پر ترجیح مت دو، خداوند تعالیٰ نے بعض اولیاء کے درجہ کو بعض پر بہت بلند کیا ہے لیکن اس درجہ کو خدا کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا ہے، یا وہ جان سکتا ہے جو خدا کا رسول ہو یا جس کو خدا کا حکم پہنچا ہو یا خدا کی رضا اس کے ساتھ ہو۔

ترک دعویٰ (کبر ونخوت کا ترک کرنا)

ترک دعویٰ کے ساتھ جماعت اولیاء اللہ کی تائید کرو اور اس طریقہ کے ارکان کو (سنت نبوی کے زندہ کرنے اور بدعت کے ترک کے ساتھ) مضبوط بنا دو۔

اے بزرگو!

مرد فقیر جب تک سنت اور شریعت کے راستہ پر ہے اس وقت تک وہ طریقت کے جادۂ مستقیم پر ہے، جس وقت شریعت سے تجاوز کرے گا طریقت سے بھی متجاوز ہوگا اور اس طائفہ کو صوفیہ کہتے ہیں۔

صوفی کی وجہ تسمیہ

صوفی کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے اور چونکہ صوفی کہنے کا سبب بھی عجیب ہے اور اکثر فقراء کو بھی اس کا سبب معلوم نہیں ہے اس لئے ہم اس سبب کو بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

جماعت فقراء کا نام اس لئے صوفی ہوا کہ قبیلۂ مضر سے ایک جماعت تھی کہ اس کو لوگ بنوصوفہ کہتے تھے اور وہ جماعت الغوث ابن مر ابن طابخۃ الربیط کی اولاد ہے، ان کی ماں کے جب فرزند ہوتا تھا تو مر جاتا تھا، ان کی ماں نے نذر مانی کہ اگر میرا فرزند زندہ رہے گا اور نہیں مرے گا تو میں اس کے سر پر بال رکھوں گی اور اس کو کعبہ سے باندھوں گی، اسلام کے ظاہر ہونے سے قبل بھی

لوگ حج کو جاتے تھے، خدا نے احسان فرمایا اس جماعت نے بھی اسلام قبول کیا اور عابد ہو گئے یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی روایت کی ہے، پس اس جماعت میں جو شریک ہوتا تھا لوگ اس کو صوفی کہتے تھے یا جو آدمی پشم پہنتا تھا اور ان کے مانند عبادت کرتا تھا تو اس کو جماعتِ بنو الصوفہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں تصوف صفا سے ماخوذ ہے بعض کے نزدیک مصافات سے ماخوذ ہے، (علاوہ ان اقوال کے دوسرے اقوال بھی ہیں جو اپنے مطالب ومعانی کے لحاظ سے صحیح اور درست ہیں) اس لئے اس جماعت نے صفائی اور اخلاص کو اپنے لئے لازم سمجھا، آدابِ ظاہرہ پر عمل کیا اور اس جماعت کا قول ہے کہ ظاہری صفائی اور اخلاص دونوں چیزیں آدابِ باطنی پر دلالت کرتی ہیں بلکہ ظاہری حسن ادب باطنی حسنِ ادب کا عنوان ہے اور اسی سبب سے یہ جماعت کہتی ہے کہ جو شخص آدابِ ظاہرہ پر عمل نہیں کرے گا اور اسکو نہیں سمجھے گا تو اس کا ادبِ باطن قابل اعتماد نہیں ہوگا، تمام آدابِ ظاہرہ پیغمبر ﷺ کے خلق، حال، کردار، گفتار کی پیروی کرنے پر منحصر ہیں، صوفی کے آداب اور طریقے اسکے مقامات پر دلالت کرتے ہیں، شریعت کی ترازو میں صوفی کے اخلاق، احوال، گفتار و کردار کو تولنا چاہیے، اس وقت تم پر اس صوفی کی ترازو کا ہلکا پن اور بھاری پن ظاہر ہو جائیگا، پیغمبر ﷺ کا خُلق قرآن ہے، خدا تعالیٰ

نے فرمایا ہے ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ جو آدمی آداب ظاہری یعنی شریعت کی پیروی کو لازم سمجھے گا وہ صوفیوں کی جماعت میں داخل ہوگا اور وہی صوفیوں سے کہلائے گا اور جو آدمی آدابِ ظاہری یعنی شریعت کا التزام نہیں کرے گا وہ صوفیوں کے زمرہ سے شمار نہیں کیا جائے گا، آدابِ صوفیہ کا لحاظ رکھنا جنسیت کی دلیل ہے بلکہ صوفیہ کی جماعت سے ہونے کی نشانی ہے۔

رویم کہتے ہیں تصوف از اول تا آخر ادب ہی کا نام ہے، اور جس ادب کی طرف طائفۂ صوفیہ اشارہ کرتے ہیں اس سے مراد شرع ہے، پس شریعت کے پابند رہو، حاسد کی طرف توجہ مت کرو، وہ جس طرح چاہے جھوٹ بولے اور جو کچھ چاہے تمہاری طرف منسوب کرے۔

ولست ابالي من زماني بريبة　　اذا كنت عند الله غير مريب

اذا كان سري عند ربي منزهاً　　فما ضرني و اشد بغريب

اب ہم ان دونوں اشعار کا فارسی ترجمہ لکھتے ہیں جو حقائق پناہ جناب مولوی ہدایت اللہ صاحب فاروقی کے ہیں۔

ہیچ پروائے ندارم گر کسے تہمت کند
چونکہ باشم نزد ایزد پاک از ہر زیغ وزیب
باطنم چوں پاک باشد نزد ایزد باک نیست
ہر چہ گوید دشمن بیہودہ از ہر جنس عیب

(میں پرواہ نہیں کرتا ہوں زمانہ کی فتنہ پردازیوں سے جب میں اللہ کے نزدیک شک کرنے والا نہیں ہوں، جب میرا باطن اللہ کے نزدیک پاک ہے پس نقصان نہیں چغل خوروں سے اس بات کا کہ میں اجنبی ہوں)

اے سالک!

اپنے نفس کو مت دیکھ، غرور و کبر سے احتراز کر، اس لئے کہ یہ چیزیں مہلکات سے ہیں، جو آدمی اپنے نفس کو بڑا اور دوسروں کو چھوٹا سمجھتا ہے وہ خدا کے قرب کی فضا میں نہیں پہنچے گا، میں کون ہوں؟ تم کون ہو؟ اے میرے بھائی! ہم تمام مسکین ہیں، ہماری ابتداء رحم مادر میں ایک گوشت کے ٹکڑے سے ہوئی اور ہماری انتہاء ایک جیفہ ہوگی۔

جوہر عقل

اس عرض کی یعنی بدن کی شرافت جوہر عقل ہے، عقل وہ ہے کہ نفس کو عاقل بنادے تا کہ اپنی حد پر ٹھہر جائے، اگر کسی کی عقل اپنے نفس کو عاقل نہ بنا سکے اور باز پرس اور نصیحت کی حد پر نفس کو نہ ٹھہرا سکے تو وہ عقل نہیں ہے، اگر انسان جوہر عقل سے محروم ہوگا تو اس میں کچھ انسانی شرافت نہیں پائی جائیگی، وہ ایک ثقیل و خفیف عرض مانا جائے گا یعنی بھاری اور ہلکا بدن، وہ کسی اچھے رتبہ اور نفیس مرتبہ کے لائق نہیں ہوگا، اور اگر اس کی عقل کامل اور پوری ہوگی اس وقت تمام احکام اس جوہر کے لئے مختص ہوں گے، وہ جوہر اس وقت اس لائق

ہوں گے کہ بادشاہوں کے تاج میں جڑے جائیں۔

عقل کا اول مرتبہ یہ ہے کہ تو کاذبہ انانیت سے اپنے آپ کو الگ رکھے اور تو باطل دعووں سے اور دنیاوی کاموں کے اژدحام سے اور چیزوں کے ہبہ کرنے اور اسی قسم کی باتوں سے نفس کو چھٹکارا دیوے، اور اگر اس کا مقام اس کو حکم کرے اور اس کے مقام سے بڑے پن کی صفت پیدا ہو جاوے تو اس وقت لازم یہ ہے کہ تو غور کرے کہ میری ابتداء بھی مٹی سے ہے اور میری انتہاء بھی مٹی ہے، اس ابتداء اور انتہاء میں اور اسی کے مناسب کردار گفتار میں غور کرنا چاہیئے، اس لئے کہ جو واعظ خدا کے واسطے وعظ نہ کرے بلکہ اپنے نفس کے لئے اس کا وعظ ہو تو اس کا وعظ کسی کے قلب پر اثر نہیں کرے گا، اور کس طرح اس کا وعظ فائدہ دیوے؟ جب کہ اس کا دل خدا سے غافل ہو۔

سہلؒ کہتے ہیں غفلت دل کی سیاہی کا سبب ہے، پیغمبر علیہ السلام کی حدیث ہے (الا ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهى القلب) (خبردار ہو جاؤ جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب درست ہو جاتا ہے تو تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور وہ فاسد ہو جاتا ہے تو تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے اور وہ نہیں ہے مگر قلب)

اے میرے بھائی!

تو اور میں ایک دوسرے کے وعظ سے اس وقت فائدہ پر پہنچیں گے جب

کہ ہم دونوں اخلاص رکھتے ہوں گے۔ (انتہی)

فقیر مؤلف کہتا ہے بالکل اسی نصیحت کی طرح ولی جلیل عارف بے مثیل حضرت شیخ ابو محمد بن حسین جریری خلیفۂ جنید رضی اللہ عنہ کی نصیحت ہے جس وقت حضرت جنید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تمام خلفاء آپ کے مکان پر جمع ہوئے اور سب نے مل کر باتفاق کہا کہ اس پاک جگہ میں شیخ احمد جریری کے سوا کوئی دوسرا آدمی لائق نہیں ہے ان کی سرداری ہم پر واجب ہے اور جریری کا قول بھی ہے کہ اگر میں دیکھوں کسی شخص کو کہ وہ ایک شخص کو خاص اللہ کے لئے چھوڑتا ہے تو ضرور میں اپنا چہرہ اس کے لئے زمین پر بچھا دوں گا، لیکن لوگ اپنے نفس کی لذت وسرور کے لئے مجھ کو چھوڑتے ہیں۔ (انتہی)

برہان المؤید میں ہے:

اے میرے بھائی!

تمہاری زحمت میری زحمت سے ہلکی ہے اور تمہارے لئے ہلکی سے ہلکی تکلیف صرف سننے کی تکلیف ہے لیکن مجھے تمہارے تعلیم دینے کی مستی گھیرے ہوئے ہے میں اپنے سے بالکل بے خبر ہوں۔

اے میرے بھائی!

میں ہیچ ہوں نفس نے مجھ پر غلبہ کر رکھا ہے، اپنے نفس سے کہا میں نے کہ خدا نے تجھ کو علم دیا ہے تجھ پر لازم ہے کہ اپنے بھائیوں کو تعلیم دیوے، اسلئے کہ

جوآدمی اپنے علم کو پوشیدہ رکھتا ہے اسکوآتشیں لجام سے باندھتے ہیں، تمہارے لئے جفاء واذیت مفید ہے، اور یہ بھی نفس سے کہتا ہوں کہ اے نفس! اپنی حد پر ٹھہر، جماعت میں ایسا آدمی بھی ہوتا ہے جو خدا کے نزدیک تجھ سے افضل ہے خداوند تعالیٰ اس کو تجھ سے پوشیدہ کئے ہوئے ہے تا کہ تیرا امتحان لیوے، پس اس نصیحت سے میرا نفس اپنے کاذبہ انتقام کے مقام میں ٹھہر گیا اور اس نے سکونت اختیار کی اور اپنے درجہ کو پہچانا اور اپنے حال اور طور پر رک گیا اس کے بعد بڑے فائدہ پر پہنچا، تم بھی اسی طرح کرو۔

اے میرے بھائی!

تو اگر اپنے نفس پر غالب آ گیا اور سیکھنے سکھانے کو اس کے لئے ضروری سمجھا تو خواہشات نفسانی کو اطاعت کی چھری سے کاٹ ڈالا اور حکمت کو حاصل کرلیا تو نے، جس وقت تو اپنی نظر کو حال اور مال حسب نسب سے اور علم و شرف سے بند کر لے گا تو اس وقت بڑے اچھے نتیجہ پر پہنچے گا، جو آدمی اپنے نفس کی فضولیات پر محاسبہ نہیں کرتا ہے وہ ہمارے نزدیک مردوں کے شمار میں نہیں ہے۔

اے بزرگو!

طائفہ صوفیہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گیا ہے، خدائے حمید عجز وانکساری والوں اور مسکنت و پریشان حال والوں کا رفیق ہے اور انہیں کے ساتھ ہے،

خدا کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا﴾ (اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر افترا کیا؟)

لوگ منصور حلاج سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے 'انا الحق' کہا، میں کہتا ہوں وہ اپنے وہم وگمان میں خطا پر ہے اگر حق پر ہوتا تو 'انا الحق' نہیں کہتا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کے اشعار وحدۃ الوجود کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہ تمام اور ان جیسی تمام باتیں باطل ہیں، وہ چیز جو انسان کو خدا سے ملا دیتی ہے یا خود کوئی شراب محبت نوش کئے ہوئے ہو یا خدا کے حضور ہو اور کلام سنتا ہو، ان چیزوں سے کوئی چیز اسکو نہیں ہوئی صرف یہی ایک صدائے غریب 'انا الحق' اور حالت عجیب اس کو حاصل ہوئی ہے، وہم نے اس کو گھیر لیا ہے اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پہنچا دیا ہے، جس آدمی کو خدا کا قرب حاصل ہو اور پھر اس میں خدا کا خوف نہ ہو تو وہ آدمی مکار ہے، جھوٹا ہے، اس قسم کی باتوں سے بچنا چاہئے، یہ تمام باطل ہیں، ہمارے اسلاف حدود پر قائم ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے ہیں، میں قسم کھاتا ہوں کہ جاہل کے سوا دوسرا اپنی حد سے تجاوز نہیں کرتا ہے اور اندھے کے سوا دوسرا کنویں کے سرے پر نہیں چلتا ہے، یہ حد سے بڑھنا اور اپنے مرتبہ اور مقام سے گذر جانا کیوں ہے؟ ایسا آدمی جو بھوک پیاس، بے خوابی، تکلیف اور فقر و پیری میں حد سے گذرنے والا ہو اور

ان مذکورہ حالتوں میں جب ایک ہی حالت میں اپنے مقام اور مرتبہ سے محو اور ساقط ہو جاتا ہو تو ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ کی صدا سے اس کا کیا حال ہوگا؟

ہر وہ بندہ کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ حدود سے آگے بڑھتا ہے وہ بارگاہِ الٰہی میں ناقص ہے، حد سے بڑھنا اس کے لئے نقصان کی علامت ہے، اور یہ نقصان شہادت دیتا ہے کہ وہ تکبر، حجاب، غفلت، اور دعویٰ میں پڑا ہوا ہے۔

طائفہ صوفیہ حدود شرعیہ کا لحاظ رکھتے ہوئے خدا کی نعمت کے متعلق لب کشائی کرتے ہیں اور اپنے ہر قول و فعل سے حقوق الٰہیہ کی طلب کرتے ہیں۔

ولایت فرعونیت اور نمرودیت نہیں ہے فرعون نے ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ کہا، اولیاء کے رہنما سید انبیاء ﷺ نے (لَسْتُ بِمَلِكٍ) کہا، جب پیغمبر ﷺ نے عظمت، حاکمیت اور سربلندی کے لباس کو اپنے جسم سے اتار کر پھینک دیا ہے تو پھر عارف کس طرح نخوت اور غرور کی باتوں کی طرف پیش قدمی کر سکتے ہیں، خدا نے فرمایا ہے ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (علیحدہ ہو جاؤ آج اے مجرمو) خدا کے سامنے احتیاجی وصف ظاہر کرنا مومن کی صفت ہے، خدا نے فرمایا ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ﴾ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے صوفیہ کے علم سے تعلق رکھتا ہے، تم اس علم کو پڑھو، اس زمانہ میں جذبۂ رحمانیہ کم ہو گیا ہے، لوگ ہر ایک امر میں خدا سے شکوے کرتے ہیں، عاقل آدمی وہ ہے کہ شاہ و سلطان سے شکایت نہ کرے بلکہ اس

کے تمام اعمال خدا کے لئے ہوں۔

اے بزرگو!

کوئی سخت راستہ اور مشکل مسلک میں نے نہیں چھوڑا مگر اس کے اوپر سے پردے اٹھا دئے میں نے اور اپنے ہمت کے لشکر کے ہاتھ سے اس کے پردہائے زیریں کو اور اس کے سفینہ کے بادبان کو بلند کیا ہے، تمام دروازوں سے خدا کی بارگاہ میں داخل ہوا میں اور اپنے مطلوب کو حاصل کیا میں نے دوسرے طالبین اسی طرح دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، میرے خدا نے اپنے فضل وکرم سے ان چیزوں کو جو آنکھیں دیکھے ہوئے نہ تھیں اور جن باتوں کو کانوں نے سنا نہیں تھا اور جو باتیں زمانہ والوں کے دلوں میں نہیں گذری تھیں مجھے وہ بخششیں اور ان کے ساتھ مجھ پر احسان کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ سچا مرید اور سچا محبت کرنے والا اور وہ شخص کہ میری ذریت اور میرے خلفاء کے نقش قدم پر چلے گا، خواہ وہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں، قیامت کے دن (کہ نجات کی تدبیر منقطع ہو جائے گی) میں ان کی دستگیری کروں گا اور ان کو نجات دلاؤں گا۔

فقیر یعنی صاحب کتاب کہتا ہے کہ میں اسی سبب سے بیعت کئے ہوئے ہوں کہ خداوند تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا۔

مخلوق کا خالق سے بات کرنا نبی اور مرسلین کے بعد (کہ اللہ سبحانہ ان سے وحی کے ذریعہ یا ماورائے پردہ بات کئے ہوئے ہے) ممکن نہیں، ہاں! اس قدر ممکن ہے کہ خدا کے احسان کا وعدہ اولیاء کے دلوں پر یا ان کے احباب کے دلوں پر نیند کی حالت میں رؤیا کے ذریعہ یا محمدی واسطہ سے یا سچے الہام کے ساتھ (جو ظاہری شریعتِ احمدیہ سے کسی حال میں مخالف نہ ہوگا) روشن اور ظاہر ہوگا ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾

(مواهب الرحمن لاتقضى وامة المختار مثل المطر، خزائن السرّ لأحبابه واهل الحكمة نوع البشر قد يضلع السابق في سيره و يسبق الضويلع المنتظر)

(اللہ کی بخششیں ختم نہیں ہوتی ہیں اور امت مختار بارش کے مانند ہے، حقیقت کے خزانے اس کے احباب کے لئے ہیں اور حکمت کا اہل نوعِ بشر ہے کبھی سست ہو جاتا ہے تیز چلنے والا اپنے چلنے میں اور بڑھ جاتا ہے کمزور اپنے چلنے میں)

اے اللہ! میرے لئے علم، فہم، معرفت، کو بڑھا دے، اور مجھے اپنے پیغمبر ﷺ کی پیروی کرنے والوں میں داخل کر دے، اے اللہ! تو جو ارادہ کرتا ہے اس کو پورا کرتا ہے۔ اے اللہ! تو ارحم الراحمین ہے۔

اولیاء کی اسناد رسول خدا ﷺ کے ساتھ صحیح اور ثابت ہے، پیغمبر ﷺ

کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے اور خود ایک تنہا مرد نے بھی کلمۂ توحید کو آپ سے حاصل کیا، اور صوفیہ کی جماعت کا سلسلہ اس جماعت تک اور اس ایک مرد تک پہنچا ہوا ہے۔

شداد ابن اوسؓ کہتے ہیں ہم پیغمبر ﷺ کے پاس تھے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا، دیکھو! یہاں کوئی اجنبی ہے یا نہیں؟ (یعنی اہل کتاب) ہم نے کہا نہیں! یا رسول اللہ، کوئی نہیں ہے، اس کے بعد دروازہ بند کرنے کے لئے حکم فرمایا اور کہا اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھاؤ اور کہو 'لا الہ الا اللّٰہ' ہم نے اپنے ہاتھ کو اٹھایا اور کہا 'لا الہ الا اللّٰہ' اس کے بعد الحمد للّٰہ کہہ کر فرمایا اے اللہ! ہم کو اس کلمہ پر بھیجا ہے تو نے اور اس کلمہ کے سبب ہم سے جنت کا وعدہ کیا ہے تو نے، تو وعدہ خلاف نہیں ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے کہا میں تم کو خوش خبری دیتا ہوں کہ خدا نے تمہارے گناہ کو معاف کیا۔

یہ جو کچھ بیان ہوا یہ تو پیغمبر ﷺ کی جماعت کو تلقین تھی لیکن آپ کی تعلیم تنہا ایک مرد کے لئے بھی صحیح اور ثابت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغمبر ﷺ سے سوال کیا، یا رسول اللہ! بہت قریبی اور بہت زیادہ نزدیک طریقہ اور افضل ترین راستہ مجھ کو بتلایئے، پس حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین کلمہ جس کو میں نے کہا اور مجھ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں انہوں نے کہا کلمہ 'لا الہ الا اللّٰہ' ہے، اگر سات

(گاہا دوستوں کی خدی خوانوں نے اندھیری راتوں میں پس اڑا لیا ان خدی خوانوں نے دلوں اور نفسوں کو، کٹے ہوئے بازوؤں والوں نے ارادہ کیا بثنیہ کا اور ان لوگوں نے ارادہ کیا تھا اس کے ذریعہ واحد مطلوب کا)

ہاں! دروغ گو آدمی قابل باز پرس ہے اور سماع اس پر حرام ہے اور مجلس ذکر میں اس کا نہ ہونا بہتر ہے جب تک جھوٹ کو ترک نہ کردے اور جب تک صادق القول نہ بن جائے، کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو فرشتوں کے زمرہ میں داخل ہو کر اور اپنے نفس پر غلبہ پا کر محو ذات خدا ہو رہے ہیں اور شوق کے بازوؤں اور پروں کے ساتھ ان کی روح پرواز میں آکر مشغول سیر ہے، وہ خدا کے قرب تک پہنچے ہوئے ہیں، وہ صاحب دل جو قید بندگی سے خلاصی پا کر مقام حریت میں پہنچ گئے ہیں اور اغیار کی مملوکیت سے الگ ہو گئے ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہیں لیکن وہ سب احرار ہیں خواہ مفارقت کریں یا نہ کریں۔

اتمنّی علی الزمان محالا　ان تری مقلتای طلعة حر

(آرزو کرتا ہوں میں زمانہ سے ایک محال بات کی کہ دیکھیں میری آنکھیں کسی آزاد کے چہرہ کو)

اے میرے بھائی!

میں نہیں کہتا ہوں کہ صوفیہ تمام ختم ہو گئے ہیں اور دنیا سے چلے گئے ہیں، اور بدگمانی کروں میں کہ اس زمانہ میں ان میں سے کوئی نہیں رہا ہے، لیکن میں

غلبۂ جہالت کی وجہ سے کہتا ہوں کہ ہم ایسے زمانہ میں ہیں جب کہ جہالت عام ہو رہی ہے اور باطل پرستی بہت زیادہ پھیل رہی ہے اور جھوٹے دعوؤں کو شہرت دی جا رہی ہے اور بیہودہ باتوں کو بیان کیا جا رہا ہے اور باطل طریقے مروج ہو رہے ہیں، ہم اس زمانہ میں کیا کام کریں اور کس کو قابل اعتماد سمجھیں اکثر لوگ ایسا طریقہ اختیار کیے ہوئے ہیں کہ جب تک ان کے گھر پر ہیں وہ دل جوئی کر لیتے ہیں اور جب تک ان کے قبیلہ میں ہیں وہ سلام کرتے ہیں لیکن ایسی عزت سے کیا فائدہ جو دل جوئی کے لئے کی جائے؟ اور ایسے کلام سے کیا نتیجہ کہ اس میں غفلت پائی جائے؟

اے بھائی!

تو جس پر مامور ہے اسے حاصل کر اور جہلاء سے الگ رہ اور امر معروف کی بجا آوری میں کوشش کر، یہ سماع کس کام آئے گا کہ بغیر وجد کے رقص کرنے والے کا قالب رقص میں ہو اور نفس نجاست سے آلودہ ہو؟ اس رقص سے جو سراسر نقصان کا سبب ہے تو کب ذاکرین کے شمار میں آ سکتا ہے؟

ورب تال وتال القرآن مجتهد بين الخلائق و القرآن يلعنه

(اور اکثر تلاوت کرنے والوں نے مخلوق میں کوشش کر کے تلاوت کی لیکن قرآن نے ان پر لعنت بھیجی)

خدا عرش کے نیچے بے ریش امرد فرشتے رکھتا ہے جو رقص کرتے ہوئے

خدا کا ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر سے مسرور ہوتے ہیں، وہ ارواح ہیں جو خدا کے لئے خدا کا ذکر کرتی ہیں۔

اے مسکین!

تو اپنے نفس کی غرض کے لئے ذکر کرتا ہے، وہ ملائکہ ذاکر ہیں اور تو مغبون (یعنی نقصان زدہ) وہ سرور کہ یاد الٰہی سے حاصل ہوتا ہے صوفی اس کو رقص کہتے ہیں لیکن اس وقت کہ وہ سرور روحانی ہو نہ جسمانی، اور رقص کی نسبت روح سے کرتے ہیں نہ جسم سے، اس قسم کے رقص کرنے والے میں اور ذکر کرنے والے میں بڑا فرق ہے، ذاکرین کی طلب طلب حق ہے اور ان رقص کرنے والوں کی طلب طلب باطل ہے، اس طائفۂ صوفیہ میں اور تم میں مشرق اور مغرب کی دوری ہے، یہ رقص کرنے والا کاذب ہے اور وہ ذاکرین دیوانِ خدا میں مذکور ہیں، ملعون اور محبوب میں جو فرق ہوتا ہے وہی فرق ان دونوں میں ہے، جس وقت تم مجلس ذکر میں جاؤ تو دیکھو! مذکور کیا ہے؟ (یعنی کس چیز کا ذکر کیا جا رہا ہے) سماع میں ہوش کے ساتھ رہو، وہ شخص جو صالحین کا ذکر کرتا ہے اس کی پیروی اپنے اوپر لازم سمجھو تا کہ تم بھی زمرۂ صالحین سے سمجھے جاؤ، ہر شخص اپنے محب کے ساتھ محبت کرتا ہے، تم صالحین کے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو، ان لوگوں سے ان کا حال سیکھو، وہ وجد جو حق پر ہوتا ہے وہ حق ہے، اپنی خواہش نفسانی پر عمل مت کرو، میں یہ نہیں کہتا کہ میں

سماع کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں لیکن اس وقت جب تحقیق کرلوں کہ کلام اپنے مقام میں ہے اور اس کی پیروی میرے لئے ضروری ہے، لیکن جو صوفی اس درجہ پر نہیں پہنچا ہے اس کے لئے سماع کو برا سمجھتا ہوں اس سبب سے کہ سماع میں ایسی پیچیدگی اور مشکل ہے جو لوگوں کو خطا اور غلطی میں ڈال دیتی ہے، لیکن جس وقت سماع کی ضرورت ہی ہو جائے تو اس وقت چاہے کلام کا سنانے والا امین اور مخلص ہو، جو حبیب علیہ السلام کی تعریف کرے اور جو خدا کے ذکر سے اور صالحین کے ذکر سے آگے نہ بڑھے اور اسی مقام پر رہے، مرشد عارف پر لازم ہے کہ جس قدر سماع ضروری ہو اسی قدر اس سے حاصل کرے اور جو لوگ کہ اس مجلس میں ہوں مرشد ان کو اور ان کے دلوں کو خدا کے حکم اور قدرت سے فیض پہنچانے کی کوشش کرے، اس لئے کہ حال کی خوشبو اثر کرتی ہے، اور نقطۂ اخلاص اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

مرد کامل وہ ہے کہ اپنے حال سے لوگوں کی تربیت کرے نہ اپنے قال سے، اور اگر حال اور قال دونوں جمع ہو جائیں پس وہ مرد اکمل ہوگا، اور اس مقام کا حاصل کرنا کافروں کی شوکت دفع کرنے اور اہل باطل اور خارج از دین لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے ضروری ہے، اور سیاہ قلب لوگوں کو خدا سے ڈرانے اور اعلائے کلمۂ دین کیلئے از بس ضروری و لازم ہے، نہ کسی دوسرے غرض و مقصد کے لئے، اگر تم میں حسن نیت ہوگی تو تمہارا عمل بہترین عمل ہوگا،

اور اگر اپنے طور و طریق کو سراسر کتاب و سنت کے سپرد کر دو گے تو کمال خیر پر پہنچو گے اگرچہ شریعت کے ایک دروازے سے ہی ہو، اور اگر کتاب و سنت کی پیروی نہ کرو گے تو تمہارے اعمال، احوال، گفتار، بدتر ہو جائیں گے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ جو مذاہب بدنام ہیں ان میں تم میں کوئی فرق نہیں ہو گا سوائے علامت اور عمامے کے، تم ان صوفیوں سے بنو جو خدا کے دوست اور خدا کی درگاہ کے لائق ہیں نہ اس قوم سے جو خدا کے دشمن اور خدا سے دور ہیں۔

اے بزرگو!

دجالیت اور شیطانیت سے اور ان طریقوں سے جو ان دونوں صفتوں کی طرف لے جانے والی ہے بہت بچنے کی کوشش کرو، شیطان کو سچے ایمان کی قوت کے ساتھ شرمندہ کرو، اور دجال کا کلیسا یعنی معبد صداقت کے ہاتھ سے اکھاڑ پھینکو، واضح اور کھلا ہوا راستہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ ہے اور خدا کی توحید اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر گواہی دینا ہے، اور ایمان لانے کے بعد حرام باتوں سے الگ رہنا ہے، ارکان اسلام سے اول رکن ایمان ہے، یہ جو کچھ کہا ہے میں نے یہی طریقت ہے، خدا تعالیٰ کا ہر وقت ذکر کرنا مؤمن ہونے کی علامت ہے اور ایسا ذاکر مؤمن خدا کے ساتھ ہے۔

ذکر الٰہی کے آداب

ذکر الٰہی کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ عزیمت میں سچائی ہو،

اور عجز وانکساری شیوہ ہو، اور اپنے دنیاوی طور وطریق ترک کر کے خلوص کے ساتھ بندگی کے پاؤں پر کھڑا ہو، جلال کی زرہ پہننا بھی ذکر کے آداب میں سے ایک ادب ہے تاکہ ذاکر کو اگر کافر دیکھے تو یقین کر لے کہ یہ ذاکر خدا کا ذکر خلوص کے ساتھ کر رہا ہے، بلکہ جس کی نظر ذاکر پر پڑے اس پر ایک خوف طاری ہو جائے اور وہ باطل خیالات جو دل میں لئے ہوئے ہیں ذاکر کی برقِ ہیبت کی وجہ سے دل سے نکل جائیں، اگر ذاکر کا حال اس مذکورہ طریقہ پر نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ امکان کے موافق اپنی اصلاح کرے اور اپنی گفتار وکردار میں ظاہری اور باطنی آداب جمع کرنے کی تا امکان کوشش کرے اور نظر کو غیر اللہ سے روکے۔

(اے اللہ! تو ہم کو ان لوگوں سے بنا دے جن کے اعضاء پر مراقبہ کی بھاری زنجیریں ڈال دی ہیں اور دقائق شہود کے مشاہدہ سے ان کے دلوں پر اقامت فرمائی ہے تو نے، اور ان کی نشست وبرخاست کی حفاظت کے لئے اپنے محافظین مقرر کئے ہیں تو نے، جنہوں نے شرمندگی سے اپنا سر جھکا دیا ہے جنہوں نے سجدہ کیلئے اپنی پیشانی کو زمین پر رکھ دیا ہے، جنہوں نے بے انتہاء عجز وانکساری کے ساتھ تیری درگاہ میں اپنے رخساروں کو بچھا رکھا ہے، اور تو نے ان کو ان کے انتہائے مقصد پر پہنچا دیا ہے، وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

اے صوفی!

قرآن مجید کی تلاوت کر اور سلف کے آثار واقوال کا تابع بن، میں خود کیا ہوں کہ تم کو نیک کاموں کی طرف دعوت دوں؟ میرے مانند کوئی ہیچ اور لاشیٔ نہیں ہے، میری مثال اس مچھر کی سی ہے جو دیوار کے سرے پر بیٹھا ہے اور جس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے، اگر میرے دل میں گذرتا ہو کہ میں جماعت صوفیہ کا شیخ ہوں یا میں لوگوں کا پیشوا ہوں یا لوگوں پر حکم کرنے والا ہوں، یا خود میرے نزدیک یہ ثابت ہو کہ میں صوفیوں میں سے ایک صوفی ہوں تو میرا حشر فرعون اور ہامان اور قارون کے ساتھ ہو اور جس بلائے الٰہی نے ان کو گھیرا تھا وہ مجھے گھیرے، اور حقیقت یہ ہے کہ جو آدمی محض لاشیٔ اور ہیچ در ہیچ ہو وہ کس منھ سے مذکورہ باتوں کا اور مذکورہ اوصاف کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ جو آدمی کسی چیز کی صلاحیت نہ رکھتا ہو کس طرح اس کا شمار کسی میں کیا جائے؟ اور ایسا آدمی ہرگز مذکورہ باتوں کی دعوت نہیں دے سکتا ہے۔

اے بزرگو!

اپنے اوقات کو ایسے مشاغل میں ضائع مت کرو جس سے کوئی راحت حاصل نہ ہو، جو سانس گذر رہا ہے اس کا حساب لیا جائے گا، نفس کے بیہودہ عمل سے بچنا چاہئے اور اپنے اوقات اور دلوں کی حفاظت رکھنا چاہئے، اس لئے کہ دل اور وقت بہترین چیز ہے، اگر وقت کو بیکار ضائع کرو گے اور دل کو

فضولیات کی طرف متوجہ کرو گے تو تمام فوائد اخروی کھو بیٹھو گے، اچھی طرح سمجھ لو! گناہ دل کو سیاہ اور خستہ کر دیتا ہے۔

مکتوب توریت

توریت میں لکھا ہے ہر مسلمان کے دل میں ایک گریہ کرنے والا ہوتا ہے جو دل پر گریہ کرتا رہتا ہے، اور ہر منافق کے دل میں ایک مغنی ہے جو ہر وقت تغنی کرتا رہتا ہے، اور ہر عارف کے دل میں ایک ایسی جگہ ہے جو کبھی مسرت اندوز نہیں ہوتی ہے بخلاف منافق کے کہ اس کے دل میں ایسی جگہ ہے جو کبھی مغموم نہیں ہوتی ہے۔

اے بزرگو!

تم اس رواق میں بیٹھ کر خدا کا ذکر کرتے ہو اور وجد و حرکت میں آتے ہو، فقہاء محجوب کہتے ہیں کہ فقراء رقص کرتے ہیں، عارف بھی کہتے ہیں کہ رقص کرتے ہیں، پس تم میں سے اگر کسی ایک کا رقص جھوٹا اور مراد و مدعا فاسد ہوگا اور صرف زبان تک ہی محدود رہیگا اور آنکھ غیر اللہ پر ہوگی تو بقول فقہاء وہ آدمی صوفی نہیں ہے محض رقاص ہے اور ایسی حالت میں فقہاء کا قول بالکل صحیح ہے، اور اگر تم میں سے کسی کا وجد سچا اور مقصد نیک اور اچھا ہے تو خدائے تعالیٰ کے کلام پر جو ﴿اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾ ہے عمل کرنے والا ہوگا، اور اس کا ان صاحب وجد اور صاحب حال لوگوں میں شمار ہوگا جو

اپنے کانوں کو کلام کی طرف لگائے ہوئے ہیں، اور اس کلام کے جزء احسن کو اپنا مقصد اور اپنا مطلب سمجھے ہوئے ہیں، اور وہ احسن مطلب وہی ہے کہ ازل میں روحوں نے خدا کے خدا ہونے اور اپنے بندے ہونے کا اقرار کیا تھا جس طرح کہ خدا نے فرمایا ہے ﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی ﴾ (یاد کیجئے اس وقت کو جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا، اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں!) اور جس کو بغیر کیفیت اور بغیر رسم وصفت کے سنا، پس اس وقت سماع کی حالت میں بھی اسی کلام اور اسی اقرار کی حلاوت کو مکرر حاصل کر کے وجد میں آرہے ہیں، جس وقت خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی ذریت دنیا میں ظاہر ہوئی تو وہ راز جو ان میں پوشیدہ اور محفوظ تھا ظاہر ہوا، (یعنی وعدۂ بندگیٔ خدا) پس جب اچھے کلام کو اچھی آواز کے ساتھ سنتے ہیں اس اصل ندا کی طرف لوٹتے میں جو ازل میں سنے ہوئے تھے اور ﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾ اور ان کی ہمت ان کو اسی کلام کی طرف پہنچا دیتی ہے، وہ لوگ ازل سے خدا کے پہچاننے والے ہیں اور خدا کے لئے ہی ایک دوسرے کی زیارت اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور خدا کے ذکر میں مشغول ہو کر ماسوا سے منہ پھیر لیتے ہیں، پس جو فقیر اس قسم کا ذاکر

ہوگا اس کے لئے کہتے ہیں کہ اسکی روح رقص میں ہے اور اسکی عزیمت صحیح ہے اور اسکی عقل کامل ہے اور اس کا صحیفہ روشن ہے اور سماع سے پوشیدہ حظ حاصل کرنے والا ہے اور جو راز کہ سماع میں پوشیدہ تھا وہ اس پر ظاہر ہو رہا ہے۔

ذوقِ سماع ہر ذی روح میں جو صاحب گوش ہے موجود ہے، اور ہر جنس اپنے فہم وادراک کے موافق اس سے حظ حاصل کرتی ہے، جس حد پر اس کی عقل وہمت ختم ہوتی ہے اسی کے موافق سماع سے فائدہ ہوتا ہے۔

کیا خرد سال بچہ کو نہیں دیکھتے ہو؟ جس وقت اچھی آواز اس کے کان میں پہنچتی ہے تو اس کو راحت ملتی ہے اور وہ سو جاتا ہے، شتربان جب چاہتا ہے کہ اونٹ جلد راستہ طے کرے اور زیادہ بوجھ کو اٹھالے تو وہ اس کے سامنے تغنی کرتا ہے جس سے اونٹ مست ہو جاتا ہے اور بھاری بوجھ اس کے لئے تکلیف کا سبب نہیں بنتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے آسمان اور زمین میں کوئی چیز زیادہ اچھی اسرافیل علیہ السلام کی آواز سے نہیں ہے، جس وقت وہ آسمان پر اپنی آواز سنائیں گے تو ساتوں آسمان کے رہنے والے اپنی تسبیح اور اپنا ذکر بھول جائیں گے، جس وقت آدم علیہ السلام زمین پر پھینک دیئے گئے تو تین سو سال تک گریہ وزاری کرتے رہے، اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ اے آدم! کس لئے اس قدر گریہ وفریاد ہے؟ جواب دیا اے اللہ! میں جنت کے اشتیاق کے لئے

اور دوزخ کے خوف سے گریہ نہیں کرتا ہوں بلکہ میرا گریہ کرنا ان صاحب وجد ملائکہ کے اشتیاق کے سبب سے ہے جو عرش کے اطراف میں ستر ہزار صفوں میں تقسیم ہیں، امرد اور بے ریش ہیں اور وجد و رقص کی حالت میں طواف میں مشغول ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے رفیق کا ہاتھ ہاتھ میں لئے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے ہمارا بادشاہ بڑا بادشاہ ہے، اگر ہمارا بادشاہ نہ ہو تو ہم ہلاک ہو جائیں، اے معبود! تو ہمارے مانند کہاں ہے؟ ہم کیا ہیں اور ہم کون ہیں؟ تو ہمارا حبیب اور ہمارا مددگار ہے، اور قیامت تک اسی حال میں یہی کہتے رہیں گے، اس کے بعد خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی کی کہ اپنا سر اٹھا اور ان فرشتوں پر نظر ڈال، آدم علیہ السلام نے سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور فرشتوں پر نظر ڈالی دیکھا کہ عرش کے چاروں طرف رقص کر رہے ہیں، جبرئیل علیہ السلام ان کے سردار ہیں اور میکائیل علیہ السلام ان کو کلام سنانے والے ہیں، جس وقت آدم علیہ السلام نے ان کو دیکھا ان کا اضطراب اور ان کی وہ گریہ وزاری جاتی رہی اور قلب کو سکون حاصل ہوا۔

خدائے تعالیٰ کے کلام ﴿فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ﴾ کی تفسیر سماع کے ساتھ کئے ہوئے ہیں، مجلس سماع کے منعقد کرنے اور وجد میں آنے سے عارفوں کا مقصود یہی ہے کہ سماع سے وہ اصل مقصد پر پہنچتے ہیں، یہ رقص خدا کا احسان ہے یہ رقص حرام نہیں ہے، جس طرح کہ بعض جاہل مبغوض فقراء حرام

ہونے کا گمان کئے ہوئے ہیں، بلکہ یہ احسان اس صوفی پر ہوتا ہے جو اپنے خطرات کو جانتا ہے، اس سماع کے بعد اسکے دل میں وسواس پیدا نہیں ہوتے ہیں، وہ پھر نہ دنیا کی طرف اور نہ دنیا کے مال و متاع کی طرف مائل ہوتا ہے، اور نہ خدائے جلت عظمتہ کے سوا دوسرے کو اپنا مقصود سمجھتا ہے، جو صوفی اپنی طبیعت کو وسواس کی آلودگی اور پلیدی سے آلودہ کئے ہو اس کو چاہئے کہ خدا کے ذکر کے وقت اور اپنے گفتار و کردار کے وقت ادب کا لحاظ رکھے، اور دعوئے دروغ کے دریا میں غوطہ نہ لگائے اور صوفیت کا دعویٰ نہ کرے، اس لئے کہ خدا دیکھنے والا ہے اور غیور ہے، ہم اتنی نصیحت ہی کو کافی سمجھتے ہیں اور خاموش ہو جانا اچھا سمجھتے ہیں۔

اے بزرگو!

اپنے تمام طور و طریق میں ظاہراً و باطناً شریعت کی پابندی کرو اس لئے کہ جو آدمی ظاہر و باطن میں شریعت کی پیروی کرے گا تو خدا اس کے حصے اور نصیب میں ہوگا، اور جس کے حصے اور نصیب میں خدا آجاتا ہے وہ صدیقین سے ہوتا ہے اور وہ ملک مقتدر کے قریب مقام حاصل کرتا ہے۔

اے بزرگو!

تم میں فقہاء اور علماء ہیں اور تم مجلس وعظ بھی رکھتے ہو اور مجلس درس بھی، خدا کا ذکر بھی لوگوں کے سامنے کرتے ہو اور خدا کے احکام بھی سکھاتے ہو،

پس تم نادان نہ بنو، تم نرم اور اچھے آٹے کو تو باہر نکال لیتے ہو اور اپنے نفس کے خاطر بھوسے کو چھوڑ دیتے ہو، تم جب حکمت کی باتیں زبان سے نکالتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ اپنے دل سے بری اور خراب باتوں کو بھی نکال دو، خداوند تعالیٰ جس کو دوست بنالیتا ہے تو اس کو اس کے نفس کے عیوب پر خبردار کر دیتا ہے اور اس کے دل کو رحمت اور شفقت سے بھر دیتا ہے، سخاوت کو اس کے ہاتھ کی عادت بنا دیتا ہے اور اسکے دل کو نرمی سے اور اسکے نفس کو جواں مردی سے موصوف بنا دیتا ہے اور وہ آدمی اپنے نفس کے عیوب کو دیکھتا ہے اور نفس کو اس قدر حقیر سمجھنے لگتا ہے کہ اس کو کسی شمار میں نہیں لاتا ہے، عارف وہ آدمی ہے کہ لوگ جس وقت مسرور ہوتے ہیں وہ رنجور و محزون ہوتا ہے، عارف میں سرور کم اور رنج و حزن زیادہ ہوتا ہے، اس کا مطلوب اس کا محبوب ہے، اس کا رنج و غم خود اپنے عیوب اور اپنے گناہ ہوتے ہیں۔

الناس فی العید قد سروولو فرحو وماسرت ربه والواحد الصمدی

لما تیقنت انی لا اعلیکم اغمضت یه لم انظر الی الاحدی

(لوگ عید کے دن خوش ہو رہے ہیں اور فرحت منا رہے ہیں، اور میں عید سے خوش نہیں ہوں قسم ہے واحد صمد کی، جب میں نے یقین کر لیا اس بات کا کہ میں تم کو دیکھ نہیں سکتا تو بند کر لیا میں نے اپنی آنکھ کو اور کسی طرف نظر نہیں ڈالی میں نے)

اے میرے بھائی!

تو جس وقت فراق پر وصل کا گمان کرے تو اس حالت میں مجھ سے کچھ مت چاہ، اور جس وقت کہ تو نے اپنی ذات کو عالم سمجھ لیا حالانکہ پوری طور سے تو جہل رکھتا ہے، تو اس وقت تمام عمدگیوں اور اچھائیوں سے الگ ہو جائے گا، صوفیوں نے تم پر سبقت حاصل کی اور تمہارے ساتھ ملامت شامل ہوئی، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اسباب دنیوی سے تعلق قطع کرلو اور تجارت اور صنعت کو چھوڑ دو، لیکن یہ کہتا ہوں کہ غفلت سے اور حرام باتوں سے الگ ہو جاؤ اور لباس غرور کے ساتھ فقراء پر فخر مت کرو، میں کہتا ہوں وہ زینت کہ لازم اور ضروری نہیں ہے اس کا اظہار مت کرو، اپنا لباس پاک رکھو ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (آپ کہہ دیجیے کس نے حرام قرار دیا ہے ان نعمتوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور لذیذ کھانے کی چیزوں کو)

میں تمہیں سمجھاتا ہوں اپنے دل کو پاک رکھو، دل کی پاکی لباس کی پاکی سے بڑھ کر ہے، خدا تمہارے لباس کی طرف نگاہ نہیں کرے گا لیکن تمہارے دلوں کی طرف نگاہ کرے گا اور اسی طرح سیدنا علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات نے نصیحت فرمائی ہے۔

حاربوا الشيطان بعضكم بنصيحة بعضكم بخلق بعضكم

بحال بعضکم بقال بعضکم۔

(شیطان کی مخالفت کرو بعض کی وجہ سے بعض کی نصیحت سے بعض کے اخلاق سے بعض کے اقوال واحوال سے)

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(اور ایک دوسرے کی معاونت کرو پرہیزگاری اور نیکی میں اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد مت کرو)

اور یہ بھی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾

(وہ لوگ جہاد کرتے ہیں صف بستہ ہو کر گویا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے)

صوفیہ اپنے نفس کے شیطان کے ساتھ اور خدا کے دشمنوں کے ساتھ مقاتلہ کرتے ہیں، شیطان سے اس لئے مقاتلہ کرتے ہیں تا کہ خدا سے دوری نہ ہو، نفس کا مقاتلہ اس لئے ہے کہ رذیل شہوات میں مشغول ہو کر خدا کی یاد سے غافل نہ ہو جائے اور دشمنان خدا کا مقاتلہ اس لئے کرتے ہیں تا کہ کلمۃ اللہ کو پھیلائیں اور خدا کی رہنمائی کا علم بلند ہو ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

(وہ لوگ ہیں گروہ اللہ کا سنتا ہے جو گروہ ہے اللہ کا وہی مراد کو پہنچے)

اے میرے دوست!

کیا گمان کرتا ہے تو کہ تیرے باپ سے یہ طریقہ تجھے ملا ہے؟ اور کیا سمجھتا ہے تو کہ تیرے دادا سے تجھ کو پہنچا ہے؟ اور کیا بکر اور عمر کے نام سے اور کیا نسب کی سند سے حاصل ہوا ہے؟ اور کیا تمہارے خرقہ کے حاشیہ پر اور کیا تمہارے تاج کے کنارے پر منقش ہوا ہے؟ اور کیا اسی طرح گمان کرتا ہے تو کہ یہ بضاعۃ صوفیت پشمی لباس پہننے سے اور سر پر تاج رکھ لینے سے اور ہاتھ میں عصا لینے سے اور دلق اور عمامے وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے؟ نہیں! خدا کی قسم! اس طرح حاصل نہیں ہوتی ہے، خدا تعالیٰ ان چیزوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے بلکہ اس کی نظر تمہارے دلوں پر پڑتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح تمہارا دل قرب کی برکت سے خالی ہو گیا ہے، تم تاج و خرقہ، تسبیح و عصا، دلق و بوریا وغیرہ میں مشغول ہو کر خدا سے غافل ہو رہے ہو، یہ عقل نور معرفت سے اور یہ سر جوہر عقل سے خالی کس کام میں آئے گا؟

اے مسکین! تو صوفیہ کے عمل کے مانند عمل کرنا نہیں چاہتا ہے صرف لباس پہننا چاہتا ہے۔

اے میرے بھائی!

اگر تو اپنے دل کو خدا کی خشیت کا لباس پہنا دے اور اپنے ظاہر حال کو ادب کے لباس سے آراستہ کرے اور اپنے نفس کو ذلت کے لباس سے ذلیل

رکھے اور اپنی انانیت کو محویت کے حجاب میں پوشیدہ کرے اور زبان کو ذکر خدا سے جاری کرے اور دنیوی تعلقات وحجابات سے الگ ہو جائے اور اس کے بعد صوفیہ کا لباس پہنے تو تیرے لئے مناسب اور بہتر ہے، جس وقت لوگ تجھے صوفی کہیں اور تو گمان کرے کہ صوفیوں کا لباس اور ان کی کلاہ پہن لینا کافی ہے اگر چہ بظاہر تو صوفیوں کے مشابہ ہو جائے گا لیکن حقیقتاً کس طرح صوفی بن سکتا ہے؟ تیرا دل تو ان کے دل سے مختلف ہے، اگر تجھے اپنی ذات اور اپنی شان کی بصیرت ہو جائے تو تو ہرگز نہ اپنے ماں باپ پر فخر کرے اور نہ اپنے دادا اور چچا پر اور نہ اپنے پیرہن اور تاج وتخت پر بلکہ ان سب چیزوں کو نہایت حقارت سے دیکھنا شروع کر دیوے اور اس کے بعد محض خدا کے لئے ہمارے پاس آئے اور حسن ادب پر عمل کرے، اور جب حسن ادب حاصل ہو جائے تو تو خود بخود دوسری چیزوں سے علیحدگی حاصل کر لے گا۔

اے مسکین! تو وہم وخیال، دروغ، عجب، غرور سے اپنے آپ کو سالک سمجھ بیٹھا ہے حالانکہ تو انانیت کی نجاست کا حامل ہے اور گمان کر رہا ہے کہ میں کسی اچھی حالت پر پہنچے ہوئے ہوں۔

اے مسکین! یہ تیری حالت کیا ہے؟ آ! حیرت اور تواضع کے علم کو سیکھ اور عجز وانکساری اور ذلت ومسکنت حاصل کر۔

اے بطال! کبر ودعوٰی اور دوسروں پر فخر کرنے کا علم حاصل کیا تو نے،

لیکن اس سے کیا حاصل ہوا؟ آخر جیفۂ دنیا کا خواستگار ہوا تو، یہ کیا بدکاری ہے؟ تو جانتا ہے کہ تیرا ڈھنگ کیا ہے، اس مشتری کے مانند ہے جو نجاست کو نجاست کے عوض میں خریدتا ہے، تو نے اپنے نفس کو اپنے نفس سے کیوں غافل کر رکھا ہے؟ اور تو اپنے ہم نشینوں سے کس لئے جھوٹ بولتا ہے؟ کوئی محبّ اپنے محبوب سے قریب نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ محبوب کے دشمن کو نہ چھوڑ دے، مریدوں میں سے ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے کنویں میں ڈول ڈالا، جب اس کو کھینچا تو زر سے بھرا ہوا نکلا، اسی وقت اس مرید نے اس زر کو کنویں میں ڈال دیا اور کہا اے عزیز! حق کی قسم کھاتا ہوں میں کہ تیرے بغیر کسی چیز کا طالب نہیں ہوں۔

جو شخص اپنے نفس کو اپنا مرید بنا لیتا ہے وہ خود سراسر مراد بن جاتا ہے، اور جو اپنی طالبیت پر ثابت قدم رہتا ہے وہ مطلوب بن جاتا ہے، اور جو کسی کے در پر ہمیشہ پڑا رہتا ہے وہ گھر کے اندر بھی پہنچ جاتا ہے، پس اندرون خانہ پہنچنے کے بعد اس کی نیت صاف ہے تو اس کو اچھی جگہ حاصل ہوتی ہے۔

علی کرم اللہ وجہہ رسول ﷺ کی مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک اعرابی اس مسجد میں کہتا ہے، الٰہی! میں تجھ سے ایک چھوٹی سی بکری طلب کرتا ہوں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسی مسجد کے دوسرے گوشے میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے تجھ ہی کو طلب کرتا ہوں، دیکھو!

دونوں آدمیوں کی طلب اور آرزو میں کس قدر فرق ہے اور دونوں کی ہمتوں میں کیسا تفاوت ہے؟ آرزوئیں عقل کے ساتھ اور عقل آرزوؤں کے ساتھ کھیل کررہی ہے، ہر آدمی شوق کے پروں اور بازوؤں سے اپنے مقصد کی طرف پرواز کرتا ہے، جب انتہائے آرزو پر پہنچتا ہے ٹھہر جاتا ہے، خدا نے فرمایا ہے ﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ (آپ کہہ دیجئے ہر شخص عمل کرتا ہے اپنے طریقے پر) یعنی ہمت اور نیت کے موافق کام ہوتا ہے۔

علم کی شان کی تعظیم کرو اس طرح کہ واجبات علم کو اس کے مرتبہ پر پہنچاؤ، علم حقائق اشیاء سمجھنے کا نام ہے، علم سماعی ہو یا عقلی، ایمان کی تکمیل زبان کے ساتھ اقرار کرنے سے اور دل کے ساتھ یقین کرنے سے ہوتی ہے، ایمان کا جو کچھ حق ہے وہ بجالانا چاہئے، اور احکام اسلام کو (کہ شریعت کی متابعت اور طبیعت کی خواہشوں سے روگردانی کرنا ہے) لازم اور ضروری سمجھنا چاہئے، معرفت کی تحقیق کرو، یہ تحقیق معرفت بھی خدا کی وحدانیت کی معرفت ہے، نیت کو پاک رکھو کہ ایک خطرہ ہے دل میں اور خدا کے بغیر کوئی اس پر اطلاع نہیں پاتا ہے، لہٰذا دل کی تطہیر کا خیال رکھو، ادب کو اچھی طرح حاصل کرو، ادب ہر چیز کو اپنے مرتبہ اور مقام پر رکھنے کا نام ہے، لہٰذا ادب کو مضبوط کرو، جو نصیحت کہ غافلوں کی رہنمائی کے لئے کی جائے اس میں اختصار برتنا چاہئے، اور جو نصیحت زہد کے طریقے کی حفاظت کے لئے ہو بلاغت کے ساتھ اس کو

دل نشین کرو، اور اس چیز کی محبت کو دل سے نکال دو جو محبوب کے ماسوا کی طرف پہنچانے والی ہو، دعا کرنے میں آداب دعا کا لحاظ رکھنا دفع حاجات اور بلندیٔ درجات و مقامات کا سبب ہے۔

تصوف کی علامت اپنے اختیار کو چھوڑ دینا ہے، راہ عبودیت پر چلو، عبودیت دعویٰ کے چھوڑ دینے اور دنیا سے منہ موڑ لینے اور مولیٰ کی محبت کے جھنڈے کو بلند کرنے کا نام ہے، تمام ماسوا اللہ سے الگ ہو کر خدا کی نزدیکی کے راستہ پر چلنے کی کوشش کرو، سچائی میں ثابت رہو، ظاہر و باطن میں موافقت کرنے کا نام سچائی ہے۔

نعمت عافیت کی قدر اور عظمت بجالاؤ جو تندرستی اور رزق بے اذیت اور عمل بے ریا سے مراد ہے، استقامت کی حدود میں قائم رہو یعنی کسی چیز کو خدا کے مقابلہ میں اختیار نہ کرو، حلال روزی کی فکر میں رہو کہ حلال روزی دنیا میں انسان کی پناہ کا سبب ہے اور قیامت میں گرفتِ عذاب سے بچانے والی ہے، اور اس اطاعت کے طریقے پر جمے رہو جس سے گفتار و کردار میں اور تمام احوال میں خدا کی طلب حاصل ہوتی ہے، صبر کی رسی کو مضبوط تھامو یہ خدا کی طرف سے ہوشیار رکھنے والی ہے، خلوت و عزلت اختیار کرو تاکہ لوگوں سے دوری میسر ہو اور طبیعت سے طمع نکل جائے میل جول سے نفرت پیدا ہو جائے دل کو لوگوں کے اختلاط سے بچاؤ اگرچہ لوگوں کے درمیان میں رہنا پڑے مگر

اس کو اپنے سے بھی پاک رکھو۔

آگاہ رہو! ولی وہ آدمی ہے جو دنیا اور دنیا کی خواہشات سے اور نفس اور شیطان سے روگرداں رہے اور اپنے دل کو اور ہمت کو خدا کی طرف متوجہ رکھے اور کوئی چیز خدا تعالیٰ کے سوا طلب نہ کرے، قانع وہ آدمی ہے جو قسمت پر راضی رہے اور قسمت کے لقمے پر اکتفا کرے۔

دیکھو! میں تم کو بعض اوصاف اور بعض خصائل سے ڈراتا ہوں، احتراز کرو ان چیزوں کے ساتھ متصف ہونے اور ان خصلتوں کے حاصل کرنے سے اس لئے کہ وہ چیزیں اور وہ خصلتیں زہر قاتل ہیں۔ ان میں سے ایک حسد ہے جس سے مراد محسود کی نعمت کا زوال ہوتا ہے، دوسرا کبر ہے کہ انسان اس کی وجہ سے اپنے نفس کو دوسروں سے بڑا سمجھتا ہے، تیسرے جھوٹ ہے کہ خلاف حقیقت بات کہی جائے اور گفتار بد ہے جس سے کوئی منفعت حاصل نہ ہو، چوتھے غیبت ہے کہ انسان کی برائیاں اس کے پیچھے کی جائیں، پانچویں حرص ہے جس کی وجہ سے دنیا کے مال و متاع کی طرف جھکا رہے اور جس سے کبھی انسان کا شکم پور نہ ہو، چھٹے غضب ہے کہ انتقام کے لئے انسان کے خون میں جوش پیدا ہو، ساتویں ریاست ہے کہ لوگوں پر غلبہ حاصل کر کے اپنے آپ کو خوش کیا جائے، آٹھویں ظلم ہے کہ اپنے نفس کی آرزو کی پیروی کی جائے۔

میں تم سے کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف ورجا میں رہو، خوف یہ ہے کہ انسان گناہ کے سبب خدا سے ڈرے، رجا یہ ہے کہ خدا کے وعدہ پر دل کو ساکن ومطمئن رکھے۔

روح کی صفائی ریاضت کے ساتھ ہوتی ہے، ریاضت یہ ہے کہ برے اخلاق کو اچھے اخلاق سے بدل دیا جائے۔

دین مطلب ہے اس سے کہ احکام خداوندی کی بجا آوری پر حکم کیا جائے اور ممنوعات سے منع کیا جائے ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ (بے شک دین حق اللہ کے نزدیک اسلام ہے) جو آدمی امر معروف اور نہی منکر کے لئے کمر بستہ ہو جاتا ہے حقیقتاً وہ آدمی زمین پر خدا کا اور پیغمبر خدا کا اور کتاب خدا کا خلیفہ ہے، صادق ومصدوق علیہ افضل الصلوۃ والسلام اسی طرح ہم کو خبر دیے ہوئے ہیں، اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ افضل جہاد امر بالمعروف اور فاسقوں سے فسق کو روکنا ہے، جو آدمی خدا کے لئے غصہ کرتا ہے اور اللہ کے راستہ میں کوئی عذر نہیں کرتا ہے دین اور اسلام کے سوا دوسرا دین اختیار نہیں کرتا ہے خدا اس کی مغفرت کرتا ہے، ان لوگوں کی مثال جو اہل سنت ہیں لیکن خداوندی حدود میں غفلت کرتے ہیں اور شرعی حدود پر قائم نہیں رہتے ہیں اس قوم کے مانند ہے جو کشتی میں سوار ہے ان میں سے بعض لوگ اوپر کے درجے میں ہیں اور بعض لوگ نیچے کے درجے میں، ان

میں سے ایک آدمی اٹھتا ہے اور اپنے ہاتھ میں سوراخ کرنے کا آلہ لے کر کشتی میں سوراخ کرنا چاہتا ہے، لوگ دوڑ کر اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ پس وہ آدمی جواب میں کہتا ہے کہ میں پانی لینا چاہتا ہوں، پس اس آدمی کو پکڑیں اور منع کریں تو اسکو بھی نجات دلانے والے ہوں گے اور دوسروں کو بھی، اور اگر اس کو اپنے حال پر چھوڑیں گے تو اس کو اور دوسروں کو ہلاک کرنے والے ہوں گے۔

حدیث میں آیا ہے "ما من قوم عملوا بالمعاصی وفیھم من یقدر ان ینکر علیھم فلم یفعل الا اوشك ان یعمھم اللّٰہ بعذاب من عندہ" (جو قوم بھی گناہوں کا ارتکاب کرتی ہے حالانکہ ان میں ایسے اشخاص موجود ہوں جو ان کو روکنے کی قدرت رکھتے ہوں اور پھر بھی ان کو وہ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان کو اپنی طرف سے ایک عام عذاب میں گرفتار کرے)

سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو آدمی اپنے ہمسایوں میں دوست ہو اور دوستوں میں محمود ہو، تم سمجھ لو کہ وہ مداہن ہے یعنی شریعت کے اوامر ونواہی میں سستی کرنے والا ہے اور جو آدمی منکرات (خلاف شرع امور) کو دیکھے اور ان کو برا سمجھے بغیر سکوت اختیار کرے تو وہ آدمی منکرات میں شریک مانا جائیگا، غیبت کا سننے والا غیبت میں شریک ہے۔

ہوشیار رہو! جو آدمی لوگوں سے زیادہ میل جول رکھتا ہے اگرچہ فی نفسہ

وہ متقی ہے لیکن اس کے گناہوں میں زیادتی لازم ہے، مگر وہ متقی کہ مداہنت کو چھوڑ دے اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرے اور حسبۃ للّٰہ (یعنی صرف خوشنودیٔ خدا کی غرض سے) معاصیات سے منع کرتا ہے تو وہ مداہن نہیں کہلائے گا۔

اور اصل حسبۂ شرعی دو چیزیں ہیں، ایک لطف ورفق، دوسرے وعظ وعظ ملائمت اور نرمی کے طریقے سے ہونا چاہئے نہ کبر وترفع کی غرض سے، اس لئے کہ جو وعظ کبر وترفع کی غرض سے ہوتا ہے وہ خواہش نفس کے استحکام کا سبب اور گنہگاروں کے لئے انکار اور اذیت کا سبب بن جاتا ہے، اگر واعظ سخت گو تیز مزاج ہوگا تو اپنی حماقت سے وعظ کے اثرات کھودے گا، اور لوگوں کو بیہودگیوں اور ناشائستگیوں سے نہیں روک سکے گا اور اس کے سبب سے عاصی ہوگا، واعظ کو چاہئے کہ غضب کو اپنے نفس کے لئے اور سختی کو خدا کے لئے چھوڑ دے، اور اپنے اغراض نفسانی کی شفا کی غرض سے موعوظ سے بے پروا ہو جائے، حدیث میں آیا ہے "**لایأمر بالمعروف ولاینھٰی عن المنکر الا رفیق فیما یأمر ورفیق فیما ینھیٰ عنه حکیم فیما یأمربه حکیم فیما ینھیٰ عنه**" (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی شخص کرے جو نرمی سے کام لینے والا ہو ان دونوں چیزوں میں اور ان دونوں میں پختہ کار ہو)

سنا ہے کہ ایک واعظ مامون عباسی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے وعظ کہہ رہا تھا، لیکن

وعظ میں سختی اور درشتی سے کام لیتا تھا، مامون نے اثنائے وعظ کہا، اے واعظ! ملائمت سے وعظ کر خدا تجھ سے بہتر انسان (یعنی پیغمبر) مجھ سے بدتر انسان پر بھیجے ہوئے ہے اور ان کو ملائمت کا حکم دئے ہوئے ہے ﴿فَقُوْلاَ لَهٗ قَوْلاً لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَکَّرُ اَوْیَخْشٰی﴾ (تو آپ دونوں اس سے نرم کلامی کیجئے ممکن ہے کہ وہ نصیحت پذیر ہو جائے یا ڈر جائے)

اے بزرگو!

ہم نے کوہ عرفات پر اپنے اغراض کو اور اپنے نفس اور مال و متاع کو چھوڑ دینے کے ساتھ خدا سے بیعت کی، بعض لوگوں نے خدا سے مناجات کی اور کہا اے خدا! ہم کو اپنے وصل پر پہنچانے والے راستے کی طرف پہنچا، جواب پہنچا کہ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور ہماری طرف چلے آؤ، موسیٰ علیہ السلام اپنی زن حاملہ کے لئے دایہ تلاش کرنے کی غرض سے جارہے تھے چونکہ عورت دردزہ میں مبتلا تھی اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا، ﴿اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی﴾ (بے شک میں نے یہ آگ کو دیکھا شاید کہ میں وہاں سے تمہارے لئے چنگاری لے آؤں یا پاؤں میں آگ کے ذریعہ سے راستہ) یعنی کسی صاحب ہوش کا پتہ چلاؤں تا کہ وہ ہماری رہنمائی کرے خاص کر دایہ کے حصول کیلئے کیا کرنا چاہئے؟ ﴿فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ

الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ (جب اس کے پاس پہنچے تو ان کو ندا دی گئی کہ اے موسیٰ! بے شک میں تیرا رب ہوں اپنے جوتے اتار اس لئے کہ تو ایک مقدس وادی طویٰ میں ہے) یعنی اس وقت اپنے نفس اور عورت کے خیال کو ترک کر دے۔

اے بزرگو!

جس وقت تم خدا کے بندوں اور خدا کے اولیاء سے مدد طلب کرتے ہو اس وقت جو امداد کہ ان سے تم کو ملتی ہے وہ ان کی طرف سے مت سمجھو، اسلئے کہ ایسا سمجھنا شرک ہے، ہاں! خدا سے حاجت طلب کرو اس محبت کے واسطہ سے جو اللہ تعالیٰ کو اولیاء کے ساتھ ہے، ان اولیاء اللہ سے بعض ایسے بھی ہیں جو بہت پژمردہ اور اداس چہرہ اور در در بارے پھر رہے ہیں لیکن وہ خدا کے نزدیک اس قدر مقبول ہیں کہ اگر کسی کام کے لئے خدا کی قسم کھالیں تو قسم کا کفارہ ان پر عائد نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ خدا اس کام کو پورا کر دے، ان کی قسم کی لاج رکھے، خدا ان کو تصرف دئے ہوئے ہے، خدا ان کا دل روشن کئے ہوئے ہے وہ اگر کسی بات کے لئے کہہ دیں تو خدا کے حکم سے وہ بات فوراً ہو جاوے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے پرندہ کو مٹی سے بنایا حکم خدا سے وہ ذی روح ہو گیا اور مردے کو بھی حکم خدا سے زندہ کیا، ہمارے پیغمبر اور ہمارے حبیب سید انبیاء محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے لئے درخت خرما نے گریہ کی اور کنکریوں نے

آپ کو سلام کیا خدا نے تمام پیغمبروں اور مرسلین کے معجزے آپ میں جمع کئے، پیغمبری معجزات کے اسرار جو آپ کی امت کے اولیاء میں جاری ہوتے ہیں وہ کرامات کہلاتے ہیں جو زائل ہو جاتی ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کے معجزے جاری رہنے والے ہوتے ہیں۔

اے میرے فرزند! اے میرے بھائی!

جس وقت تو کہتا ہے اے خدا! تیری رحمت کے طفیل میں فلاں چیز تجھ سے طلب کرتا ہوں، تو گویا اس کا مطلب یہ ہے اے خدا! تیرے بندے شیخ منصور اور دوسرے اولیاء کی ولایت کے طفیل میں تجھ سے طلب کرتا ہوں، اسلئے کہ ولایت خدا کے ساتھ اختصاص رکھتی ہے ﴿يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ لیکن ہوشیار رہو! اس زمانہ میں خدائے راحم کی قدرت کو ولیٔ مرحوم کی طرف منسوب مت کرو اسلئے کہ امداد اور قوت اور کام کا پورا کرنا خدا کیلئے ہے اس کا سبب خدا کی رحمت ہے جو اپنے بندۂ ولی کے لئے مخصوص فرمائے ہوئے ہے، تو خدا کی اس عنایت ومحبت اور رحمت سے (جو اس کے خاص بندوں کے لئے مخصوص ہے) اس کی نزدیکی حاصل کر اور ہر کام میں خدا کی توحید کا خیال رکھ اس لئے کہ خدا غیور ہے۔

اے بزرگو!

جو آدمی خدا کے دروازے کو عاجزی سے کھٹکھٹاتا ہے وہ مقبولیت کے

ساتھ کھل جاتا ہے، اور جو آدمی انکساری کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہوتا ہے وہ گھر میں عزت کے ساتھ بیٹھتا ہے۔

اے میرے بھائی!

ظاہر و باطن میں شریعت کی پابندی اپنے اوپر لازم کر لینا چاہئے اور خدا کے ذکر سے دل کو زندہ رکھنا چاہئے، غریبوں فقیروں کی خدمت ضروری سمجھنا چاہئے، ہمیشہ بغیر سستی کے اور بغیر رنج کے عمل صالح کی طرف پیش قدمی کر، اور خدا کی رضا میں راضی رہ، خدا کی درگاہ ایک دروازہ ہے، راتوں کو اٹھنے پر نفس کو عادی بنا، مکاری اور فریب کی باتوں سے الگ رہ، خلوت و جلوت میں اپنے گناہ پر نادم ہو کر گریہ وزاری میں مشغول رہ۔

اے میرے فرزند!

دنیا ایک خیال ہے، جو کچھ دنیا میں ہے وہ مٹ جانے والا ہے، دنیا کے فرزندوں کی ہمت صرف دنیا ہے یعنی دنیادار دنیا کے طالب ہوتے ہیں، اور فرزندانِ آخرت کی توجہ آخرت کی طرف ہے وہ ہمیشہ آخرت کی یاد کرتے رہتے ہیں، جھوٹے دعوے سے الگ رہو اور دریائے توحید میں غوطہ لگانے کے لئے فکر و تردد کو ترک کر دو، اپنے اعتقادات توحید میں ایسے مضبوط ہو جاؤ کہ اس میں ہیر پھیر کی گنجائش نہ رہے، وسواس شیطانی کو اپنے دل سے نکال ڈالو، اپنے آپ کو رفیق بد کی صحبت سے دور رکھو، اس لئے کہ اس کی رفاقت اور

اسکی دوستی کا نتیجہ دنیا میں پشیمانی اور آخرت میں افسوس کا سبب ہوگا، جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے ﴿یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا﴾ (اے کاش! کہ میں فلاں کو دوست نہ بناتا) اور ﴿یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ﴾ (اے کاش مجھ میں اور تجھ میں مشرق ومغرب کے برابر فاصلہ ہوتا پس ایسا ساتھی بہت برا ہے) ضرور اپنے نفس کی برے ہمنشین سے حفاظت کرو تاکہ ان دونوں آیتوں کے موافق خدا کے سامنے معاتب اور متاسف نہ ہونا پڑے، خدا کے روبرو پشیمانی کوئی فائدہ نہیں دیگی اور نہ تیری کوئی بات وہاں سنی جائے گی۔

اے بزرگو!

زہد کو اپنے لئے لازم بنالو، زہد صوفیوں کے لئے اول قدم ہے جس سے خدائے عزوجل کی طرف قصد کرتے ہیں، زہد کی بنیاد تقویٰ ہے اور زہد خدا کے خوف کا نام ہے جو معرفت کے لئے وصل ہے، ان تمام باتوں کا حصول اس وقت ہوگا جب کہ امام ارواح واشباح سید مکرم رسول اللہ ﷺ کی حسن متابعت میسر ہو۔

اول طریق پیغمبر ﷺ کی حسن اتباع ہے، اس وقت "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ" (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) پر عمل کیا جائے گا، کیا تمہیں نہیں معلوم! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے جواب میں کیا کہا؟

جس نے آں حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! اگر غزوہ کے ساتھ کوئی دنیا کی متاع کا خواستگار ہو تو کیا حرج ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس غزوہ کا کوئی اجر نہیں ملے گا، لوگوں نے اس مسئلہ کو اہم سمجھا اور اس سائل سے کہا کہ دوسری دفعہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کر شاید تیرے سوال کو سمجھے نہیں ہیں، دوسری بار اس آدمی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! اگر کوئی آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہو اور اس ارادہ کے ساتھ متاع دنیا کی بھی آرزو ہو تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی اجر نہیں ملے گا، لوگوں کو پھر بڑا تعجب ہوا یہاں تک کہ تیسری مرتبہ لوگوں نے اس سے سوال کرایا اور یہی جواب پایا، اس حدیث کے راوی معتمد اور قابل وثوق ہیں اور اس حدیث کو درجۂ صحت پر پہنچائے ہوئے ہیں، پس اس حدیث اور اسی قسم کی دوسری حدیثوں سے سمجھ لیا ہم نے کہ ہمارے اعمال کے حسن و قبح کا خلاصہ حسن نیت سے تعلق رکھتا ہے، ہمیں اپنے حرکات وسکنات میں احتیاط کرنا چاہئے اور اپنے اعتقادات کو ظاہر متشابہات قرآن سے محفوظ رکھنا چاہئے، اس لئے کہ ظاہر متشابہات سے دلیل لانا کفر کی بنیاد ہے، خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ﴾ (بہر حال جن کے دلوں میں کجی ہے پس وہ پیروی کرتے ہیں متشابہ آیتوں کی اپنے مقصد اور فتنہ جوئی کے لئے) تم پر اور تمام مکلفین پر واجب ہے کہ متشابہات پر ایمان

لائیں جو خدا کی طرف سے اس کے بندوں پر اور ہمارے سردار رسول ﷺ پر نازل ہوئی ہیں، لیکن خداوند تعالیٰ نے اسکی تاویل کے علم کی تفصیل کے لئے ہم کو مکلّف نہیں کیا ہے، جس طرح خدائے جلّت عظمته نے فرمایا ہے ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ (اور اس کے مقصد کو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا نہیں جانتا ہے اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے) پس اگلے لوگوں کا طریقہ یہی ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو متشابہات کے ظاہری معنیٰ سے پاک سمجھا اور اس کے معنیٰ کو حق تقدس وتعالیٰ پر سونپا اس لئے کہ دین کی سلامتی اسی میں ہے۔

بعض عارفین سے خالق تقدس اسماءۂ کی چگونگی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے سائل کے جواب میں کہا کہ اگر اللہ کی ذات کے متعلق سوال کرتے ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مانند کوئی نہیں ہے اور اگر اس کی صفات کے متعلق پوچھتے ہو تو وہ ایک ہے اور تمام عالم کے امور اس کے ساتھ قائم ہیں اور نہ کسی نے اس کو جنا اور نہ کوئی اس سے جنا گیا ہے اور نہ جنا جائے گا اور اس سے کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی ہے اور اگر اس کے نام سے سوال کرتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ (اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی قابل

پرستش نہیں وہ ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے وہ رحمٰن و رحیم ہے) اور اگر اسکے فعل سے سوال کرتے ہو تو بس اس کی ہر آن ایک نئی شان رکھتی ہے۔

خدا کی توحید کے متعلق جو کچھ لوگ کہے ہوئے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان سب کو اپنے ایک جملہ میں جمع کئے ہوئے ہیں اور کہے ہوئے ہیں کہ جو آدمی اپنے فکر و تدبر سے اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اگر اس کی فکر ایک موجود پر ختم ہو جاتی ہے تو وہ طائفہ مشبہین سے ہے اور اگر اس کا اطمینان محض عدم پر ختم ہوتا ہے تو ایسا آدمی معطلین سے ہے اور اگر اسکا اطمینان خاطر ایک موجود پر ہوتا ہے اور اس کے جاننے سے عجز و انکساری کا اقرار کرتا ہے تو اس وقت وہ موحد ہے۔

اے بزرگو!

خدا کو حادث ہونے کی علامت سے اور اوصاف مخلوقات سے منزہ سمجھو اور خدائے عز و علا کے متعلق استویٰ کی اس تفسیر سے بھی اپنے عقیدہ کو پاک رکھو جو استقرار جسم بر جسم کے ساتھ کی گئی ہے اور جو حلول کو مستلزم ہے، خدا ان چیزوں سے بلند اور منزہ ہے اور اس قول سے بچنا چاہئے کہ خدا بلندی میں یا پستی میں یا کسی مکان میں محصور ہے اور ہاتھ پاؤں آنکھ کان یا دوسرے اعضاء رکھتا ہے، اور اوپر سے نیچے اترتا ہے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے، اس لئے کہ جو کچھ قرآن و حدیث میں آئے ہوئے ہے اور اس کا ظاہر معنیٰ

اگر چہ ان مذکورہ چیزوں پر دلالت کرتا ہے لیکن قرآن وحدیث میں ان چیزوں کے مانند دوسری چیزیں بھی آئی ہوئی ہیں جو ہمارے قول کی تائید کرتی ہیں، پس صلحاء متقدمین کے قول کے سوا کسی دوسرے قول کو تسلیم نہیں کرنا چاہئے اور ان کا قول یہ ہے کہ ان آیات متشابہات کے ظاہر پر ایمان لانا اور انکی حقیقت کو خدا اور رسولِ خدا کے علم پر چھوڑ دینا چاہئے، اور خدا کو حدوث کی علامات وکیفیات سے پاک ومنزہ سمجھنا چاہئے اور تمام ائمہ اسی طرح کہے ہوئے ہیں، اور جس چیز کے ساتھ خدائے تعالیٰ کلام قدیم میں اپنے نفس کی توصیف فرمائے ہوئے ہے اسکی تفسیر کرنا اور اس کا سمجھنا خدا اور رسول کے سوا دوسرے کو میسر نہیں، تمہارے لئے اسی قدر کافی ہے کہ متشابہات کو آیات محکمات پر حمل کرو اس لئے کہ قرآن کی مراد اصل محکمات سے ہے متشابہات کو محکمات کا معارض نہیں کہہ سکتے ہیں۔

ایک آدمی نے امام مالک ابن انس رضی اللہ عنہ سے خدا تعالیٰ کے کلام ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ (اللہ تعالیٰ نے عرش پر غلبہ کیا ہے) کے متعلق سوال کیا، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا، استوٰی معلوم ہے استوٰی کی کیفیت معقول نہیں ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اے سائل! میں تجھ کو صاحب بدعت خیال کرتا ہوں اس کے بعد حکم دیا کہ باہر نکل جا۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ استویٰ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ بغیر تشبیہ کے ایمان لایا ہوں اور بغیر تمثیل کے تصدیق کی ہے اور میں نے اس مسئلہ کے سمجھنے میں اپنے نفس کو قاصر پایا اور کمال معرفت کے ساتھ اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اگر کوئی کہے خدا آسمان پر ہے یا زمین پر تو وہ آدمی ضرور اس قول سے کافر ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ قول وہم میں ڈالتا ہے کہ وہ شخص خدا کے لئے جگہ قرار دیئے ہوئے ہے اور ظاہر ہے جو آدمی خدا کے لئے جگہ قرار دے دے وہ آدمی طائفہ مشبھین سے ہو جاتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے جس وقت استویٰ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ خدا نے جس طریقہ سے خبر دی ہے اس سے استویٰ ثابت ہے نہ اس طریقے سے کہ لوگ تصور کرتے ہیں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو آدمی گمان کرتا ہے کہ خدا کسی چیز میں ہے یا خود کسی چیز سے ہے یا کسی چیز پر ہے، میرے نزدیک ضرور وہ مشرک ہے اس لئے کہ اگر کسی چیز پر ہوگا تو خدا محمول ہوگا اور اگر کسی چیز میں خدا کو مانا جائے تو خدا محصور ہوگا اور اگر یہ مانا جائے کہ خدا کسی چیز سے ہوا ہے تو خدا کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(انتہیٰ کلام السید رفاعی رضی اللہ عنہ و قدس سرہ)

امام موصوف سے بے شمار نصیحتیں اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں جو آدمی ان سے خبردار ہونا چاہتا ہے اسکو چاہئے کہ کتاب برهان المؤيد، رحيق الكوثر، فجر المنير، حكم الرفاعية، قلائد الزبرجد اور ان کے سوا دوسری کتابوں کا جو ان کے ملفوظات سے ہیں مطالعہ کرے۔

صاحب رحیق الکوثر نے تریاق المحبین سے نقل کیا ہے کہ امام ابراہیم کازرونی کہتے ہیں کہ بعض رجال وقت نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ رجال امت حضور میں باریاب ہیں اور آپ ﷺ فرماتے ہیں سید احمد ابن ابی الحسن رفاعی امت کے شیخ ہیں اور سید العارفین ہیں اس کے بعد یہ دعا فرمائی "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ" (اے اللہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس آپ بھی اس کو دوست رکھئے)۔

تریاق المحبین میں بہت سے بزرگ اور مشہور ائمہ کے اقوال نقل کئے ہیں کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ امام المشائخ اور سلطان وقت ہیں اور اپنے زمانہ کے اہل اللہ ہیں ہم نے قوم کے حالات اور انکی بزرگیوں کے حالات کتابوں میں پڑھے ہیں لیکن رسول خدا ﷺ کے اصحاب اور اہل بیت کے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے بعد کسی ولی کا درجہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے درجہ کے برابر نہیں دیکھا، سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کا درجہ بہت بلند ہے، اخلاق و عادات، تمکین مقام اور رسول اللہ ﷺ کے آثار و اطوار کی متابعت

وتحقق کے اعتبار سے سید احمد رضی اللہ عنہ سب پر فائق ہیں۔

تریاق المحبین میں لکھا ہے شیخ المشائخ عبدالسمیع ہاشمی فرماتے ہیں جو آدمی صحابہ کے نقش قدم پر قدم رکھے اور رسول اللہ ﷺ کے اہل قرابت کی مودت اس کے دل میں جاگزیں ہو اور سادات رفاعیہ کے اہل طریقت کے زمرے سے ہو تو وہ خدا کے قرب کے طریقے کو اچھی طرح حاصل کر لیتا ہے اور نفس کے خبائث سے محفوظ ہو جاتا ہے، ہرگز اس کا پاؤں نہیں پھسلتا ہے اور یہ بھی تریاق المحبین میں لکھا ہوا ہے کہ ہمارے شیخ عزالدین فرماتے ہیں اے تقی! کسی ولی کی کوئی کرامت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی کرامت سے زیادہ صحیح اور زیادہ درجۂ ثبوت تک نہیں پہنچی ہے، حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ کی کرامت نہایت ثبوت وصحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے دوسرے کسی سے کوئی کرامت اس کرامت کی طرح آئینہ کے مانند درجۂ تواتر پر نہیں پہنچی ہے، ہم اس پر حضرت والا کے احوال اور اطوار اور کلام اور افعال واقوال عادات واخلاق سے دلیل لا سکتے ہیں۔

ارشاد المسلمین میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان العارفین ہمیشہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی تعلیم اور قرآن مجید کے اسرار کی تعلیم فرماتے تھے اور کسی وقت اسمیں کسی قسم کی سستی نہیں کرتے تھے، اور ہر صبح وشام فقہ وحدیث تفسیر وعقائد کا درس دیتے تھے، مگر دوشنبہ وپنجشنبہ کو عام وعظ کی مجلس ظہر کی نماز

کے بعد جامع مسجد میں منعقد کرتے تھے اور وعظ فرماتے تھے، عالم جاہل اس سے بہرہ یاب ہوکر حیرت میں رہ جاتے تھے، ہزارہا آدمی مجلس وعظ میں سلطان العارفین کے دست شریف پر تائب ہوتے تھے اور گروہ درگروہ یہود ونصاریٰ اور صابئین کلام مبارک کی برکت سے اسلام لاتے تھے، وعظ شریف کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی تھی کہ جولوگ ام عبیدہ سے دو یا تین روز کے فاصلہ سے رہتے تھے وہ لوگ وعظ کے وقت چھتوں پر بیٹھ جاتے تھے اور آپ کا مبارک وعظ سنتے تھے وعظ سننے میں قریب و بعید کے لوگ برابر تھے۔

ارشاد المسلمین میں لکھا ہوا ہے کہ معتبر وثقہ لوگوں کے تواتر سے ثابت ہوا ہے کہ جس سال سلطان العارفین کا وصال ہوا ہے اس سال آپکے مریدوں کا شمار (جنہوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی) چوبیس لاکھ تھا، اور آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کا شمار ایک لاکھ اسی ہزار اور اہل مذاہب باطلہ یعنی صابئین نصاریٰ یہود سے جولوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت کئے ہوئے تھے ان کا شمار ایک لاکھ سے زیادہ ہے، بلاد اسلامیہ یعنی عرب وعجم کے شہر وقصبات سے کوئی ایسی جگہ کہیں نہیں رہی تھی جہاں حضرت والا کے خلفاء اور آپ کے سلسلہ کے لوگ نہ ہوں۔

اگرچہ اس سلسلہ میں بہت کچھ بیان کرنا باقی ہے لیکن انشاء اللہ مستقل طور سے وہ سب بیان مفصلاً دوسری کتاب میں لکھا جائے گا۔

اصل چہارم

یہ اصل مقالہ کا خاتمہ اور اس رسالہ کا مقصود ہے
چند قواعد اس میں بیان کئے جاتے ہیں

(۱) قاعدہ: تلقین ذکر و بیعت کے بیان میں

اس رسالہ کے ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ سادات بنی صیاد جو آل رفاعیہ کے برگزیدہ اور ان کے خلاصہ ہیں، بیعت کرنے میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب مولیٰ کے طلب کرنے والوں میں سے کوئی توبہ کرنے کی غرض سے اور خدا کی طرف رجوع ہونے کے مطلب سے ان لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو یہ لوگ پہلے اس کو وضو کرنے کا حکم دیتے ہیں اور دو رکعت نماز لوجہ اللہ تعالیٰ توبہ وانابت کی نیت سے اس کو پڑھواتے ہیں، اس کے بعد مرشد دو زانو منہ قبلہ کی طرف کر کے سجادہ پر بیٹھتا ہے اور مرید مرشد کے مقابلہ میں مرشد کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ جاتا ہے اس کے بعد مرشد تین مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر مرید کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور ذیل کی آیت پڑھتا ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ

فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلاً﴾

اس کے بعد مرید سے یہ استغفار پڑھوائی جاتی ہے (استغفر اللّٰہ۔ استغفر اللّٰہ۔ استغفر اللّٰہ العظیم الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ تُبْتُ لِلّٰهِ وَرَجَعْتُ اِلَى اللّٰهِ وَنَهَيْتُ نَفْسِیْ عَمَّا نَهَى اللّٰهُ وَرَضِيْتُكَ شَيْخًا لِیْ وَمُرْشِدًا بِطَرِيْقَةِ اِمَامِ الْاَصْفِيَاءِ وَسُلْطَانِ الْاَوْلِيَاءِ الْغَوْثِ الْاَكْبَرِ وَالْكِبْرِيْتِ الْاَحْمَرِ لَاثِمِ يَدِ النَّبِیِّ الْاَطْهَرِ الْخَاشِعِ الْخَاضِعِ الدَّاعِیْ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا السَّيِّدُ اَحْمَدُ مُحْیُ الدِّيْنُ اَبِی الْعَبَّاسُ الْكَبِيْرُ الْحُسَيْنِیُ الرِّفَاعِیُّ رضی اللّٰہ عنہ وبِطَرِيْقَةِ وَلَدِهٖ الْقُطْبِ الْفَرْدِ الْجَامِعِ الْجَوَادِ سَيِّدِنَا السَّيِّدُ اَحْمَدُ عِزُّالدِّيْنُ الشَّهِيْرِ بِالصَّيَّادِ رضی اللّٰہ عنہ وَهٰذِهِ الطَّرِيْقُ طَرِيْقِیْ وَالْمَنْهَجُ مَنْهَجِیْ وَالْاِخْوَانُ اِخْوَانِیْ وَالطَّاعَةُ تَجْمَعُنَا وَالْمَعْصِيَةُ تَحُوْلُ بَيْنَنَا وَالْعَهْدُ عَهْدُ اللّٰهِ وَالْيَدُ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالْبَيْعَةُ بَيْعَةُ شَيْخِنَا وَسَيِّدِنَا السَّيِّد اَحْمَدُ اَبِی الْعَلَمَيْن الْكَبِيْر الْحُسَيْنِیُّ الرِّفَاعِیُّ رضی اللّٰہ عنہ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلُ)

اس کے بعد مرشد مرید سے کہے (وَاَنَا اَتَمَمْتُكَ مُرِيْدًا بِهٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ الْعَلِيَّةِ وَعَلٰى هٰذَا الْعَهْدِ الْمُبَارَكِ بَايَعْنَا اللّٰهَ) پھر مرشد

مرید سے کہے اس طریقہ علیہ رفاعیہ میں کھڑا ہو اور اسی طرح بیٹھ، مرید کو چاہئے کہ پیر کے اشارہ پر کھڑا بھی ہو اور بیٹھے بھی، مرید کے بیٹھنے کے بعد پھر مرشد اس سے کہے (اُوْصِیْكَ بِتَقْوٰی اللّٰهِ تَعَالٰی) اس کے بعد مرشد مرید سے کہے کہ مجھ سے کلمہ توحید تلقین کے طریقے سے سن، جس طرح کہ میں اپنے مشائخ سے تلقین کے طریقے سے حاصل کئے ہوں، سند صحیح سے پیغمبر خدا ﷺ تک، پھر مرشد اپنی دونوں آنکھوں کو بند کرے اور تین مرتبہ (لا الٰہ الا اللّٰہ) کہے اور ہر مرتبہ اول کلمہ مبارک کو سیدھے شانہ کی طرف سے کھینچے اور مد کو کھینچ کر روح کی طرف پہنچائے یعنی سیدھے پستان کے نیچے کی طرف کہ یہ روح کا مقام ہے اور ہائے اللہ کو قلب میں پہنچائے اور اس کی جگہ پستان چپ کے نیچے ہے، اور بالکل خلوص کے ساتھ کلمہ طیبہ ادا کرے، خلوص کے معنی یہ ہے کہ کلمہ کے ادا کرنے کے وقت اپنے خیالات اور توجہات غیر اللہ کی طرف سے بالکل ہٹالے اور دنیا کے اور ماسوا اللہ کے تعلق کو بالکل اپنے سے دور کردے، جس وقت مرشد نے تین مرتبہ کلمہ طیبہ کو اس طرح کہا مرید کو چاہئے کہ وہ بھی اسی طرح ادا کرے تین بار، پھر مرشد اپنی پیشانی مرید کی پیشانی پر رکھے اور اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر اور اس کے بعد مرید کے حق میں دعا کرے، اس کے بعد انبیاء اور مرسلین اور آل واصحاب کے لئے اور امام قطب وغوث سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے لئے اور آل اولاد اسباط وخلفاء سید احمد رفاعی

رضی اللہ عنہ کے لئے اور تمام اولیاء اللہ کے لئے دعا کرے۔

تنبیہ: یہ قاعدہ یعنی بیعت اور تلقینِ ذکر دو اصل سے متعلق ہے، ایک کتاب اللہ سے اور دوسرے سنت رسول اللہ سے۔

بیعت کا تعلق قرآن شریف سے ثابت ہے اس طرح کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ﴾ الخ اس کے ماسوا دوسری آیات بھی بیعت پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں، اور جلیل القدر صحابی سیدنا عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی سمع پر اور طاعت پر سختی میں نرمی میں خوشی میں اور غمی میں، اور ہم نے حق کہا جس طرح کہ تھا، اور کبھی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ہم خوف نہیں کرتے ہیں، ان اخبار صحیحہ اور آثار صریحہ کے علاوہ بھی ظاہر ہوا کہ نبی ﷺ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لیتے تھے۔

تلقین ذکر کا ثبوت اولیاء اللہ کی صحتِ اسناد کی بحث میں حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہو چکا ہے۔

(۲) قاعدہ: اس طریقے کے سلوک کی بنیاد ادب اور صحبت کی صحت ہے، اور اس طریقہ کے اماموں کے نزدیک صحبت آداب میں اول ادب ہے، اور صحبت کے معنیٰ یہ ہے کہ مرید مرشد کی خدمت میں رہے تا کہ مرید کے اخلاق

مرشد کے اخلاق کا رنگ حاصل کرے اور مرید کا خلق اس کے سبب سے نیک اور درست ہو جائے، اور ہر وہ خلق بد کہ مرید میں ہو خلق نیک سے بدل جائے اور غرور اور دعاوی اور افتخار بر طریق خود اور شطحیات اور عقائد فاسدہ افعال اور اقوال باطلہ مرید کے دل سے نکل جائیں اور کسلات کے بھنور سے نکل کر حسن عمل کے راستہ کو طے کرنے والا ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل پیرا ہو اور سلف صالح کے طریقوں کو اختیار کرے، اللہ کا فرماں بردار بنے اور مخلوق سے روگرداں رہے تاکہ حق سے قریب اور باطل سے دور رہے، جب مرید ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو جائے اور جب مرید میں یہ علامتیں پائی جائیں تو مرشد کو حکم کرنا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے، طریقہ علیہ رفاعیہ میں پہلا ورد صلوٰۃ شریف ہے، اس کے بعد مرید کو استغفار پڑھنے کے لئے حکم دیوے، درود یہ ہے (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ) اور استغفار یہ ہے (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ) درود و استغفار کی تعداد مقرر نہیں ہے، مرید کو چاہئے کہ اپنی طاقت کے موافق پڑھتا رہے جب مرید نے درود و استغفار کی استعداد پیدا کر لی تو مرشد کو چاہئے کہ کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ کے ذکر کے لئے حکم دیوے اور اس کلمۂ طیبہ کے ذکر میں بھی مرید کی استعداد کا لحاظ رکھے، لیکن بیس مرتبہ سے کم نہیں ہونا چاہئے۔

اور حالت سلوک میں مرشد اگر ضروری سمجھے تو مرید کو ریاضت، تجرد، خلوت، کم خوابی، تہجد، اور خدمات شاقہ اور صدقات کا حکم دیوے۔

ائمۂ رفاعیہ کے نزدیک طریقت میں تین عقبات ہیں

عقبۂ اوّل: حُبِّ شیخ

مرید کو چاہئے کہ اپنے شیخ کے مقابلہ میں دوسروں سے تعلق منقطع کرلے تاکہ صحبت کا فائدہ حاصل کرسکے، اعتقاد میں کامل ہونا چاہئے تاکہ مرید پورے طور سے مرشد کا تابع حکم بن جائے، اور اس کے ہر حکم پر گردن جھکا دے اور مرشد کے ہر قول و فعل کو بلا چون و چرا تسلیم کرلے، مگر اس صورت میں کہ مرشد کا حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہو ایسی صورت میں خدا اور رسول کی پیروی کرے اور مرشد کی پیروی ترک کردے، اور رجال عصر میں کسی کو دل سے اور زبان سے اپنے مرشد پر مقدم نہ سمجھے، ورنہ حسن اتباع میں نقصان واقع ہوگا اور مرید مراد سے دور رہے گا، جو مرید اپنے شیخ سے محبت میں کمال پیدا کرے گا وہ صاحب طریق غوث اکبر سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ کی محبت کے رنگ میں رنگ جائے گا، اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ طریق تمام طرق میں افضل اور اکمل ہے اور صاحب طریق صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد اقطاب محمدی کے سردار ہیں۔

عقبۂ ثانیہ: حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ﷺ کی محبت میں لسان وقلب کا غرق ہونا ہے اور صحیح طریق سے شریعت محمدی پر اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر حال میں ہر وقت اپنے احوال کا شاہد سمجھے مثلاً اگر بے سر وپائی کے وقت میں کچھ ہنسی اس سے ظاہر ہو جائے تو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چاہئے کہ شرم کرے۔

فائدہ

ائمۂ عارفین طریقہ علیہ رفاعیہ مستحسن جانے ہوئے ہیں کہ سالک اپنے وظائف واذکار کے بعد حزب التحفۃ السنیۃ الرفاعیہ کو ہر روز پڑھے، اور پڑھنے کی حالت میں معانی کا اور پورے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے خیالات کو سید الکائنات وسر الوجود ﷺ کے ساتھ بہت اچھی طرح پختہ رکھے، اس لئے کہ ائمۂ طریق علیہ رفاعیہ قبولیت کے طریقوں سے قریب تر طریقہ اور خدا کی بارگاہ میں نزدیکی حاصل کرنے کا بڑا سبب حزب مذکور کے ورد کو بتلائے ہوئے ہیں، سلطان العارفین سید احمد رفاعیؒ نے اپنے فرزند قطب فرد جامع محی الدین ابواسحٰق ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اس حزب کے پڑھنے کے لئے فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ برادران طریقت کو بھی اس کے پڑھنے کا حکم دینا چاہئے، اکثر اہل اخلاص اس حزب کو مصائب اور مشکلات دور

کرنے اور دعاؤں کے قبول ہونے کے لئے مجرب لکھے ہوئے ہیں۔

حزب پڑھنے کا طریقہ

اول ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر تین مرتبہ استغفار پڑھے، پھر سو مرتبہ لاالہ الااللّٰہ پڑھے، پھر دس مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر تین مرتبہ سورۂ والضحیٰ پڑھے، اور تین مرتبہ سورۂ الم نشرح لک صدرک پڑھے، اور پھر تین، تین بار سورۂ اخلاص، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر انیس مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ذیل کا حزب شروع کرے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم فارج الھم کاشف الغم مجیب دعوۃ المضطرین رحمٰن الدنیا والاخرۃ تا والحمدللّٰہ رب العٰلمین (اصل فارسی کتاب میں دیکھ لیا جائے) پھر حزب ختم کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ تین مرتبہ پڑھے، اور دس بار لاالہ الااللّٰہ اور تین مرتبہ درود شریف پڑھے اور سورۂ فاتحہ ایک بار پڑھ کر جمیع امت محمدیہ کو اس کا ثواب بخشے اور پھر جو دعا یاد ہو وہ پڑھے۔ انتہیٰ

عقبۂ ثالثہ: ذکر و فکر

ہمیشہ ذکر و فکر میں رہنا چاہئے اور اس کو حضور کہتے ہیں کہ اس حضور کی وجہ سے مرید کا شمار اس جماعت میں ہوتا ہے جس کا ذکر حق تعالیٰ نے قرآن پاک

میں کیا ہے ﴿ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ الخ ایسی صورت میں مرید ماسوا اللہ سے فارغ ہو جائے گا اور اس میں اخلاص پیدا ہو جائے گا، اور جب اخلاص کی وجہ سے سرّ معرفت پر پہنچ جائیگا تو مرید کا نفس مہذب اور مؤدب ہو جائے گا، شیریں بیانی اور حسنِ حال اس میں پیدا ہونے لگے گا، جب مرید میں یہ باتیں ظاہر ہو جائیں تو مرشد کو چاہئے کہ استخارہ اور اشارہ کے بعد اس کو جاؤشی کے مرتبہ پر مقرر کرے اور اس کو حکم دیوے کہ مجلس کی خدمت کرے اور اخوان طریقت کی دیکھ بھال اور یہ اشارہ ہے کہ ان مراتب کے طے کرنے کے بعد مرید اپنی نفس کی سیاست پر قادر ہو کر دوسروں کے نفس کی سیاست کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہے، اور ایسی حالت میں مرشد کو چاہئے کہ حکم کرے کہ اسم ذات کے ذکر کی اجازت دے تا کہ مرید علی قدر استعداد اسم ذات پر مداومت شروع کر دے اور جب مرید اخوان طریقت کی خدمت کے سبب سے اپنے نفس کے علائق سے دور ہو جائے اور کسی پر تفوق کا خیال اس کو نہ رہے اور وہ اپنی ذات کو ہیچ در ہیچ سمجھنے لگے تو مرشد کے لئے مناسب ہے کہ اشارہ اور استخارہ کے بعد اس کو نقاب کے مرتبہ پر پہنچائے اور وہ درگاہ میں سرداری کا مرتبہ ہے تا کہ اس کی وجہ سے برادران طریقت کے خواص کی دیکھ بھال کرے اور جماعت کی ترتیب کرتا رہے، اور جب مرید اس درجہ پر پہنچ جائے

تو اس کو اسمائے حسنیٰ سے اس اسم کی طرف کہ اس کا قلب اس اسم کی طرف مائل ہے عمل کرنے کا حکم کرے، بقولہ تعالیٰ ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ اور اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مرید کے لئے اس حال میں صفائی اخلاق اور مخلوق کی سیاست کی استعداد پیدا ہوگئی ہے، پس جس وقت خدمت میں التفات کے باوجود خدا تعالیٰ و تعاظم سے تجرد کے ساتھ اور حرکات و سکنات میں شریعت مطہرہ کی طرف تمسک کے ساتھ محو ہوگیا ہے نفس کی خوبیاں اس میں پیدا ہوں گی۔

پس مرشد کو چاہئے کہ اشارہ اور استخارہ کے بعد مرید کو مرتبۂ خلافت پر پہنچائے اور مرتبۂ خلافت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کے بندوں کی رہنمائی کرے صاحب طریقت اور نبی ﷺ کا نائب بن کر، اور ان تمام مراتب میں طریقہ علیہ رفاعیہ کے امام استفاضہ کو مشروط کئے ہوئے ہیں، استفاضہ یہ ہے کہ مرید ذکر و اذکار کے حالت میں اس طرح تصور کرے کہ میرے دل کا رشتہ مرشد کے دل کے رشتے سے وابستہ ہے اور اس رشتہ کی اصل جو مرشد کے دل سے پیدا ہو رہا ہے اس کو خیال کرے کہ وہ رشتہ صاحب طریقت کی قبر سے وابستہ ہے اور صاحب طریقت کی قبر سے اس رشتہ کا تعلق رسول کبریاء ﷺ کی قبر شریف تک پہنچے ہوئے ہے، اور قبر شریف نبوی (علی ساکنہا الصلوٰۃ والسلام) کو اس رشتہ کی اصل اور اس رشتہ کا مظہر جانے۔

اور استفاضہ کی کیفیت اس طرح لکھی گئی ہے کہ اپنی دونوں آنکھوں کو بند کرے اور نفس اور قلب کو تمام خیالات سے پاک کرے اور پھر اس تصور پر خیال جمائے، اگر تصور کی حالت میں کوئی خطرہ واردات الٰہیہ سے اپنے نفس پر محسوس کرے تو چاہئے کہ آنکھ کھول دے اور استفاضہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سید احمد رفاعیؒ پر اور انؒ کی اولاد اور خلفاء اور ان کے طریقہ کے رجال پر فاتحہ سے ختم کر دے۔

(۳) قاعدہ: خلوت محرمیہ کے بیان میں

طریقۂ علیہ رفاعیہ کے رجال شرط کئے ہوئے ہیں کہ محرم کی گیارہ تاریخ سے سترہ تاریخ کی شام تک خلوت میں بیٹھنا لازم ہے، اور جو آدمی خلوت میں بیٹھے اس کو چاہئے کہ ایسا فرش اپنے ہمراہ رکھے کہ اس پر کوئی عورت نہ بیٹھی ہو اور ہمیشہ باوضو رہے، بے فائدہ بات چیت نہ کرے، بے ضرورت خلوت سے باہر نہ نکلے، تنہا بیٹھے، اور کسی قسم کا گوشت غذا میں استعمال نہ کرے اور ہر نماز کے بعد یک سو بار یہ درود شریف پڑھے اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمدن النبیّ الامّیّ الطاھر الزکیّ و علٰی اٰلہ و صحبہ و سلّم، درود شریف کے بعد ورد، حزب اور اپنے راتب کو پڑھے اور اس کے بعد یَاوَھَّابُ کا استعداد کے موافق ذکر کرے عدد اور شمار کی کوئی قید نہیں ہے، اور چاہئے کہ اسم شریف کے ذکر سے سانس کو خالی نہ رکھے اور اس اسم مبارک کا ذکر مریدوں

کے کے لئے ایام خلوت میں مشروط ہے۔

ائمہ طریق رفاعیہ کہتے ہیں کہ ارباب سلوک اور مشائخ اور وہ لوگ کہ ریاضت کئے ہوئے ہیں وہ اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ اول دن لا الہ الا اللہ کا، دوسرے دن یا اللّٰہ کا، تیسرے دن یاوَھَّابُ کا، چوتھے دن یاحیّ کا، پانچویں دن یامَجِیْدُ کا، چھٹے دن یا مُعْطِیُ کا، ساتویں دن یا قُدُّوس کا، ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چاہئے کہ ہمیشہ خلوت میں اپنے اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور رکھے، اس خلوت کے برکات اور مفاد بہت ہیں، خلوت مذکور مقاصد پر پہنچنے کے لئے زینہ ہے اور فتوح اور اخلاص کا دروازہ ہے۔

(۴) قاعدہ: لباس پہننے کے بیان میں

صاحب طریقہ علیہ مخصوص ہیئت اور مخصوص لباس کا اپنے کو پابند نہیں رکھے ہوئے ہیں بلکہ فرماتے ہیں جو لباس شریعت میں جائز ہے وہ پہنے، البتہ سیاہ رنگ کے عمامہ کی تخصیص کی ہے اسلئے کہ وہ مسنون ہے، بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دستار مبارک فتح مکہ کے دن سیاہ تھی، لیکن اس تخصیص کا لازم کر لینا ضروری نہیں ہے۔

(۵) قاعدہ: ورد اور ذکر کے حلقے کے بیان میں

بعض مشائخ ہر شب کو حلقۂ ورد منعقد کرتے ہیں، بلکہ اکثر مشائخ ذکر خاص ہر شب میں کرتے ہیں، اور حلقۂ ورد تمام مریدوں کے لئے پنج شنبہ اور

دوشنبہ کی شب میں منعقد کرتے ہیں اور اس کی کیفیت اس طرح ہے کہ تمام لوگ نماز عشا کے بعد حلقہ باندھ کر دوزانو بیٹھتے ہیں اور اول حضرت رسالت پناہ ﷺ کی روح پرفتوح پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور صاحب طریقت پر اور ان کی آل واصحاب پر اور تمام مسلمانوں پر فاتحہ پڑھتے ہیں، اس کے بعد حضرت رسالت پناہ ﷺ سے صاحب طریقہ کے واسطہ طریقۂ مذکور کے ساتھ استفاضہ حاصل کرتے ہیں، اور اس تصور کو آخر ذکر تک باقی رکھتے ہیں، اسکے بعد ورد کو اطمینان اور ادب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور آنکھوں کو بند رکھتے ہیں اور کسی چیز پر نظر نہیں رکھتے ہیں اور خشوع اور خوف کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف مشغول ہوتے ہیں اور استفاضہ کے لحاظ سے صاحب طریقت کے باطن کے فیض کی طرف مشغول ہوتے ہیں۔

بعض لوگ ذکر کے بعد اسمائے حسنیٰ کا ورد پڑھتے ہیں اور ہمارے شیخ اور ہمارے مرشد مجدد زماں السید محمد ابوالھدیٰ آفندی الرفاعی (لازال عمام الطائفہ علی رؤس الطالبین متقاطرا) نے عز وجل کے اسامی عظام کو اشعار عربی میں منظوم فرمایا ہے فارسی کے ترجمہ کے ساتھ۔ (اصل فارسی کتاب میں دیکھ لیا جائے)

اس کے بعد شیخ آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے لا الہ الا اللّٰہ اس کے بعد تمام لوگ کہتے ہیں لا الہ الا اللّٰہ لیکن ادب کی رعایت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے آنکھ بند رکھ کر، اور خدا سے شرمندہ ہو کر بیٹھ کر کہتے ہیں اور کم از

کم ایک سو گیارہ بار کہنا چاہئے، اس کے بعد کھڑے ہو جاتے ہیں اور کلمہ طیبہ کے ذکر میں مشغول ہونا ہے پھر اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اور کم از کم ایک سو گیارہ بار کہتے ہیں، ذکر کے بعد خوش لہجہ میں آدمی نعت شریف پڑھے، اور نعت شریف کے بعد صاحب طریقت کی منقبت میں کچھ پڑھے، نعت اور منقبت کے بعد استفاضہ مذکورہ کے رابطہ کی نگہداشت کرے، اس کے بعد یا اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد اللہ کا ذکر حلقہ باندھ کر کرتے ہیں، اس کے بعد جماعت سے ایک آدمی قرآن شریف کا ایک رکوع پڑھتا ہے اس کے بعد صلوۃ دوائیہ تین بار پڑھتے ہیں، اور وہ یہ ہے" اللھم صل علی محمد وعلی آل سیدنا محمد بعدد کل داء ودواء وبارك وسلم علیه وعلیهم اجمعین کثیرا" تیسری مرتبہ جب 'کثیرا' پر پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں 'وصل وسلم بجلالك وجمالك علی جمیع النبیین والمرسلین وآل کل وصحب کل اجمعین والحمد للہ رب العالمین' اس کے بعد مرشد سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے، اسکے بعد چار فاتحہ اور پڑھی جاتی ہے ایک رسول پاک ﷺ اور تمام انبیاء و مرسلین اور آل و اصحاب اجمعین کی روح پُر فتوح پر دوسری آل، اصحاب اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے، تیسری صاحب طریقہ کے لئے اور اس کی آل اور اتباع کے لئے اور اس سلسلہ کے رجال کے لئے، چوتھی فاتحہ تمام اولیاء اور صلحاء اور تمام

مومنین ومومنات کیلئے، ان چاروں فاتحہ کے بعد مرشد بلند آواز سے پڑھے،
" بَلِّغِ اللّٰهُمَّ وَ اَرْسِلْ بَعْدَ الْقُبُوْلِ مِنَّا بِفَضْلِكَ وَ كَرَمِكَ مِثْلَ ثَوَابِ هٰذَا الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ وَالْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ وَالصَّلٰوةِ الشَّرِيْفَةِ وَالْاَوْرَادِ اللَّطِيْفَةِ اِلٰى رُوْحِ تا آخر، (اصل فارسی کتاب میں دیکھ لیا جائے) جب یہ فاتحہ تمام کرے تو پھر مرشد کہے اللهم صل علی سیدنا محمد اجعلنا بالصلوة علیه من الفائزین وعلی حوضه من الواردین الشاربین و بسنیه و طاعته تا آخر (اصل فارسی کتاب میں دیکھ لیا جائے)

اس کے بعد مرشد کھڑا ہووے اور حاضرین حلقہ بھی کھڑے ہو جائیں اور سب مل کر بیک آواز کہیں اشهد ان لااله الااللّٰه واشهد ان محمدا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وصلی اللّٰه وسلم علی جمیع النبیین والمرسلین وآل کل وصحب کل اجمعین پھر فاتحہ پڑھ کر تمام لوگ کہیں، تری الملائکة حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربهم وقضی بینهم بالحق وقیل الحمد للّٰه رب العالمین، اور پھر فاتحہ پڑھ کر آپس میں مصافحہ کر کے ایک دوسرے کے لئے دعائے خیر کریں، یہ راتب کبیر ہے، لیکن راتب صغیر اس طرح ہے کہ سورتیں اور آیتیں اور صلوة ایک ایک بار پڑھے اور لا الہ الا اللہ کو ایک سو گیارہ بار اور اسم ذات کو بھی ایک سو گیارہ بار اور اس کا حلقہ بھی پنج شنبہ اور دوشنبہ کی شب میں کیا جائے

اور ائمہ طریقہ علیہ رفاعیہ کے اکابر اس راتب صغیر کو ہر صبح و شام پڑھتے ہیں اور ہمارے سردار اور شیخ سید سراج الدین المخزومی الصیادی قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے جو آدمی اس راتب کے پڑھنے پر مداومت کرے گا وہ نہیں مرے گا مگر غنی ہو کر اور اس پر کوئی دشمن غلبہ نہیں پا سکے گا اور رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اس کے لئے حسن خاتمہ کی امید کی گئی ہے۔

طریقہ مبارکہ رفاعیہ کے رسوم کا بیان

حضرات رفاعیہ کے جملہ طریقوں سے ایک طریقہ عدۃ النوبۃ ہے اور وہ مراد ہے دفوں کے بجانے سے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیدوں کے موقعوں پر اور نکاح کے اعلان کی غرض سے دفوں کا بجانا مباح ہے، طبول احمدیہ دفوں میں شمار کئے گئے ہیں، حضرات رفاعیہ جمعہ کی راتوں میں مذکور طبول بجاتے ہیں، اس لئے کہ جمعہ مومنین کے لئے عید ہے، جس طرح کہ حدیث شریف میں آیا ہے، اور حضرات رفاعیہ کے رسوم میں اعلام و رایات (یعنی جھنڈے اور جھنڈیاں) بھی ہیں، اور یہ اعلام و رایات اشارہ ہے فقراء کے عسکر میں قیام کرنے کی طرف جو جہاد اکبر ہے حدیث شریف کے مطابق جس کا مضمون یہ ہے کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ جہاد سے واپس ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا "رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر" اور یہ مراسم مومنین کے قلوب کی فرحت و نشاط کی غرض سے ہیں۔

(۶) قاعدہ: ان کرامات و خوارق کے بیان میں کہ حق تعالیٰ نے اہل طریقہ رفاعیہ کو عنایت فرمائی ہیں

پوشیدہ نہ رہے کہ حق تعالیٰ نے اہل طریقہ رفاعیہ کو کرامات اعلیٰ عنایت فرمائی ہیں اور اخلاق شریفہ سے بہترین استاد مرحمت کی ہے اور ان کے احوال واطوار و آثار کو رسول ﷺ کے احوال واطوار کے مطابق اور حضرات صحابہ اور اہل بیت سے سلف صالح کے اقوال وافعال کے مطابق کیا ہے ان حضرات سے جو کرامات وخوارق ظاہر ہوئے ہیں ان کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہے مثلاً آگ میں کود جانا اور اس کے اثر سے متاثر نہ ہونا کہ یہ کرامت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے معجزہ کا عکس ہے، یا مثلاً سانپ کو ہاتھ سے پکڑ لینا کہ یہ کرامت معجزۂ موسوی کا عکس ہے، یا مثلاً زہر کھا جانا اور اس کے ضرر سے محفوظ رہنا یا تلوار اور خنجر کا زخم کھانا اور آناً فاناً اس کا مندمل ہو جانا کہ یہ کرامت رسول اللہ ﷺ کے معجزہ کا سایہ ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زہر پیا اور اس نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے عہد میں ایک مسلمان کو آگ میں ڈالا گیا اور حق تعالیٰ نے اس کو سلامت رکھا، جس وقت یہ خبر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا، الحمد للہ! شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے اس امت میں سے ایک کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی

کرامت سے بزرگی وعزت بخشی، پس اگر ایسے آدمی کے ہاتھ سے (جس پر کرامت کے ظاہر کرنے کا گمان نہ ہو) کرامت ظاہر ہو جائے تو اعتراض نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ وہ کرامت ہے کہ حق تعالیٰ نے سید احمد کبیر رضی اللہ عنہ کو اس سے عزت دی ہے اور جو آپ کی ذات شریف کی وجہ سے آپ کے متبعین میں ساری و جاری ہوگئی ہے، حق تعالیٰ اپنی بخشش سے جس وقت کوئی شئی عنایت فرماتا ہے تو پھر اس کو واپس نہیں لیتا ہے اس لئے کہ وہ جوّاد منّان ہے۔

مگر جاننا چاہئے کہ اس طریقہ کے رجال نے ان اسرار کے ظاہر کرنے کو دو شرطوں پر موقوف کیا ہے، ایک یہ کہ جب کوئی برائی غیر ملت محمدی سے دیکھی جائے تو اس وقت دین کی طرف رہنمائی کی غرض سے اس کرامت کو ظاہر کیا جائے، دوسرے مظلوم کے چھٹکارے کی غرض سے یا بدعت کی آگ بجھانے کی غرض سے یا سنت رسول ﷺ کے زندہ کرنے کیلئے، غرض ان کرامات کا ظاہر کرنا ایسے موقعوں پر ہے حق تعالیٰ ان کی وجہ سے مومنین کے قلوب کو مطمئن اور جمع کردے تو ان کو ظاہر کردینا چاہئے اس وقت ان کے ظاہر کرنے میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

صاحب طریقہ غوث اعظم سیدنا سید احمد رفائی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے جس کو حق تعالیٰ دین کی نصرت کی غرض سے یا اہل اللہ کے ساتھ بدظنی سے

مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے کرامات کا ظاہر کرنے والا بنا دے تو ایسی صورت میں اظہار کرامت سے کوئی ڈر اور خوف نہیں ہے، اور اگر کوئی درہم و دینار کے حصول کا ذریعہ کرامت کو بنالے تو وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اس سے دنیا اور آخرت میں بری ہوں۔

اور آپ نے فرمایا ہے مردانِ خدا کو چاہئے کرامات اور خوارق کے ظاہر کرنے کی طرف رغبت کرنے والے نہ ہوں، اور آپ ہی کا قول ہے مردانِ خدا کرامت کو اس طرح چھپاتے ہیں جس طرح عورت حیض کے کپڑے کو، حق تعالیٰ نے آپ کی وفات سے بہت سالوں کے بعد بھی آپ کے خلفاء سے ان کرامتوں کو ظاہر کرائیں، آپ کے خلفاء نے ان کرامتوں کے سبب سے ہلاکو خاں بادشاہ تاتار کو اور غازان خاں کو مع اس کے لشکر کے اسلام سے سرفراز فرمایا جس وقت کہ ان کفار نے دیکھا کہ فقراء طریقہ رفاعیہ تانبے کو پانی کر دیتے ہیں اور زہر کو پانی کی طرح پی جاتے اور کھا جاتے ہیں اور آگ میں کود جاتے ہیں اور آگ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے، جس طرح کہ اس واقعہ کو امام بیضاوی اور وتری اور کرمانی اور سنوخی رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، الغرض ان کرامتوں کے سبب سے حق تعالیٰ نے دین مبین محمدی کی تائید فرمائی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام۔ والحمد للہ رب العلمین۔

خاتمہ قواعد

خرقہ پہننے کا قاعدہ خرقہ پوشی کے وقت

ہمارے شیخ خرقہ امام صاحب طریقہ رضی اللہ عنہ کی سند نبی ﷺ تک ذکر کی جاتی ہے، امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے تصریح فرمائی ہے کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے خرقہ پہنا اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سید المرسلین ﷺ سے خرقہ پہنا۔

بعض حضرات نے مستند طریقہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب اور حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو حکم نبوی کے مطابق خرقہ پہنایا اور نبی کریم ﷺ نے اپنا خرقہ شریف کعب رضی اللہ عنہ کو دیا کہ انہوں نے اس کو صاحب قصیدہ سعاد بانت کو پہنایا، اسی سبب سے اہل طریقت کے درمیان خرقہ پہننا مسلسل ہے۔

سیدنا صاحب الطریقہ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے امام حضرت شیخ علی واسطی قرشی المعروف بابن القاری سے خرقہ پہنا اور انہوں نے شیخ ابو الفضل

بن کاسخ الکامخانی سے اور انہوں نے غلام بن ترکان سے انہوں نے شیخ علی روزبادی سے اور انہوں نے شیخ علی عجمی سے انہوں نے شیخ ابوبکر شبلی سے انہوں نے امام ابوالقاسم حضرت جنید بغدادی سے انہوں نے اپنے ماموں شیخ سری سقطی سے انہوں نے ابومحفوظ معروف کرخی سے انہوں نے شیخ امام داؤد الطائی سے اور انہوں نے شیخ حبیب العجمی سے انہوں نے سید العارفین امام حسن بصری سے انہوں نے شوہر بتول اور ابن عم رسول اللہ ﷺ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے ابن عم سید المخلوقین امام النبیین والمرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ سے خرقہ پہنا۔

اور یحییٰ سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں باز اشہب سید شیخ منصور بطائحی ربانی رضی اللہ عنہ سے طریقت کو حاصل کیا اور خرقہ پہنا انہوں نے اپنے ماموں شیخ ابومنصور طیب سے انہوں نے اپنے ابن عم شیخ ابوسعید یحییٰ تجاری واسطی سے انہوں نے شیخ ابوعلی قرمزی ثم البصری سے انہوں نے شیخ ابوالقاسم سندوسی کبیر سے انہوں نے شیخ ابومحمد رویم بغدادی سے انہوں نے شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی سے انہوں نے اپنے ماموں شیخ سری سقطی سے انہوں نے شیخ معروف الکرخی سے انہوں نے امام علی بن موسیٰ الرضاء سے انہوں نے اپنے پدر امام موسیٰ کاظم سے انہوں نے اپنے پدر امام جعفر صادق سے

انہوں نے اپنے پدر محمد باقر سے انہوں نے اپنے پدر امام زین العابدین علی سے انہوں نے اپنے پدر سبط شہید سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے پدر امام امیر المومنین اسد اللہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین سے انہوں نے اپنے ابن عم حبیب الحق وعلۃ الخلق ﷺ سے اور آں حضرت ﷺ نے فرمایا" ادبنی ربی فاحسن تأدیبی" (سکھایا مجھ کو میرے رب نے پس بہترین ادب سکھایا)۔

تمت بالخیر

سلطان العارفین

سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کا ملفوظ گرامی

ولایت فرعونیت اور نمرودیت نہیں ہے، فرعون نے کہا کہ میں تمہارا رب ہوں سب سے اوپر، اور قائد اولیاء سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فرشتہ نہیں ہوں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علویت، افتخار، فوقیت، عظمت، حاکمیت اور سربلندی کے لباس کو اپنے جسم سے اتار کر پھینک دیا ہے تو پھر عارف کس طرح نخوت اور غرور کی باتوں کی طرف پیش قدمی کر سکتے ہیں، خدا کے سامنے احتیاجی وصف ظاہر کرنا مؤمن کی صفت ہے۔

ALL DONATION FOR THIS BOOK BY:
1. ILYAS TAKOLIYA (CANADA)
2. IDRIS TAKOLIYA (CANADA)
3. IMTIYAZ TAKOLIYA (CANADA)
SONS OF LATE IBRAHIM TAKOLIYA
FOR ISALE SAVAB

JAMIA DARUL EHSAN

MAKKI MASJID, BARDOLI, SURAT, GUJARAT

